اَنا پرست
از
یسریٰ
sohnidigest.com

انا پرست

''تمہاری اوقات ہے یہاں بیٹھنے کی؟'' وہ اتنی زور سے دھاڑا کہ اس کا دل کانپ اٹھا۔

ڈیپ ریڈ شرارے میں ملبوس وہ بیڈ پر بیٹھی اپنے شوہر کا انتظار کر رہی تھی جس سے کچھ دیر پہلے اس کا نکاح ہوا تھا۔ اس کا دل کسی سوکھے پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔ وہ ویسے ہی گھبرائی سہمی اس کا انتظار کر رہی تھی کہ اس کا شوہر روم میں داخل ہوا۔ وہ دروازہ کھولتے ہی تیزی سے اس کی طرف لپکا اور جھٹکے سے اس کے بازو سے کھینچ کر اپنے سامنے کھڑا کیا۔

''چٹاخ۔''

وہ اسے تھپڑ سے نوازتا زہری الفاظ اس کی سماعتوں سے گزار رہا تھا۔

''زندگی عذاب کر دونگا تمہاری۔ موت مانگو گی تم۔''

اس نے جھٹکے سے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے کھینچتا ہوا روم سے باہر لے آیا وہ سہمی چڑیا کی

طرح اس کے ساتھ کھنچتی چلی جا رہی تھی۔ سیڑھیوں سے اترتے وہ اسے ہال میں لے آیا جہاں مہمان گپ شپ میں لگے ہوئے تھے۔ اس کا پورا خاندان اس وقت ہال میں موجود تھا۔ اس نے گرفت ڈھیلی کر کے تقریباً اسے پھینکتے ہوئے اپنی ماں سے کہا۔

''یہ کیا کر رہی تھی میرے روم میں؟ اس کی اوقات ہے میری کمرے میں قدم رکھنے کی؟''

اس کی دھاڑ سے اس کی بہن تک کانپ اٹھی جو پہلی بار اپنے بھائی کا ایسا روپ دیکھ رہی تھی۔

''یہ تمہاری ہی پسند تھی مت بھولو۔'' اس کی ماں نے نخوت سے کہا۔

''پسند تھی اب نہیں ہے! اینڈ مائنڈ اٹ، یہ مجھے اپنے روم میں نظر نہ آئے۔'' وہ اسے قہر برساتی نظروں سے گھور کر اپنے روم میں چلا گیا۔ دروازہ بند کرنے کی آواز نیچے تک سنائی دی۔

دلہن کے روپ میں سجی وہ زمین پر اوندھے منہ گری پڑی تھی۔ اتنے مہمانوں کے سامنے بے عزتی پر پہلی دفعہ اس نے موت کی شدت سے دعا کی۔ اس کی غلطی کیا تھی۔ صرف اتنی کہ خود کو غلیظ نظروں سے بچانے کے لیے وہ پردہ کرتی تھی؟ اس نے سامنے کھڑی اپنی بیسٹ فرینڈ کو دیکھا جو فتح مند نظروں سے اسے دیکھ کر آنکھوں ہی آنکھوں میں کہہ رہی تھی۔

''کیوں اتر گیا پارسائی کا بھوت؟''

اس نے اپنی آنکھیں بند کیں تو گالوں پر آنسوؤں کا آبشار بہہ نکلا۔

''کہا تھا نا جلتی آگ میں تم نے خود کو جھونکا ہے..... افسوس ہوتا ہے کہ تم میری بیسٹ فرینڈ رہ چکی ہو۔'' وہ مسکراتی نظروں سے اسے دیکھتے گویا ہوئی۔

☆.....☆.....☆

''آپی! ابو سے مل کر جانا۔ وہ تمہارا پوچھ رہے تھے۔''

''ہاں وہیں جا رہی ہوں۔ میری نوٹ بک کہاں ہے کل یہیں تو رکھی تھی۔'' حجاب

بڑبڑاتے ہوئے تیزی سے ایک ایک ڈراز کھول کر چیک کر رہی تھی تبھی مطلوبہ نوٹ بک ملنے پر جلدی سے وہ بیگ اٹھا کر باہر کی طرف دوڑی۔

''ابو آپ نے بلایا؟''

''ہاں بیٹے، آج پوائنٹ سے مت جانا۔ میں خود چھوڑ آؤنگا۔ آج جویریہ بھی نہیں جا رہی۔'' تاثیر صاحب جو اخبار پڑھ رہے تھے بیٹی کو آتا دیکھ اخبار رکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

''بابا! جویریہ کا تو روز کا بہانہ ہے اس ہفتے یہ اس کی تیسری چھٹی ہے۔ جب اٹینڈنس ایشو ہوگا تب اس کی عقل ٹھکانے آئے گی۔'' حجاب نقاب پہن کر بائیک پر سنبھل کر بیٹھی۔ ساتھ ہی اس نے جویریہ کی برائی شروع کر دی جسے سن کر تاثیر صاحب بس مسکرائے۔

''حجاب بیٹے، یہ باتیں جویریہ کے سامنے کہتیں تو بہتر ہوتا۔ اس طرح پیٹھ پیچھے تو برائی ہوئی نا۔ اب تمہاری کی گئی نیکی اس کے اعمال میں ہوگی۔''

حجاب جب یونی گیٹ کے پاس آرکی تو اس کے بابا کہتے ساتھ بائیک آگے بڑھا کر نکل گئے اور حجاب اپنی عقل پر ماتم کرتی کلاس میں چلی آئی۔

☆.....☆.....☆

مہوش کے آسرے یونی آئی تھی لیکن اس نے بھی نہ آکر دھوکا دے دیا۔ حجاب کو دونوں پر سخت غصہ آرہا تھا۔ کیا تھا اگر بتا کر چھٹی کرتیں۔ حجاب دونوں کے بغیر دن بھر بور ہوتی رہی۔ کلاسز ختم ہوتے ہی حجاب نے اپنے بھائی اسامہ کو کال کر کے لینے کے لیے بلایا۔ گھر آتے ہی وہ کھانا کھا کر سو گئی۔ آج حجاب اور جویریہ کو مہوش کے گھر جانا تھا جہاں مہوش کی دادی نے میلاد کی تقریب رکھی تھی۔

''حجاب! تم تیار نہیں ہوئیں۔''

جویریہ آمنہ (حجاب کی امی) سے ملکر فوراً اس کے کمرے میں چلی آئی جہاں حجاب اپنا نقاب پہن رہی تھی۔

''اف خدا کی بندی، آج تو اس نقاب کا پیچھا چھوڑ دو۔'' جویریہ نے جھنجھلا کر کہا۔

''خبردار جو دوبارہ کبھی ایسی بات کی۔ نقاب تو میری جان ہے۔ اسے پہن کر لگتا ہے میں بہت محفوظ ہوں۔ ہر اس بری نظر سے جسے اللہ مجھے بچانا چاہتا ہے۔'' حجاب نے نقاب پن اپ کر کے تیز لہجے میں اسے جتایا۔

''میں بس کہہ رہی تھی آج نہ پہنو۔ تم جانتی ہو نا مہوش کی فیملی کو وہ دوپٹا چھوڑو کپڑے ہی پورے پہن لیں بڑی بات ہے اور مہوش خود بھی ایسی ہے۔ ہم آدھا گھنٹہ یا میکسیمم ایک گھنٹہ وہاں بیٹھیں گے پھر مہوش کے روم میں چلے جائیں گے۔'' حجاب نے اسے سخت گھوری سے نوازا لیکن وہ ڈھیٹ بنتی آگے بولتی رہی۔

''مہوش نے آج کال کی تھی۔ کہہ رہی تھی ایک تو آتے نہیں میرے گھر اب مشکل سے آرہے ہو تو آسانی سے جانے نہیں دونگی۔ لیٹ نائٹ ہم باتیں کرتے رہیں گے۔ ویسے بھی کل تو سنڈے ہے۔'' جویریہ نے آخری بات تھوک نگل کر اجازت طلب نظروں سے حجاب کو دیکھتے کہا جس نے پاس پڑی بک ہلکی سے اس کے سر پر ماری۔

''ہائے اللہ۔'' جویریہ نے اپنا سر سہلایا

''میں جب کہوں نا اٹھو گھر کے لیے نکلنا ہے تب شرافت سے اٹھنا۔ سمجھی اب چلو بھائی انتظار کر رہے ہیں۔'' حجاب کہتے ہی روم سے نکل گئی۔ جویریہ بھی منہ میں بڑبڑاتی اس کے ساتھ چل دی۔ آمنہ دونوں کو باہر چھوڑنے آئیں۔ انکے جاتے ہی آمنہ بھی کچن کے کاموں میں مشغول ہو گئیں۔

''کتنی دیر سے آئی ہو یار، میں بور ہو رہی تھی اوپر سے دادی تو آج میری سوتیلی ماں بن بیٹھی ہیں۔ چھوٹی چھوٹی بات پر ٹوک رہی ہیں۔'' مہوش انہیں دیکھتے ہی خوشی سے آ کر ان سے لپٹ گئی۔ حجاب سے ملکر وہ جویریہ سے ملی۔

''چھمک چھلو پلان یاد ہے نا۔'' مہوش نے جویریہ سے گلے لگتے کہا۔ جس پر جویریہ نے خونخوار نظروں سے حجاب کو گھورتے کہا۔

''حجاب کے ہوتے ہوئے کوئی پلان سکسیسفل ہو سکتا ہے؟''

''مہوش بی بی بی! اماں آپ کا پوچھ رہی ہیں۔'' ملازمہ نے آ کے مہوش کو اطلاع دی جس پر وہ جلدی سے دونوں کو لے کر دادی کے پاس چلی گئی۔

''ڈونٹ وری جویریہ، حجاب مان جائے گی۔ دادی کو بولونگی اسے روک لے۔'' دادی کے پاس جاتے ساتھ مہوش نے جویریہ کے کان میں دھیرے سے کہا۔ جویریہ نے بس سر ہلایا۔ اسے حجاب سے کوئی اچھی امید نہیں تھی۔ ایک دو دفعہ حجاب یہاں جویریہ کے ساتھ آئی تھی۔ حجاب کا بی ہیویر یہاں نارمل ہی ہوتا، لیکن ایک دن انکا دیر تک رکنے کا پلان بنا تب حجاب نے قسمیں دے کر اس سے گھر چلنے کے لئے کہا۔ وہ اس دن اتنی ڈری سہمی ہوئی تھی کہ جویریہ اس کی حالت دیکھ کر خود پریشان ہو گئی۔ جویریہ نے اس سے بہت بار پوچھا لیکن حجاب نے طبیعت خرابی کا کہہ کر ٹال دیا۔ اس دن بھی حجاب یہاں میلا دا ٹینڈ کرنے آئی تھی اور وہ پہلی بار ہی تھا۔ جب جویریہ اور حجاب دادو سے ملیں ورنہ ہمیشہ بس مہوش سے انکا سنا تھا کہ نمازی ہیں اور گاؤں کے رہن سہن کی عادی ہیں تبھی شہر کی آب و ہوا انہیں نہیں لگتی۔

''دادو! میں اپنی فرینڈز کو رسیو کرنے گئی تھی۔''

دادو نے عینک کے پیچھے سے حجاب اور جویریہ کو غور سے دیکھتے ساتھ اپنی پوتی پر افسوس کیا

جوانکے ساتھ رہ کر بھی نہ سدھری۔

''ماشاءاللہ، کتنی پیاری بچیاں ہیں، نیک سیرت، باحیا۔ دیکھو کس طرح دوپٹا لیا ہے کہ سر سے ڈھلک نہ جائے۔'' دادی کی آنکھیں تو حجاب کا اس طرح ڈھکا چھپا سراپا دیکھ کر چمک اٹھیں۔ جویریہ اپنی تعریف سن کر جھٹ سے ان سے گلے ملی جبکہ نقاب میں چھپے حجاب کے ہونٹ مسکرائے۔ یہ خاتون اسے پہلے ہی دن سے بہت اچھی لگی تھیں۔ حجاب انکے سامنے احتراماً جھکی۔ دادی کی تو خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔ انہوں نے شفقت بھرا ہاتھ اس کے سر پر پھیر کر خود سے لگایا۔

''ماشاءاللہ، بچے ماں باپ کی پرورش دِکھ رہی ہے۔'' دادی نے اسے خود سے لگاتے کہا۔ بہت پہلے اکثر لوگ بزرگوں کے سامنے جھکتے انہیں احترام، عزت دیتے، نجانے آج کل کیوں یہ روایت ختم ہوگئی۔

''دادو! اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟ مہوش نے بتایا ہے آپ ہارٹ پیشنٹ ہیں۔''

''یہ پھر شروع ہوگئی دادی اماں۔'' جویریہ نے مہوش کو دھیرے سے کہتے کوفت سے ان دونوں کو دیکھا جو ایک دوسرے سے بچھڑی بہنوں کی طرح گفتگو کر رہی تھیں۔

''بس بچے عمر کا تقاضہ ہے۔'' دادو نے دکھ بھری مسکراہٹ سے کہا۔

''دادو! میلاد والی آ گئی۔ چلیں مہمان بھی انتظار کر رہے ہونگے۔ وہاں کوئی بڑا ہے بھی نہیں۔''

دادی جو حجاب پر سوالوں کی بوچھاڑ کرنے والی تھیں یہ سن کر چھڑی سنبھال کر اٹھنے لگیں کہ حجاب نے انہیں سہارا دیا۔ مہوش، جویریہ کو لے کر آگے بڑھ گئی جبکہ حجاب دادو کو چلنے میں مدد دینے لگی۔

”تم کپڑے نہیں بدلو گی کیا؟ جینز پہن کر کون میلاد اٹینڈ کرتا ہے۔“ جویریہ نے اس کے کپڑوں پر چوٹ کی۔

”بڑا سا دوپٹا اوڑھ کے بیٹھ جاؤنگی۔ شلوار قمیض ہے نہیں اور باقی کپڑے ایسے ہیں کہ دادو نے دیکھتے ہی اللہ کو پیارا ہو جانا۔“ مہوش نے آنکھ دباتے ہنستے ہوئے کہا جویریہ افسوس سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

میلاد کی تقریب گھر کے پچھلے حصے میں طے پائی۔ خوبصورتی سے اسٹیج بنوایا گیا تھا۔ ہر طرف تازہ گلابوں کی مہک تھی۔ حجاب نے اندر آتے ہی نقاب اور عبایا اتار کے رکھ دیا۔ دادو اسے دیکھتی رہ گئیں۔ خوبصورت تو وہ تھی ہی لیکن اس کے تیکھے نقوش نے اس کے حسن کو چار چاند لگا دیے اور کاجل سے بھری آنکھیں اس کے حسن کو نکھار رہی تھیں۔

دادو جب پچھلی بار اسے ملی تھیں تب دیر سے آنے کے باعث حجاب نے ایک پل کو نقاب نہیں اتارا تھا اور کھائے پیئے بغیر ہی چلی گئی۔

دادو نے اسے اسٹیج پر اپنے ساتھ بٹھایا۔ حجاب کو آج کئی چہرے نظر آئے جو عام دنوں میں گھر رہنا تو دور بلکہ گھر تشریف ہی مہمانوں کی طرح لاتے تھے۔ مہوش کی امی، تائی اور بھابی تک سج کے مہمانوں کی طرح کونے میں بیٹھیں کوفت سے ہر آتے بندے کو دیکھ رہی تھیں۔ مہوش بھی جویریہ کو لے کر دور جا بیٹھی۔ میلاد شروع ہوتے ہی خاموشی چھا گئی۔ بس اس خوبصورت لڑکی کی آواز پورے ہال میں گونج رہی تھی۔ ابھی میلاد شروع ہوئے آدھا گھنٹہ ہی ہوا ہوگا کہ مہوش جویریہ کو لے کر گھر کے اندر داخل ہو گئی۔ آہستہ آہستہ مہوش کی امی اور تائی بھی نکل گئیں۔ حجاب کو افسوس ہوا کم سے کم دادی کا دل رکھنے کے لئے کچھ دیر اور بیٹھ جاتیں۔

”بیٹے! ان پر دھیان نہ دو۔ ساری زندگی گزر گئی انکی یہ حرکتیں دیکھ کر۔“ دادی دکھ بھرے

لہجے میں کہہ کر میلاد پڑھنے والیوں کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ حجاب بھی سوچ جھٹک کر ان کی سننے لگی۔ دعا کے بعد وہ اندر چلی آئی۔ ایک ایک قدم اس کا بھاری ہو رہا تھا۔ اس کے لب ہل رہے تھے جس کی سوچیں یہاں آتے ہی اس کے دماغ میں گردش کرتیں، حجاب دعا کر رہی تھی وہ یہاں نہ ہو۔

اور اللہ نے اس کی سن لی۔ وہ باخیریت مہوش کے روم کے باہر پہنچی اور بنا وقت ضائع کیے تیر کی تیزی سے اندر داخل ہوئی۔

''شرم نام کی چیز ہے؟ اس طرح دعا کے بغیر اٹھ آئیں تم دونوں۔'' وہ آتے ہی ان پر چڑھ دوڑی۔

''حجاب! تم نے سنا نہیں جس نے کی شرم اس کے پھوٹے کرم۔'' مہوش نے کہتے ساتھ ہی اسے پکڑ کے سنگل صوفے پر بٹھایا۔

''مہوش! تمہیں ذرا احساس نہیں۔ سال میں ایک دفع دادو میلاد کراتی ہیں۔ اس میں بھی تم ٹک کے بیٹھ نہیں سکتیں۔''

مہوش اس کی بات ان سنی کرتی دونوں ہاتھ کان پر رکھے کھانا لینے چلی گئی لیکن جویریہ کو پھنسا گئی جو دانت پیستی رہ گئی۔

''یار! مہوش زبردستی اٹھا کے لے آئی۔ میں کیا کرتی۔''

حجاب اسے ایک بھرپور گھوری سے نوازنے کے بعد کھڑکی کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ ہوا کے سرد جھونکے کو محسوس کر رہی تھی کہ مہوش کھانا لے کر آ گئی۔ تینوں نے خوشگوار ماحول میں باتوں کے ساتھ کھانا کھایا۔ پھر کچھ دیر بیٹھنے کے بعد حجاب نے گھر جانے کی رٹ لگا لی۔ مہوش کو ماننا ہی پڑا۔ کیونکہ وہ اسے آئندہ نہ آنے کی دھمکی دے رہی تھی۔

مہوش منہ پھلائے دادی سے ملانے کے لئے انکے روم میں لے آئی۔

''دادو! اب اجازت دیں ہم چلتے ہیں بہت دیر ہوگئی ہے۔''

''ارے بیٹا، تھوڑی دیر رک جاؤ۔ تم سے باتیں کرنے کے لیے تو سب کو چھوڑ کے اندر چلی آئی۔''

''دادو! پھر آجائیں گے۔ ابھی نہیں گئی تو امی بہت پریشان ہونگی۔ ابو بھی آج رات گھر پر نہیں۔'' وہ محبت سے انکے آگے جھکی۔ دادی نے اس کی بے داغ پیشانی چومی۔

''دادو ڈارلنگ!''

وہی وقت تھا جب حجاب نے مردانہ آواز سن کر خوف سے نقاب لگایا۔ جلد بازی میں اس کا ہاتھ لرز رہا تھا لیکن دروازہ کھولے وہ شخص اسے دیکھ چکا تھا۔ وہ بنا کسی کی پروا کیے آگے بڑھا اور دادی کو گلے لگایا۔ اس طرح کہ اس شخص کا بازو حجاب کے بازو سے مس ہوا۔ حجاب کو سخت ناگوار گزرا۔ اسے یقین تھا اس شخص نے یہ جان بوجھ کر کیا ہوگا۔

''منہ کیوں پھلایا ہے اب۔ آتو گیا ہوں۔'' اس شخص نے کہتے ساتھ اپنی دادی کی پیشانی چومی۔ حجاب خاموشی سے کمرے سے نکلی۔ اس کے پیچھے ہی جویریہ بھی۔ دادی نے اپنے پوتے کو گھوری سے نوازا اور منہ پھیر لیا۔ جبکہ وہ شخص حجاب کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہوئی۔

☆.....☆.....☆

''بچاؤ۔ مما۔ مما۔ یہ۔ انکل۔''

وہ آٹھ سال کی معصوم بچی کچھ بولتی اس سے پہلے ہی اس شخص نے بچی کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اس کی چیخ کا گلا گھونٹا۔ کمرے میں وحشت ناک خاموشی چھا گئی۔

اسے بری طرح نوچ کر اب وہ وحشی درندہ خوف سے اس بچی کو دیکھ رہا تھا۔ اگر کسی کو پتا چل گیا تو۔۔؟ یہ سوچ آتے ہی اس کے ماتھے پر پسینے کے ننے قطرے نمودار ہوئے۔ باہر سے مسلسل بچیوں کی رونے کی آوازیں آرہی تھیں۔ ایک ہی رٹ لگائے وہ واپس اس درندے کو اکسا رہی تھیں۔

''چھوڑ دو میری دوست کو۔''

اس شخص نے پل بھر کو سوچا پھر دونوں ہاتھ سے بچی کا گلا گھونٹا۔ وہ اپنے ہاتھ پاؤں مارتی اپنی ماں کو پکارتی رہی۔

''بیڈا نکل۔ گندے۔ گندے۔'' باہر سے آتی چیخوں سے اس کا خوف مزید بڑھا اور زور لگا کر اس نے پل بھر میں اس بچی کی چلتی سانسیں روک دیں۔ اس کا پورا وجود پسینے سے شرابور تھا۔ وہ سر کو دائیں بائیں ہلانے لگا۔ گھنی مونچھوں تلے ہونٹ شیطانیت سے مسکرا رہے تھے۔ وہ شخص اسے بلا رہا تھا۔ اسے آوازیں دے رہا تھا۔

''حجاب! یہاں آؤ میں سمجھاتا ہوں۔''

وہ شیطان مسکرا رہا تھا۔ حجاب چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس کے پاس جا رہی تھی۔ ایک ایک قدم پر خوف مزید بڑھ رہا تھا۔

یہ خواب ہے۔ ہاں یہ سچ نہیں ہو سکتا اس کا ذہن جاگ رہا تھا لیکن جسم حرکت کرنے سے قاصر تھا۔ وہ اٹھنا چاہتی تھی، جاگنا چاہتی تھی۔ اس بھیانک خواب سے لیکن کوشش کے باوجود اس کی آنکھیں نہیں کھل رہی تھیں۔ وہ روکنا چاہتی تھی خود کو آگے بڑھنے سے لیکن اس کا جسم اس کے دماغ کا ساتھ نہیں دے رہا تھا تبھی کسی نے جھنجھوڑ کر اسے اٹھایا۔

''حجاب۔''

جھٹ سے اس نے آنکھیں کھولیں، اس کا ذہن بیدار ہوا۔ پل بھر میں اس کے ذہن نے سامنے موجود اس چہرے کو پہچانا۔ یہ اس کی ماں تھی ہاں یہ حجاب کی امی تھی، ذہن نے آگاہی دی تو جسم نے حرکت کی۔ وہ اپنی ماں کے گلے لگ پھوٹ پھوٹ کے رو پڑی۔

''بس میری جان کوئی نہیں ہے۔ میں ہوں نا۔ کوئی ہاتھ تو لگائے میری گڑیا کو۔ ہاتھ توڑ دوں اس کے۔'' حجاب کی ماں وہیں بیٹھی حجاب کا سر اپنی گود میں رکھے اس کے بال سہلانے لگیں۔ حجاب نے بھی سختی سے انکا ایک ہاتھ اپنی گرفت میں لیا۔ آج بھی اس کی آنکھوں میں چودہ سال پہلے والا خوف تھا۔

آمنہ نے حجاب کی پیشانی چومی۔ وہ ہر رات اسے دیکھنے آتی تھیں۔ یہ خواب انکے لئے عام ہے لیکن انکی بیٹی کے لئے ہر بار نئی آزمائش۔ آج بھی وقت پر آکر انہوں نے حجاب کو جگا دیا۔ لیکن یہ صرف خوب تھا۔ انکی دعا ہے۔ یہ خواب خواب ہی رہے لیکن کون جانے زندگی نے آگے کیا کھیل کھیلنا ہے۔

☆.....☆.....☆

''مما! مجھے ڈرائیور انکل کے ساتھ نہیں جانا۔''

پرنیا کا مرجھایا چہرہ دیکھ کر ایک پل کو اس کے حرکت کرتے ہاتھ رک گئے۔ خوف کی گہری لکیر اسے اپنی بیٹی کے چہرے پر صاف نظر آرہی تھی۔

''کیوں بیٹا، انکل نے ڈانٹا ہے؟''

''نہیں۔ وہ کہہ رہے تھے وہ مجھے پیار کرتے ہیں۔ اور وہ۔''

اس کے ہاتھ لرز اٹھے۔ ہاتھوں میں تھامی ناشتے کی ٹرے گرتے گرتے بچی۔

''میں تو آپ کو پیار کرتا ہوں نا رانیہ بیٹا۔''

پرانی یاد نے اسے مزید خوفزدہ کر دیا۔

''اور کیا؟'' لال ہوتی غصے بھری آنکھوں سے اپنی بیٹی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اس وقت اس کا دل کانپ رہا تھا۔ اس کی بیٹی نجانے کیا کہنے والی تھی؟ اس نے ناشتے سے بھری ٹرے ٹیبل پر رکھی۔

''مجھے یہاں ہاتھ لگاتے۔''

پرنیا نے اپنی گردن پر ہاتھ رکھتے اب کے غصے سے کہا۔ وہ معصوم ان باتوں سے انجان اپنی ناپسندیدگی ظاہر کر رہی تھی جیسے ڈرائیور کا عمل اسے اچھا نہیں لگا۔

''مجھے ان سے ڈر بھی لگتا ہے مما۔'' اب کی پرنیا آ کر اس کی ٹانگوں سے چپک گئی۔ اس نے پلک جھپکائے بغیر جھک کے اسے اپنے سینے سے لگایا۔

''یا میرے خدا! کونسی بھول ہوئی مجھ سے؟ میرے کس عمل کے بدلے تو نے مجھے ایسے جہنم میں ڈال دیا۔ جیسے مالک ویسے نوکر۔ اب میں کیا کروں، کیسے اپنے بچوں کو ان سے محفوظ رکھوں۔ کیا مجھے؟ ہاں۔ ایک یہی راستہ ہے میرے پاس۔'' تیز چلتی دھڑکنوں کو سنبھالتے اس کا دل رو رہا تھا۔ اب ایک ہی راستہ تھا اس کے پاس۔ اس نے جھک کے پرنیا کے گال چومے۔

''آپ بیٹھ کے بھائی کے ساتھ ناشتہ کرو۔ میں آتی ہوں۔ گھبرانا نہیں مما ہیں نا۔'' وہ اس کا گال تھپک کر تیزی سے اٹھ کے اپنے کمرے میں چلی آئی۔ سامنے ہی اس کا شوہر آفس جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ بلیک سوٹ میں ملبوس وہ خود پر پرفیوم چھڑک رہا تھا۔

وہ دھیمے قدم اٹھاتی اس کے پیچھے آن کھڑی ہوئی۔ اس کا شوہر اس کی موجودگی محسوس کرتے ہی حیرت سے پیچھے مڑا۔

''کیا ہوا؟''

''مجھے تم سے بات کرنی ہے۔'' نظریں جھکائے ہاتھوں کو آپس میں مسلے وہ اسے پریشان لگی۔

''کرو۔'' بے نیازی سے کہتے وہ مڑا اور ڈریسنگ پر رکھا فون اور وائلٹ اٹھایا۔

''ڈرائیور کو نکال دو۔ اس کی جگہ کوئی۔''

''کیوں؟'' جتنی تیزی سے اس نے اپنا خدشہ بیان کیا اسی تیزی سے اس کا شوہر پیچھے مڑا۔

''وہ صحیح آدمی نہیں۔ اس کی نظریں، حرکتیں اس سے پہلے کے وہ پرنیا۔''

زنانے دار تھپڑ کی آواز خاموش کمرے میں گونجی۔ اس کے شوہر نے سختی سے اس کے بازو کو جکڑے خود سے قریب کیا۔ اتنا قریب کہ اس کی بیوی اس کی سانسیں اپنے چہرے پر محسوس کر رہی تھی

''تم سمجھتی کیا ہو خود کو؟ آسمان سے اتری پری ہو؟ ہر مرد تمہارا دیوانہ ہے؟ تمہیں دیکھنے کے علاوہ کسی کو کوئی کام نہیں؟'' غصے سے کہتے اس نے جھٹکے سے اپنی بیوی کو بیڈ پر پٹخا اور سائیڈ سے پانی کا بھرا۔ پانی اپنے حلق میں اتارا۔ اس کی بیوی سنبھل کر بیڈ پر بیٹھ چکی تھی۔ اسی رویے کی امید تھی اسے۔ وہ پلک جھپکائے بغیر اس کی ایک ایک چیز دیکھ رہی تھی۔

اس وقت غصے سے اس کی دماغ کی رگیں پھٹ رہی تھیں۔ خالی گلاس رکھنے کے بجائے اس نے پوری قوت سے دیوار پر دے مارا اور اس کے ساتھ بیڈ پر اس کے سامنے آ بیٹھا۔ اس کے بیحد قریب اور ٹھوڑی سے پکڑ کے اس کا چہرہ اونچا کیا۔

''اپنے بارے میں کیا کہنا ہے تمہارا؟ بہت پارسا ہو نا۔ کیا کیا اب تک؟ بولو بیوی کے ہوتے ہوئے تمہارا شوہر باہر منہ مارتا پھرتا ہے۔ شدید نفرت کرتا ہے تم سے۔ کیا اس کے دل میں جگہ بنا پائی۔ تم جیسی پارسا لڑکیاں تو دن رات ایک کر کے شوہر کے دل میں گھر بناتی ہیں تم

نے اب تک کیا کیا۔ بولو؟ یا کسی معجزے کا انتظار تھا؟ تمہارا شوہر تمہارے پیروں میں آ گرے گا۔'' وہ ہنسا۔ زہر خند ہنسی۔

''میں تمہیں شوہر مانتی ہی نہیں تو انتظار کیسا؟ اور نا ہی کوئی معجزہ ہونا۔ میرا حساب تم سے اللہ لے گا۔'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی بے خوفی سے بولی۔ اس کی انہی باتوں سے اس کے شوہر کے دل میں اس کے لیے نفرت مزید بڑھ جاتی۔ آخر اپنا ٹھکرانا کہاں قبول تھا اسے۔

''تمہیں لگتا ہے تم بہت معصوم ہو۔ میں ظالم ہوں ظلم کرتا ہوں؟ تو ایک بات یاد رکھنا۔ اللہ دلوں کا حال بہتر جانتا ہے اور اللہ کو وہ عورتیں نہیں پسند جو رو رو کر موت مانگتی ہیں۔'' کہتے ساتھ اس نے کسی بیکار شے کی طرح اسے چھوڑا اور اٹھ کے جانے لگا ورنہ یقیناً آج وہ اسے قتل کر دیتا۔

''تم رسوا ہو گے دیکھنا اللہ تم سے ہر حساب لے گا۔ میرے ایک ایک آنسو کا تم سے حساب لے گا۔ میں دیکھوں گی تمہیں تڑپتا ہوا، روتا ہوا، خدا کے سامنے گڑگڑاتے ہوئے لیکن دیکھنا، اسے بھی تم پر رحم نہیں آئے گا۔ تم خوار ہو گے در در جا کر اسے ڈھونڈو گے، معافی مانگو گے۔ تمہیں وہ نہیں ملے گا، کہیں نہیں ملے گا، تم اس دنیا میں اسے ڈھونڈتے رہو گے لیکن افسوس وہ نہیں ملے گا۔ کیونکہ وہ تم جیسے لوگوں کا نہیں ہوتا۔ نہیں ہوتا۔ تم قابل بھی نہیں کہ اس کے سامنے سر اٹھا سکو۔ تم حرام کھاتے ہو، حرام پیتے ہو۔ حرام رشتے بناتے ہو، حلال تم جیسوں کے لیے نہیں۔'' وہ پیچھے سے روتی ہوئی اسے بددعائیں دے رہی تھی لیکن اس کے شوہر کو پرواہ کہاں تھی۔ اس کی امپورٹنٹ میٹنگ تھی جو یقیناً اس کے لئے بہت اہم تھی۔

☆.....☆.....☆

''ایسے مسلمانوں پر سو توپوں کی سلامی۔''

حجاب بکس لے کر کلاس سے نکلی تو اس کی نظر سامنے فون پر بات کرتی لڑکی پر پڑی جس نے جینز کے ساتھ شارٹ شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ ساتھ سر پر سلیقے سے حجاب لیا تھا۔

"حجاب! چپ رہو وہ سن نہ لے۔" حجاب کے ساتھ چلتی جویریہ نے دانت پیستے کہا۔ کیونکہ یقیناً حجاب کی آواز اتنی بلند تھی کہ وہ لڑکی آرام سے سن سکتی تھی۔

"اگر وہ لڑکی سن لیتی کتنا برا لگتا اسے؟"

"کاش سن لیتی تاکہ عقل آجائے پر وہ تو اپنے عاشق سے بات کرنے میں مصروف ہے۔" حجاب نے بے نیازی سے کہا۔

"چپ حجاب، یہاں سے نکل جائیں پھر اپنا لیکچر دیتی رہنا بلکہ جا کر مائیک پر اعلان کرنا۔" اب کے جویریہ نے بنا لحاظ کیے تیز لہجے میں کہا کیونکہ ابھی بھی وہ لڑکی پاس کھڑی فون پر بات کر رہی تھی۔ حجاب اسے آنکھیں دکھاتی آگے چل دی۔ جویریہ بھی اس کے ساتھ چلتی گارڈن ایریا میں آگئی۔

"حجاب! کیا مسئلہ ہے تمہیں؟ انکی مرضی وہ جو کریں تم کون ہوتی ہو کسی کو جج کرنے والی؟ ان سے اتنی پرابلم ہے؟ مجھے تو پھر پتا نہیں کیا سمجھتی ہوگی میں تو سر پر دوپٹہ تک نہیں لیتی۔"

دونوں یونیورسٹی کے پاس بنے گارڈن میں آگئیں۔ جویریہ نے حجاب کے بیٹھتے ہی غصے سے سرخ چہرہ لئے اس سے کہا۔ حجاب اتنی تیزی سے چل رہی تھی کہ جویریہ اس کا ساتھ دیتے دیتے ہانپنے لگی تھی۔

"نہیں، تم اس سے بہتر ہو جو پارسائی کا ناٹک نہیں کرتی۔ وہ تو آدھی انگریز آدھی مسلمان بنی پھرتی ہیں۔ جان بوجھ کر مردوں کو خود کی طرف اٹریکٹ کرنے کے لئے حجاب لے کر پارسائی کا ڈھونگ کریں گی یا پھر جینز پہن کر سب کی نظروں کا مرکز بنی پھریں گی۔" حجاب نے

بھی اسے اسی کے لہجے میں جواب دیا۔

''حجاب! وہ کوئی پارسائی کا ناٹک نہیں کرتیں۔ کوئی خود کو حجاب میں کمفرٹیبل فیل کرتا ہے تو کوئی نقاب میں ورنہ یہاں تو عبایا کے ساتھ بھی لڑکیاں نقاب سے زیادہ حجاب لیتی، نماز پڑھتیں لڑکوں سے باتیں کرتیں پھر کیا وہ بھی پارسائی کا ڈھونگ کرتی ہیں؟''

''لڑکوں سے بات کرنا گناہ نہیں۔ بس ان سے نرم لہجے میں نہ مخاطب ہوں کہ پیچھے ہی لگ جائیں ورنہ کیا فیمیل ٹیچرز نہیں کرتیں لڑکوں سے باتیں؟'' وہ کہاں اپنی غلطی ماننے والی تھی تڑخ کے جواب دیا

''انکے بارے میں کیا کہنا ہے جو نقاب میں یونیورسٹی کے دوستوں کے ساتھ بائیک پر جاتی ہیں اور تمہیں کیسے پتا وہ لڑکی اپنے عاشق سے بات کر رہی تھی؟'' جویریہ کے ماتھے کے بل اس کی بات سن کر کچھ اور بڑھ گئے۔

''اس لڑکی کو دیکھ کے ہی لگ رہا تھا اپنے عاشق سے بات کر رہی ہوگی۔ ایسی لڑکیاں یہی کام کرتی ہیں۔ اور تمہیں ہی ایسی نقاب والیاں ملتی ہیں مجھے تو آج تک کوئی ایسی نہیں دکھی۔''

جویریہ کو اس کی سوچ پر افسوس ہوا۔ اس وقت وہ خود کو غیبت کر کے گنہگار محسوس کر رہی تھی۔ ''حجاب! یہ جو تم سب پر فتویٰ جاری کرتی رہتی ہو یہ غیبت نہیں؟'' جویریہ نے تھک ہار کر کہا۔ اس سے بحث واقعی فضول ہے۔

''جب انسان کے پاس جواب نہیں ہوتا تو ایسے ہی سوال بدلتا ہے۔ نو موڑ آرگیومنٹس اب پریزنٹیشن بنائیں لیپ ٹاپ نکالو۔'' حجاب نے اس کا بیگ لے کر لیپ ٹاپ نکالا۔ جویریہ کا موڈ چھٹی تک خراب رہا۔

☆.....☆.....☆

''ابراز۔ابراز۔''

''دانش۔دانش۔''

سنسان روڈ پر ہر طرف ان کے نام کی صدائیں گونج رہی تھیں۔ ہوا میں چاروں طرف ان کے نام کا شور تھا۔ ینگسٹر چلا چلا کر نام پکار کر انہیں حوصلہ دے رہے تھے۔

ابراز اور دانش دونوں ہی بائیک اسٹارٹ کر چکے تھے۔ جیسے ہی انکے ایک ساتھی (ریفری) نے سیٹی بجائی دونوں زن سے بائیک آگے بڑھا گئے۔ دونوں بلیک جیکٹ میں ملبوس سر کو ہیلمٹ سے ڈھانپے ہوئے تھے۔ ہوا کو چیرتی بائیک اپنی منزل کی طرف رواں تھی۔ دونوں ہی ساتھ تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے کہ یکدم ابراز نے سپیڈ اور بڑھا دی۔ دانش بھی کہاں پیچھے رہنے والا تھا۔ وہ کچھ ہی منٹوں میں اس کے برابر آن پہنچا۔ دونوں کی بائیکس تیزی سے ایک مخصوص پوائنٹ کی طرف پہنچنے والی تھیں۔ آخری وقت تھا دونوں بس پوائنٹ سے چند قدم کے فاصلے پر تھے۔ سب لڑکے لڑکیاں سانس روکے انہیں دیکھ رہے تھے تبھی ابراز کی بائیک پوائنٹ کو چیرتی آگے رکی۔ فضا میں ابراز کی جیت کا شور گونجا۔ سب ینگسٹر چلا چلا کر اس کا نام پکار رہے تھے۔

''ابراز بریلینٹ۔''

مہک جو ہجوم کے ساتھ کھڑی تھی آ کر اسے گلے ملی۔

''اسٹاپ اِٹ۔ اتنا چپکتی کیوں ہو۔ سخت زہر لگتی ہیں وہ لڑکیاں جو خود آ کر بانہوں میں جھولتی ہیں۔'' ابراز نے کوفت سے کہتے اسے خود سے دور کیا تو اس کے سب دوست آ کر اس سے ملے جبکہ مہک اپنی اس عزت افزائی پر غصے سے کھولتی ابراز کی کار سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔

''امیزنگ برو۔'' ابراز نے دانش کو داد دی

''جیتے تو تم۔'' دانش نے نرمی سے مسکرا کر کہا۔

''لیکن خوشی نہیں ہوئی۔ اس دن ہوگی جب زندگی کی کوئی بڑی بازی جیتوں گا۔'' ابراز نے جیکٹ اتارتے کہا

''ہار کر بھی خوش ہو سکتے ہو دوست۔ زندگی کے کھیل عجیب ہیں۔ کب پانسا پلٹ جائے خبر بھی نہیں ہوتی۔'' ابراز کو نا جانے کیوں اس کی بات دل کو لگی۔ یہ ریس وہ مہک کے کہنے پر کھیلا تھا۔ انٹرسٹ اسے واقعی نہیں تھا۔ لیکن کھیل۔ کبھی کوئی کھیل کیا کر جائے انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔ اس وقت بھی دانش کی باتوں سے ابراز کو لگا اس کی قسمت بھی اس کے ساتھ کوئی کھیل کھیلنے والی ہے۔

''بے بی، تم جانتی ہو مجھے منانا نہیں آتا نہ مناؤں گا غصہ فضول ہے۔ آجاؤ اندر۔'' ابراز، دانش اور سب لوگوں سے مل کر قریباً پندرہ منٹ بعد آ کر کار میں بیٹھا۔

''ڈیفنس سینٹرل لائبریری جانا ہے۔'' مہک جو منہ پھلائے بیٹھی تھی غصے سے کھولتے تیز لہجے میں بولی۔

''یہ پڑھنے کا شوق کب سے جاگا۔'' ابراز نے کان کو انگلی سے مسلا۔ اسے چیخنے چلانے والی عورتوں سے سخت نفرت تھی۔

''جب سے تم نے اگنور کرنا اسٹارٹ کیا ہے۔'' مہک نے آگے کی چند لٹوں کو انگلی سے لپیٹا۔ انداز بے نیاز سا تھا

''اب غصہ چھوڑو ورنہ رکشہ پکڑ کے گھر جاؤ۔ پیسے ہیں۔'' کار اسٹارٹ کرنے سے پہلے ابراز نے کہا۔ مہک مصنوعی مسکرائی۔ پیسے اس کے پاس واقعی نہیں تھے۔ ابراز نے دل جلانے

والی مسکراہٹ سے جتا کر کار اسٹارٹ کی۔

☆.....☆.....☆

حجاب پریزنٹیشن بنانے کے بعد جویریہ کے ساتھ بکس ایشو کروانے ڈیفنس سینٹرل لائبریری آ گئی جو اس کی یونیورسٹی سے بیحد قریب تھی۔

''ابراز! جسٹ ٹو منٹس بس بکس مل گئیں۔'' ایک لڑکی کی آواز حجاب کی سماعتوں میں گونجی لیکن جھٹکا اسے مردانہ آواز سن کر ہوا۔

''No more than that''

حجاب نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو وہی تھا یہ شخص۔ کیوں بار بار اس کے سامنے آ جاتا تھا۔ وہ چاہ کر بھی اس سے دور نہیں بھاگ سکتی۔ وہ فون پر کوئی میسج ٹائپ کر رہا تھا۔ اس نے حجاب کو نہیں دیکھا۔ حجاب نے موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے نکل جانا چاہا لیکن اس کی قسمت وہ کیسے بھول گئی ایک آفت سامنے ہے تو دوسری وہ اپنے ساتھ لے آئی ہے۔

''او ایم جی فائنلی! حجاب دیکھو مجھے مل گئی کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا اس بک کو یار، کہاں کہاں آرڈر دے کر غلط بک منگوالی۔''

جویریہ کے منہ سے حجاب سن کر وہ شخص انکی طرف متوجہ ہوا۔ جہاں چہرے پر پہلے بیزاری تھی اب حجاب کو دیکھتے ہی ایک چمک سی نمودار ہوئی، ہونٹوں پر دلفریب مسکراہٹ در آئی۔ حجاب نے بس ایک نظر اسے دیکھا، اس مسکراہٹ کو دیکھ کر اس کا دل کانپ اٹھا یعنی وہ اس کی نظر میں آ چکی ہے۔ تیزی سے وہ کاؤنٹر کی طرف بڑھی۔ نظریں جھکائے اسے دیکھنے سے گریز کرتے ہوئے وہ آگے بڑھی لیکن وہ شخص اس کی راہ میں حائل ہو گیا۔

''اتنا سنبھالتی ہو خود کو پھر بھی گر گئیں۔ کیا فائدہ ایسی حفاظت کا جب مقابل کی نظریں زیر

کرنے کا فن جانتی ہوں۔" الفاظ کے ساتھ نظریں ایسی تھیں کہ حجاب کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی ہوتی محسوس ہوئی۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ کاجل سے بھری ان خوبصورت آنکھوں کو۔ اس شخص کے ہونٹوں کو مسکراہٹ چھو کر گزری جیسے اس کی کیفیت سے لطف اٹھا رہا ہو۔ حجاب کو رونا آ رہا تھا وہ اس کی نظروں میں آ چکی تھی۔ اس سے اب ہلا بھی نہیں جا رہا تھا۔ کاش جویریہ اسے گھسیٹ کے یہاں سے لے جائے۔ کچھ ہو جائے، کوئی آ جائے اسے لینے۔ خوف کے زیر اثر اس کی آنکھیں لبالب پانیوں سے بھر گئیں لیکن مقابل نے رحم نہ کیا۔ گری ہوئی بک اٹھا کے اس کے ٹھنڈے پڑتے ہاتھ کو اس شخص نے اپنے ہاتھوں میں لیا اور دوسرے ہاتھ میں تھامی بک حجاب کے ہاتھوں میں رکھ دی۔

"حجاب۔ اوہ ابراز بھائی آپ۔"

جویریہ دونوں کو ساتھ دیکھ کر چونکی۔ حجاب جو پتھر کا مجسمہ بنی بیٹھی تھی جویریہ کی آواز سن کر اپنے ہوش و حواس میں لوٹی۔ بک وہیں پھینکتے ہوئے وہ تیزی سے باہر کی طرف دوڑی۔

"اسے کیا ہوا؟" جویریہ بھی کہتی تیزی سے اس کے پیچھے چل دی۔

حجاب باہر آ کر وہیں بینچ پر بیٹھ گئی۔ ہینڈ بیگ سے پانی کی بوتل نکال کر اپنے ہاتھوں کو رگڑ رگڑ کے دھونے لگی۔

"حجاب! رکو یہ کیا کر رہی ہو؟" جویریہ اس کی حرکت دیکھ کر چونک اٹھی۔ حجاب کا نقاب تک رونے کی وجہ سے گیلا ہو چکا تھا۔

"جویریہ! تم نے دیکھا وہ۔ وہ گھٹیا شخص۔ وہ گندا ناپاک انسان اس نے مجھے چھوا۔ اس نے مجھے بھی ناپاک کر دیا۔ اس کی۔ اس کی ہمت کیسے ہوئی مجھے ہاتھ لگانے کی۔"

جویریہ حیرت سے بت بنی اسے دیکھ رہی تھی۔ پھر کوئی اور اس کا تماشا دیکھے اس سے پہلے

جویریہ اس کا ہاتھ پکڑ کے تیزی سے آٹو لے کر گھر آ گئی۔

"تمہیں ہوا کیا تھا آر یو میڈ؟ کیسی پاگلوں جیسی حرکتیں کر رہی تھیں وہاں اور چھوڑو اپنے ہاتھ کو حجاب۔" جویریہ نے غصے سے اس کا ہاتھ پکڑا جسے وہ بار بار رگڑ کر سرخ کر چکی تھی۔ گھر آتے ہی کوئی دس پندرہ بار وہ اپنے ہاتھ کو دھو کر بری طرح رگڑ چکی تھی۔ جویریہ اس کی ایک ایک کارروائی خاموشی سے دیکھتی رہی لیکن اب مزید اس میں برداشت کرنے کی ہمت نہیں تھی۔

"ہاں پاگل ہو چکی ہوں۔ اس نے۔ اس نے جان بوجھ کے یہ حرکت کی تاکہ میں بے سکون رہوں۔" چیختی چلاتی وہ یکدم خاموش ہو کر پھر رونے لگی۔

"تم نہیں جانتی جویریہ میں نے خود کو کتنا سنبھال کے رکھا ہے۔ یہ دنیا جینے نہیں دیتی۔ معصوم بچی جویریہ اسے تک یہ دنیا نوچ کھا گی۔ ج۔ جب۔ ج۔ جب رانیہ کے ساتھ وہ سب ہوا تو ہر ایک کا کہنا تھا اس کی بھی غلطی ہو گی۔ آخر سارا دن محلے میں آوارہ گردی جو کرتی پھرتی تھی۔ تم خود بتاؤ آٹھ سال کی۔ مع۔ معصوم بچی آوارہ گردی۔" کہتے ساتھ وہ پھوٹ پھوٹ کے رو پڑی۔ جویریہ نے اسے گلے لگایا

"حجاب۔ آئی ایم سوری یار۔ بٹ کیا پتا غلطی سے بچ گیا ہو؟"

حجاب نے کچھ نہیں کہا۔ وہ اس سے دور ہو کر بیڈ پر لیٹ گئی اور چادر اپنے اوپر اوڑھ لی۔ صاف اشارہ تھا وہ تنہائی چاہتی ہے۔ جویریہ بھی لائٹس آف کر کے خاموشی سے نکل گئی۔

☆.....☆.....☆

"ابراز! یہ تو میرا گھر ہے ہمیں کلب جانا ہے آج تمہاری جیت کی خوشی میں پارٹی رکھی ہے۔" مہک لائبریری سے بک ایشو کراتے ہی اس کے پیچھے دوڑی تھی جو اسے چھوڑ کر اپنی کار میں جا بیٹھا تھا۔ مہک اسے غصے میں دیکھ کر کچھ بھی پوچھنے کا ارادہ ترک کر چکی تھی اور چپ

چاپ آ کر کار میں بیٹھ گئی۔

''ونر وہ ہوتا ہے جو لا حاصل کو حاصل کر سکے۔ ایسی فضول جیت کی خوشی منانے میں میرا کوئی انٹرسٹ نہیں۔ کار سے اترو۔'' وہ کار کا اسٹیئرنگ تھامے سختی سے بولا۔ مہک کا پارا اس کی بات سن کر ہائی ہو گیا۔

''کس چیز کا غرور ہے تمہیں؟ اس سے زیادہ میں تم جیسے سائکو بندے کو برداشت نہیں کر سکتی۔ میں تو کیا کوئی بھی لڑکی تمہارے ساتھ رہنے سے موت کو ترجیح دیگی۔ گڈ بائے فور ایور۔'' وہ پھنکارتی ہوئی کار کا دروازہ دھاڑ سے بند کر کے چلی گئی۔ ابراز نے زور سے مکا اسٹیئرنگ پر دے مارا۔

''حجاب تاثیر۔ تم کیا ہو؟ کیوں میں تمہیں اتنا سوچتا ہوں؟ کیوں تمہارے الفاظ کسی زہریلی ناگن کی طرح ڈستے ہیں مجھے۔'' وہ کچھ دیر وہیں اس پہیلی کو سلجھاتا رہا پھر زن سے کار گھر کی طرف بڑھائی۔

☆.....☆.....☆

''بی اماں! کیا خرابی ہے اس میں؟ نام ہے ایک، اسٹیٹس ہے خوبصورت ہے اور کیا چاہیے؟'' فیحہ نے ایک لڑکی کی تصویر بی اماں کو دکھائی جسے دیکھ کر بی اماں برا سا منہ بنا کر رہ گئیں۔

''کچھ نہیں بس سیرت چاہیے جو اس میں نہیں۔ وہی ہے نا جس نے باپ کو کہا تھا اکاؤنٹ میں پیسے ڈالوانا ورنہ رات گھر نہیں آؤنگی۔ یہ اگر میرے رازی کی بیوی بنی تو وہ بیچارہ پورے ملک میں اسے ڈھونڈتا پھرے گا، نہ اخلاق ہے نہ تمیز بس میک اپ کروالو، مدھو بالا بن کر آجائیں گی۔'' بی اماں نے باقاعدہ تصویر ٹیبل پر پٹخی۔ فیحہ نے بمشکل غصہ ضبط کیا جبکہ حیات

صاحب اپنے فون میں مصروف رہے۔ ویسے بھی یہ ان کی روز کی جھک جھک تھی جس کی انہیں عادت ہو چلی تھی۔

''ہائے رازی، کہاں ہو نظر ہی نہیں آتے۔'' مہوش جو ٹیکسٹ کرنے میں مصروف تھی رازی کو اندر آتا دیکھ وہیں سے چیخی۔

''اسکو دیکھ بچہ تھکا ہارا گھر آیا ہے پانی دینے کے بجائے ہائے کرنے بیٹھ گئی۔ سلام فرض نہیں کیا تجھ پر چل اٹھ پانی پلا بھائی کو۔ ہمیں دیکھ مجال ہے جو بھائی کے سامنے بغیر دوپٹے کے بھی آئیں۔'' دادو نے اسے کندھے پر ایک جھانپڑ رسید کیا۔ مہوش نے آنکھوں کی پتلیاں گھما کر ماں کو اشارہ کیا۔

''ہائے اللہ، ہم ایسے آنکھوں کی پتلیاں گھمائیں تو اماں وہیں سے آنکھیں نوچ لیں اور آج کل کی مائیں نہ کام ہے نہ کاج، بس آئینے میں خود کو دیکھ دیکھ کر بالائیں لیتی ہیں۔ رہا سہا کام اس موئے موبائل نے کر دیا۔'' دادی نے مہوش کی یہ حرکت دیکھ کر دل پر ہاتھ رکھتے کہا۔ ابراز وہیں سے انکی نوک جھونک سن کر آ کر بی اماں کے پاس بیٹھ گیا۔ ایسے کہ بیچ میں وہ تھیں اور انکے دائیں بائیں طرف ابراز اور مہوش۔

''بی اماں! آنکھیں جو نوچ لوں تو بچے دیکھیں کیسے؟ آپ دے دیں اپنی آنکھیں۔ فوراً سے نوچ کے دکھاؤں گی ایسی نیکی اولاد کی۔'' فیجہ تو ویسے ہی برداشت کی آخری حد پر تھی۔ فوراً سے تڑخ کر کہا۔ بی اماں نے جھٹ سے پاس پڑی عینک آنکھوں سے لگائی جیسے ابھی وہ انکی آنکھیں نوچ لے گی۔

''بس زبان لائی ہو میکے سے۔'' بی اماں نے اونچی آواز میں طنز کیا۔

''میں چلا جاتا ہوں، آپ شوق سے ایک دوسرے کے بال نوچیں۔''

ابراز اٹھنے ہی لگا تھا کہ دادو نے ہاتھ پکڑ لیا۔

''تو بیٹھ جا چپ چاپ۔ نہیں لڑ رہے۔'' دادو نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

''رازی یہ دیکھو تمہارے لیے میں نے لڑکی پسند کی ہے۔ کیسی ہے۔'' فیجہ نے اسے تصویر پاس کی۔ وہ پکڑتا اس سے پہلے دادو نے وہ تصویر لے کر مٹھی میں دبا کر اسے پھینکا۔

''چھوڑ تو۔ نہ دیکھ۔ کپڑے تو اس نے پہنے نہیں۔ گناہ تجھے ملے گا تو میری سن۔ میں نے تیرے لیے چاند سے بھی خوبصورت لڑکی ڈھونڈی ہے، چاند میں بھی داغ ہوتا ہے لیکن وہ بے داغ ہے، بااخلاق، نیک سیرت، پاکیزہ اور سب سے بڑی بات زبان تو میکے سے ساتھ لائے گی ہی نہیں۔ تو نے دیکھا بھی ہوگا اسے مہوش کی دوست ہے۔ حجاب۔ جیسا نام پاکیزہ ویسی خود پاکیزہ۔''

ابراز کے کان تو حجاب کا نام سنتے ہی کھڑے ہو گئے۔ وہ خود نہیں جانتا تھا کیوں وہ دن رات اسی لڑکی کو اپنی سوچوں کا مرکز بنائے بیٹھا ہے۔ اسے حجاب سے نہ محبت تھی، نہ نفرت بس ضد تھی جسے وہ پورا کرنا چاہتا تھا۔

''بول، میں رشتہ لے کر جاؤں۔'' دادو نے امید بھری نظروں سے ابراز کو دیکھا جو دھیرے سے مسکرایا۔

''دادی! آج تک آپ کا کہا ٹالا ہے؟''

مہوش کا دل جہاں حجاب سن کر خوش ہوا تھا وہیں بھائی کا اقرار سن کر اس کا دل خوشی کے مارے جھوم اٹھا۔ جبکہ حیات صاحب اور فیجہ نے بے اختیار ایک دوسرے کو سکتے کے عالم میں دیکھا۔

''دماغ ٹھیک ہے اس نقاب والی سے شادی کرو گے؟'' ابراز کی بات سن کر فیجہ تقریباً چیخ اٹھی۔

''مام، میں شادی کرونگا تو اسی سے۔ مجھے بیوی چاہیے شوپیس نہیں جسکی نمائش کراتا

پھروں۔" بمشکل غصہ ضبط کرتا وہ نارمل انداز میں بولا لیکن الفاظ کاٹ دار تھے جسے فیحہ نے طنز کی صورت میں محسوس کیا۔

"چپ رہو۔ میں اسے اپنے سرکل میں برداشت نہیں کر سکتی۔" وہ کسی طور ماننے کو راضی نہ تھی۔

"اف مام۔ آپ ہمیں بھی کہاں اپنی لائف میں برداشت کرتی ہیں۔ جب پہلے میری فکر نہیں تھی تو اب کیوں؟ میری شادی اسی سے ہوگی۔ ورنہ اس شخص کو مار دونگا جو اس سے نکاح کریگا۔" ابراز کی آخری بات کسی بم کی طرح وہاں بیٹھے ہر نفوس کو لگی تھی۔ وہ اپنا فیصلہ سنا کر جا چکا تھا جبکہ دادو نے بھی وہیں بیٹھے بیٹھے ایک فیصلہ کیا جسے آج ہی سرانجام دینا تھا۔

☆.....☆.....☆

"Sweet heart i will be there. Just few more minutes"

وہ اپنے بال ٹاول سے رگڑتا اس کے سامنے آ کھڑا ہوا جو پرنیا کو سلا رہی تھی۔ ساتھ احتشام کو ڈانٹ رہی تھی جس کا سونے کا ارادہ نہیں تھا۔

"مس یو ٹو بے بی، آج رات تمہارا ہی ہوں۔"

وہ بغور اسے دیکھتے کہہ رہا تھا جو اس کی رات والی بات پر خون کے گھونٹ پی کر رہ گئی۔ اس کا شوہر اس کے چہرے پر کچھ۔ کھوجنا چاہتا تھا لیکن آج بھی وہ چہرا بے تاثر تھا۔

"اٹھو کپڑے نکالو۔" وہ فون رکھتے ہی اس کی طرف متوجہ ہوا وہ اٹھ کر اس کے کپڑے نکالنے لگی۔ لیکن آج نجانے کیوں اس کا دل رو رہا تھا۔ آج تک ایسا کبھی نہیں ہوا، اسے کوئی فرق نہیں پڑا، وہ تو خود یہی چاہتی تھی وہ اس کے قریب نہ آئے۔ بھلے کسی اور کے پاس جائے لیکن اس کے آس پاس نہ رہے۔

''ڈیڈ آئی وانٹ اسپورٹس بائیک۔'' احتشام آکر باپ سے لپٹ گیا جو پرنیا کی پیشانی چوم رہا تھا۔

''اوکے، کل گھر واپسی پر تمہاری بائیک تمہارے سامنے ہوگی۔''

''سچی ڈیڈ آئی لو یو۔'' احتشام نے خوشی سے اپنے باپ کو گلے لگایا۔ اس کی نظریں بار بار اپنی بیوی کی طرف اٹھتیں اور مایوس ہو کر واپس لوٹتیں۔ اب وہ موبائل پر احتشام کو کچھ بائیکس کی پکس دکھانے لگا پھر اس کی پسند پر کال کر کے آرڈر کیا جو کل فکس احتشام کی اسکول ٹائمنگ میں ڈیلیور ہوگی۔

''حلیم بنا رہی ہو یا شرٹ پریس کر رہی ہو؟''

وہ کوشش کرتا بچوں کے سامنے لہجہ نارمل رکھے۔

''شرٹ جل گئی۔''

آج پہلی بار اس نے کوئی ایسی حرکت کی تھی۔ شرٹ جان بوجھ کے جلائی۔ وہ خود نہیں جانتی کیوں؟ وہ جو کب سے اسے دیکھ رہا تھا جھٹکے سے اٹھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کے کھینچتے ہوئے اسے ٹیرس پر لے آیا جو انکے روم میں ہی گلاس وال دھکیلتے آجاتی۔ احتشام اس کے فون سے گیم کھیلنے لگ گیا تبھی انکے عمل سے بے خبر رہا۔ کمرہ آخری فلور پر ہونے کی وجہ سے ٹیرس کی اونچائی کافی وسیع تھی۔ اس کے شوہر نے اسے ایک بازو سے پکڑ کے نیچے کی طرف دھکیلا۔ ٹیرس کی اونچائی دیکھ کے بھی اسے ڈر نہ لگا۔ وہ موت کا منظر بخوبی دیکھ سکتی تھی۔ اتنی اونچائی سے گرنے کے بعد شاید ہی کسی کی سانسیں واپس آئیں۔ آج موت یا اس کے شوہر کی شعلہ برساتی آنکھیں بھی اس کی بیوی کو خوف میں مبتلا نہ کر سکیں۔ کوئی ڈر و خوف نہیں تھا۔ ڈر تو اسے خود سے لگ رہا تھا آج۔ ہاں یہ ڈر ہی تھا جس کی وجہ سے وہ بے چین ہے، جس سے اس نے

شدید نفرت کی بددعائیں دیں۔ آج اسی کے لیے اس کا دل دھڑک رہا ہے۔ اسے ڈر لگ رہا تھا۔ دل کے اس شور سے اس کا اپنا دل اسے دھوکا دے رہا تھا۔

"کیا چاہتی ہو؟ بولو یہیں سے پھینک دوں تمہیں؟ مجھے اور میرے بچوں کو تمہاری کوئی ضرورت نہیں تو زندہ رہ کر کب تک یہ دن بھر آنسو بہا کر نحوست پھیلا رکھو گی؟ ظلم ہوا ہے نا تمہارے ساتھ؟ بیزار ہونا اس زندگی سے؟ تو آسان حل یہی ہے ہمیں بھی تمہاری ضرورت نہیں۔ گو ٹو ہیل۔"

شوہر کی سنجیدہ آنکھیں اور آگ برساتا لہجہ بھی اسے خوفزدہ نہ کر سکا۔ دوسرے ہاتھ سے اس نے اپنے شوہر کا بازو پکڑا اور اس کے سینے سے لگی بلک اٹھی۔

"پتا نہیں میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے میں خود نہیں جانتی۔ مجھے بس سونا ہے۔ ڈھیر سارا سونا اور کبھی نہیں اٹھنا۔"

وہ ظالم لڑکی کیا کہہ گئی تھی اسے خود اندازہ نہیں تھا جبکہ اس کا شوہر آخری الفاظ سن کر جی جان سے کانپ اٹھا تھا۔

"تم کون ہو جینے مرنے کا فیصلہ کرنے والی۔ آئندہ مرنے کا نام لیا تو زبان کاٹ دونگا۔" سختی سے اسے خود میں بھینچے وہ اس کی کمر کے گرد گرفت سخت کر چکا تھا۔

"کیا پریشانی ہے؟ کیوں اتنی ڈل ہو رہی ہو؟" کچھ لمحوں بعد جب رونے کی شدت میں کمی آئی۔ تب اس کے شوہر نے ٹھوڑی سے پکڑ کے اس کا چہرہ اونچا کیا۔

"پتا نہیں۔" آواز رندھی ہوئی تھی۔

"کسی نے کچھ کہا؟" اب کی بار محبت سے دونوں ہاتھوں سے اس کا چہرہ تھاما۔

"نہیں۔" وہ نفی میں سر ہلانے لگی۔

''پھر؟'' محبت بھرا لہجہ ایک بار پھر وہ اپنی ہی نفرت سے ہار گئی۔ یہ وہ نہیں تھا جو اسے روتا دیکھ کر پرسکون ہو جاتا یہ تو کوئی اور ہی تھا۔

''دل میں درد ہو رہا ہے۔'' آنسوؤں کا سیلاب اس کے شوہر کے ہاتھ بھگو گیا۔ دل کا درد مزید بڑھ گیا۔

''کیوں؟'' اس کے شوہر کو آج ان آنکھوں میں اپنا عکس صاف دکھائی دیا۔

''پتا نہیں۔'' وہ نظریں چرا گئی۔ ساتھ شوہر کے دونوں ہاتھ جو اس کے چہرہ تھامے ہوئے تھے انہیں جھٹکا۔ آخر کب تک وہ جان بوجھ کر شوہر کی محبت سے انجان رہے گی۔

''کیا پتا ہے؟ میری آنکھوں میں دیکھ کر جواب دو۔'' وہ کہاں اس سے ہارنے والا تھا۔ ایک ہاتھ اس کی کمر کے گرد حمائل کیا جبکہ دوسرے ہاتھ سے اس کی ٹھوڑی پکڑ کے سر اونچا کیا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ ان آنکھوں میں آج نہ نفرت تھی نہ انا۔ بس محبت تھی اپنی بیوی کے لئے۔ ایک بار پھر اسے وہ خط یاد آ گیا۔ وہ اس کی شرٹ دونوں ہاتھوں کی مٹھی میں جکڑے اس پر سر رکھے رو دی۔

''یہی کہ مجھ سے کوئی راضی نہیں۔ کوئی بھی نہیں۔''

''کون نہیں ہے۔'' وہ نرمی سے اس کی پیٹھ تھپکنے لگا۔ دل ہی دل میں آج وہ بہت خوش تھا۔ اسے یقین ہو چلا تھا محنت رائیگاں نہیں جاتی۔

''اللہ۔''

اس کے شوہر کے حرکت کرتے ہاتھ رک گئے۔ چند لمحے آسمان کو تکتے جیسے وہ سب منظر ذہن میں ریوائنڈ کر رہا تھا۔ پھر اسے دونوں کندھوں سے تھامے جنونی انداز میں اگلا سوال داغا۔

''اور۔''

وہ خاموش رہی۔

''پلیز بولو نا؟ آج چپ مت رہو تمہاری چپ میری جان لے لے گی۔''

''شوہر۔'' رندھی ہوئی آواز کے ساتھ اس کے حلق سے الفاظ برآمد ہوئے۔ جس نے اس کے شوہر کو زندگی کی نوید سنائی۔

''مانتی ہو شوہر اسے؟'' خوشی بے یقینی کیا کیا نہ تھا اس کے شوہر کی آنکھوں میں۔

''ہاں۔''

وہ جھکا تھا اور اس کی بے داغ پیشانی چومی۔ آج یہ لمس اسے سکون بخش رہا تھا۔ نہ گھن آئی نہ نفرت ہوئی بلکہ محبت بھرا لمس اس کی آنکھیں نم کر گیا۔ یہی تو ہے جو اسے بے چین کیے ہے۔ یہ محبت ہاں آج وہ ہار گئی۔ اپنے شوہر سے، اس دل سے جہاں وہ بستا ہے۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کے کمرے میں لے آیا۔

''بیٹھو۔'' اسے بیٹھنے کا کہہ کر خود اس کی گود میں سر رکھے لیٹ گیا۔ نم آنکھوں سے وہ اس کا روشن چہرہ دیکھ رہی تھی جو اسے ہمیشہ خوفناک لگتا تھا۔ آج وہ چہرہ اسے خود سے زیادہ خوبصورت اور روشن لگ رہا تھا۔

''میرا سر دباؤ۔'' اگلا حکم جاری کیا لیکن وہ یک ٹک اسے دیکھے گئی۔

''تم سے کہہ رہا ہوں۔ کہاں ہو۔'' وہ جو آنکھیں موندے لیٹا تھا اسے حرکت کرتا نہ دیکھ کر آنکھیں کھولے تھوڑے سخت لہجے میں بولا۔ وہ کپکپاتے ہاتھوں سے اس کا سر دبانے لگی۔ آج سے پہلی ایسی کوئی خواہش اس کے شوہر نے نہیں کی تھی۔ اگر کہتا بھی تھا تو صرف چڑانے کے لئے لیکن آج جہاں وہ بدلی تھی وہیں اس کا شوہر بھی اس میں تبدیلیاں دیکھ چکا تھا شاید تبھی آج اس کے شوہر نے پہل کی۔

''بس چھوڑو یہاں آ کر میرے ساتھ لیٹو۔''

پانچ منٹ بھی نہیں ہوئے ہونگے کہ اس کے شوہر نے اگلا حکم سنایا۔ اس نے دھیرے سے اس کا سر اپنی گود سے ہٹا کر وہاں پر کھا۔ جھجکتے ہوئے وہ دوسری بات پر عمل کرنے کے لئے بیڈ پر جھکی تھی۔ اس کا ارادہ بچوں کی سائیڈ پر سونے کا تھا جو بیڈ کی دوسری سائیڈ پر سو رہے تھے۔

''یہاں سر رکھو۔'' اپنا بازو پھیلائے وہ اسے اپنے پاس سونے کی دعوت دے رہا تھا۔

''اتنا سوچ کیا رہی ہو۔ شرافت سے یہاں آؤ میں اٹھا تو تم جانتی ہو۔'' رعب دار لہجے میں وہ اسے دھمکی دے کر پاس آنے پر مجبور کر گیا۔ وہ کچھ جھجک کر اس کے پاس آئی اور آنکھیں موند کر اس کے پھیلائے بازو پر سر رکھ دیا۔

''میری طرف دیکھو۔ پلیز۔''

وہ شوہر کی سائیڈ پر کروٹ لے کر اس کے سینے میں منہ چھپا گئی۔ آنکھیں کھولنے کی اس میں ہمت نہ تھی۔ وہ جو خود کو ہمیشہ اس سے بہتر سمجھتی تھی آج کہیں سے وہ اس باوقار شخص کی ایک انگلی برابر بھی نہ لگ رہی تھی۔ اس کے شوہر نے بھی ضد نہ کی بس اسے سختی سے خود میں بھینچ لیا۔

☆.....☆.....☆

آج پورے تین دن بعد وہ یونی آئی تھی۔ صبح سے بورنگ لیکچرز لے کر اس کا دماغ گھوم گیا تھا۔ وہ جتنا مضبوط ہونے کی کوشش کرتی اتنا اسے قسمت آزماتی۔ آج تک وہ اس شخص کے خوف سے باہر نہیں آئی۔ تین سال پہلے اس شخص نے جو اس کے ساتھ کیا آج تک سوچ کر اسکا دل پہلے دن کی طرح کانپتا۔

شراب کے نشے میں دھت وہ ایک لڑکی کی کمر میں ہاتھ ڈالے گھر کے اندر داخل ہوا۔ پورا گھر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ حجاب اپنا فون لینے گھر کے اندر آئی تھی۔ وہ باہر ہال کی طرف

جانے لگی جہاں میلاد ہو رہا تھا تبھی اس کی نظر رازی پر پڑی۔ حجاب اسے دیکھتے ہی پلر کے پیچھے چھپ گئی۔ رازی چلتے چلتے لڑکھڑا کر گرنے لگا تھا کہ ساتھ چلتی لڑکی نے سہارا دے کر اسے سنبھالا۔ رازی نے اس لڑکی کو جھٹکے سے پلر سے لگایا اور خود دونوں ہاتھ دائیں بائیں رکھ کے جانے کے سارے راستے مسترد کر دیے۔

"رازی! یو آر نوٹ ان یور سینسز۔ روم میں جاؤ تمہارے ڈیڈ نے دیکھا تو۔"

"سو واٹ؟ کیا کریگا وہ؟ اب میں کمزور نہیں جس کو باپ کا سہارا چاہیے۔ کمزور وہ ہے۔ گیٹ ڈیڈ، چلو میرے ساتھ بیڈ روم میں۔" ابراز نے اس کا ہاتھ سختی سے پکڑا لیکن اس کا دماغ لمحہ بہ لمحہ سن ہوتا جا رہا تھا۔ گرفت خود بہ خود ڈھیلی ہوتی گئی۔ وہ پیچھے ہوا تو سامنے ہوا سے لہراتا دوپٹا اس کے دھندلے ہوتے عکس میں واضح ہوا۔ ابریش نے ہاتھ بڑھا کے رازی کا ہاتھ تھامنا چاہا جو رازی نے فوراً جھٹک دیا اور دیوار کے ساتھ لگے وجود کی طرف بڑھا۔ حجاب سہمی سے کھڑی تھی اس کے تو کبھی پشتوں نے بھی شراب تک کا نام نہیں لیا اور یہ شخص پی کر اس کے قریب کھڑا تھا۔

وہ دو قدم بڑھ کے آگے آیا تبھی اسے نقاب میں ملبوس لڑکی ملی۔ وہ اور آگے آ کر سیدھا اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ وہ یک ٹک اسے دیکھنے لگا۔

"رازی۔" ابریش نے اسے روکنا چاہا تو اس نے اپنے ہونٹ پر انگلی رکھ کے اسے چپ ہونے کا اشارہ کیا۔ اس کی آنکھیں آدھی کھلی آدھی بند تھیں۔ وہ نشے میں اس قدر ڈوبا ہوا تھا کہ باہر سے آتی آوازیں بھی اسے سنائی نہیں دے رہی تھیں۔

حجاب نے اپنی آنکھیں سختی سے میچی ہوئی تھیں۔ اس کے تو فرشتے بھی رازی کی آمد سے بے خبر تھے۔ باہر سے آتی شور کی آواز میں اسے ابریش کی آواز تک سنائی نہ دی۔ لیکن جب

حجاب کو آس پاس ایک گندی بو کا احساس ہوا، اس نے فوراً آنکھیں کھولیں۔

''آ۔آ۔'' زوردار چیخ ابراز کو ہوش کی دنیا میں لے آئی۔ ابراز اس کی خوف سے پھیلی آنکھیں دیکھ کر مسکرایا۔ وہ جتنا ڈر رہی تھی ابراز کو اتنی ہی خوشی محسوس ہو رہی تھی۔

''رازی! چھوڑ دو اسے۔ تم پاگل ہو گئے ہو۔''

''شٹ اپ۔ ڈ۔ ڈو۔ ڈو۔ نٹ ی۔ یو ڈیئر ٹو انٹرفیئر ان مائے میٹر۔''

ابریش اس کی تیز آواز سن کر پیچھے ہو گئی۔ حجاب کا دل اس کی دھاڑ سن کر کسی سوکھے پتے کی طرح کانپ اٹھا۔

''حجاب۔ تم دوست ہو نا مہوش کی؟''

حجاب اپنا نام سن کر خوف سے پھیلی بھیگی آنکھوں سے اسے تک رہی تھی۔ نجانے کیسا نشہ تھا جو ابراز کے دماغ پر سوار تھا۔ بے اختیار اس کا ہاتھ حجاب کے نقاب کی طرف گیا۔ وہ نقاب کے لئے پن اپ کی گئی پنز ہٹانے لگا تھا کہ حجاب نے لمحے کے ہزارویں حصے میں پرس سے بلیڈ نکالا اور اس کا ہاتھ زخمی کیا۔ وہ کراہ کر پیچھے ہٹا تو حجاب نے دوڑ لگائی۔

اسے آج بھی وہ خوفناک دن یاد تھا۔ ابراز اور اس کی پہلی ملاقات۔ اگر وہ بلیڈ اس کے پرس میں نہ ہوتا تو۔ آج بھی سوچ کر اس کا دل کانپتا۔ اس دن جویریہ اور وہ دونوں لیٹ آئی تھیں اور آتے ہی مہوش انہیں اپنے روم میں لے گئی جہاں وہ اپنا فون بھول کر میلاد کے لئے نیچے آ گئی۔ احساس تو اسے تب ہوا جب اسامہ نے فون کر کے اسے ڈانٹا کہ امی کی کال پک کر لے تبھی وہ سب کے ساتھ دعا مانگ کر اٹھ کھڑی ہوئی اور مہوش کے روم میں جا کر اپنا فون لے آئی لیکن اسے کیا پتا تھا اس کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آئے گا جو اس کا چین و سکون لے جائے گا۔

''تمہارے لئے سرپرائز ہے؟''

مہوش، حجاب کے کان میں چلاتے ہوئے تقریباً اس کے کان کے پردے پھاڑ چکی تھی۔

''پاگل ہو مہوش، بہرہ کرنا ہے کیا؟'' حجاب نے اپنا کان سہلایا۔ ہمیشہ کی طرح وہ فل نقاب میں تھی۔ مہوش اور جویریہ کیفے ٹیریا لنچ لینے گئی تھیں تبھی حجاب کو رانیہ اور ابراز والا واقعہ یاد آیا۔

''بہری ہوگئی تو میرا ہی نقصان ہے۔'' مہوش کہتے خود ہی ہنس دی۔ اسے بے صبری سے حجاب کے ری ایکشن کا انتظار تھا۔

''اچھا وہ کیوں؟'' جویریہ نے جوس کا ایک گھونٹ لے کر پوچھا۔ حجاب نے نقاب اوپر کر کے برگر کا ایک بائٹ لیا، نظریں مہوش پر تھیں۔

''آج شام پتا لگنا ہے بے بی۔'' مہوش نے زور سے جویریہ کا گال کھینچا۔ حجاب اور جویریہ نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ وہ اتنی خوش تبھی ہوتی تھی جب خوشی کا مرکز کوئی اور ہوتا۔ لنچ کے بعد حجاب اور جویریہ چلی گئیں۔ مہوش بھی اسی وقت ڈرائیور کو بلا کر گھر چلی گئی۔

☆.....☆.....☆

''السلام علیکم دادو۔ مجھے یقین نہیں آرہا آپ۔'' حجاب نے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہی سلام کیا اور دادو کے آگے سر جھکا کے دعا لی۔

''وعلیکم السلام۔ صدا خوش رہو۔ ہنستی مسکراتی رہو۔''

دادو نے اپنا ہاتھ حجاب کے سر پر رکھ کے دعا دی۔ حجاب جگہ بناتی انکے پاس بیٹھ گئی۔ وہیں ڈبل صوفہ پر تاثیر صاحب سنجیدگی سے بیٹھے کسی سوچ میں گم تھے جبکہ آمنہ کی نظریں زمین پر بچھے قالین پر اٹکی ہوئی تھیں۔

''کیسی میزبان ہو، کوئی خاطر داری ہی نہیں۔''

مہوش کی بات سن کر جہاں حجاب مسکرائی وہیں دادو نے اسے جھانپڑ رسید کیا۔

''بیٹا! تمہاری پسندیدہ ادرک والی چائے بنائی ہے ثنا بس لاتی ہوگی۔'' آمنہ دھیما سا مسکرائیں۔ انکے آتے ہی آمنہ مہوش کی پسندیدہ چائے چولہے پر چڑا کر آئی تھیں اور ساتھ ثنا کو پکوڑے اور کباب تلنے کا کہہ آئیں۔

''نہیں بیٹا، تکلف کی ضرورت نہیں بس جس کام کے لئے آئے ہیں اس کی رضامندی دے دیں۔ یہ تو ساری زندگی کھاتی رہے گی پھر بھی اس کا کنواں (پیٹ) خالی رہنا ہے۔''

''صحیح کہا دادو۔'' حجاب نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔ تاثیر صاحب نے جواب طلب نظروں سے آمنہ کو دیکھا جو حجاب کی مسکراہٹ دیکھ رہی تھیں۔ آخر کیسے وہ جانتے بوجھتے اپنی بیٹی کو کنویں میں دھکیل دیتیں۔ تبھی لوازمات سے بھری ٹرے لے کر ثنا ڈرائنگ روم میں آئی۔

''مہوش آپی! آپ کی پسندیدہ چائے، آپ آتی ہیں تو مجھے بھی امی کی بنائی چائے مل جاتی ورنہ پھر خود ہی بنانی پڑتی۔'' ثنا کہتے ساتھ سب کو چائے سرو کرنے لگی تب تک حجاب نے دادو اور مہوش کے لیے کباب پکوڑے اور سینڈوچ پلیٹ میں نکال کر انکے سامنے رکھے۔

''لیں ناں دادو۔'' حجاب کا یہ پیار بھرا اپنائیت سا انداز انکا ارادہ اور پکا کر رہا تھا لیکن اب انہیں تاثیر صاحب اور آمنہ کی خاموشی سے ڈر لگ رہا تھا۔

''آپ نے کیا سوچا بیٹا۔'' دادو نے اب کے رخ تاثیر صاحب کی طرف کیا۔ اب کے حجاب ٹھٹکی۔

''کس بارے میں دادو۔'' ثنا نے مداخلت کی جس پر آمنہ نے آنکھیں دکھائیں۔ بچوں کا بیچ میں بولنا انہیں سخت برا لگتا۔

''حجاب کو ہمیشہ کے لئے اپنی بیٹی بنانے کا۔'' دادو نے محبت پاش نظروں سے حجاب کو

دیکھتے ہوئے کہا۔حجاب نے اپنی امی ابو کو دیکھا جن کے سر یہ بات سنتے ہی جھک گئے۔

''حجاب! میں تمہارے لئے ابراز کا رشتہ لے کر آئی ہوں۔ میں چاہتی ہوں یہ پھول صرف میرے آنگن میں رہے۔تم بتاؤ بچے اگر ماں باپ راضی ہوں تو تمہاری رضامندی کیا ہوگی۔'' دادی نے دونوں میاں بیوی سے مایوس ہوتے اب کے حجاب کو گھسیٹا۔انہیں یقین تھا حجاب کا جواب انکے حق میں ہوگا۔

''دادو! آئی ایم سوری۔کیا آپ سے کچھ پوچھوں؟'' حجاب نرمی سے گویا ہوئی۔وہ اپنے ماں باپ کے جھکے سروں کا مطلب جان چکی تھی۔وہ خود بھی کبھی مر کر بھی اس شخص سے شادی کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی اور ماں باپ کی خاموشی؟ وہ جان چکی تھی اس خاتون سے وہ ہچکچا رہے تھے جو بہت امیدیں لے کر انکے در پر آئی ہے۔

''آپ اپنی بیٹی کسی نشئی کو دینگی؟ جو رات کی تاریکی میں، گھر میں جوان بہن کے ہوتے ہوئے دوسری لڑکیوں کو لائے؟ جس کے لئے شراب نشہ کرنا عام بات ہو؟ جو نشے میں جان لے کر صبح انجان بن جائے؟ نشہ کرنے والا یہ نہیں دیکھتا دادو باپ ہے یا بھائی۔'' حجاب انہیں دیکھتے بہت دھیمے لہجے میں کہہ رہی تھی۔دادو کا شرمندگی کے مارے سر جھک گیا۔انکا دل چاہا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائیں۔مہوش بھی غصے، شرمندگی کے باعث مٹھی سختی سے بھینچے سن رہی تھی۔

''جسکا نہ دین ہے نہ ایمان۔ایسے انسان کو کون بیٹی دیگا؟ میرے ماں باپ خاموش ہیں۔ کیونکہ۔۔''

مہوش سے یہاں بیٹھنا محال ہو گیا۔وہ اٹھی۔اسے اٹھتا دیکھ آمنہ بھی اٹھیں لیکن مہوش نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں روکا۔

''چلیں دادو۔'' مہوش نے دادی کا ہاتھ تھام کے اٹھایا۔ وہ بھی یہاں سے نکلنا چاہتی تھیں جھٹ سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''مہوش۔'' حجاب نے بھی روکنا چاہا لیکن مہوش کے سر پر تو جیسے خون سوار تھا۔

''پلیز حجاب۔ نوٹ گو ینگ ٹو لسن آ سینگل ورڈ۔'' وہ دادو کو لے کر وہاں سے نکلتی چلی گئی۔ پیچھے حجاب کی آنکھیں جھلک پڑیں۔

''بیٹے۔''

وہ بابا کی پکار سن کر انکے گلے لگی۔

''نہیں میرے بچے تم نے کچھ غلط نہیں کیا۔ غلطی ہماری تھی ہم بولتے لیکن وہ خاتون اتنی امیدوں سے آئی تھیں کہ میں کچھ بول ہی نہ سکا۔'' تاثیر صاحب نے نرمی سے اپنا ہاتھ حجاب کے سر پر رکھا۔

''حجاب! ساری زندگی رونے سے اچھا تھا بندہ ہمت کر کے منع کرے۔ میں تو خود انکے آسرے بیٹھی رہی۔'' حجاب کی ماں نے بھی گلے لگا کر اس کی پیشانی چومی۔ آمنہ کی بات سن کر تاثیر صاحب نے انہیں آنکھیں دکھائیں۔

''آئندہ آپ میرے آسرے نہ بیٹھنا۔ آپ جو کہیں گی ٹھیک ہی ہوگا۔'' وہ دھیما سا مسکرا کے بولے۔ ماں سے گلے لگتی حجاب نم آنکھوں سے مسکرائی۔ جبکہ ثنا انکی نوٹنکی دیکھ مسکرائی اور ٹیبل سے سامان اٹھا کر کچن میں رکھنے لگی۔

☆.....☆.....☆

''دادو ڈائٹ پر ہیں؟''

رازی نے فورک کی مدد سے تین چار فرائیڈ پرون اپنی پلیٹ میں ڈالے۔ وہ ابھی نہا کر

ڈائننگ ٹیبل پر آیا تھا۔فیجہ اور حیات صاحب کھانا شروع کر چکے جبکہ دادی بس برائے نام کھانا کھا رہی تھیں۔انہیں حجاب سے ایسے جواب کی امید نہ تھی لیکن سچ تو یہ تھا آج انکی لاڈلے پوتے کی وجہ سے انکا سر جھکا رہ گیا۔

''نہیں آج کی بے عزتی نے پیٹ بھر دیا۔'' مہوش بلیک کافی کا مگ ہاتھ میں لیے رازی کے ساتھ والی کرسی پر آ بیٹھی۔

''دادی کی؟''

''یس برو۔'' مہوش نے مزے سے کافی کا سپ لیا۔اسے پتا تھا اس کا اقرار ابراز کے غصے کو ہوا دے گا۔

''واٹ؟ پوری بات بتاؤ۔'' رازی نے زور سے فورک پلیٹ میں پٹخا۔اس کے لہجے کی سختی اور سنجیدہ چہرہ دیکھ مہوش مسکرائی۔

''ہونا کیا ہے؟ ہم تمہارا رشتہ لے کر حجاب کے یہاں گئے تھے۔انکل آنٹی تو رشتے کا سن کر چپ رہے لیکن حجاب۔'' حجاب کا نام بولتے بولتے مہوش کے چہرے پر بھی سخت تا اثرات لہرائے۔ابراز دانت بھینچے ضبط کی حدوں پر تھا۔

''حجاب نے دادو کی بہت انسلٹ کی۔اگر میں انہیں لے کر نہ آتی تو ضرور انکا ہارٹ فیل ہو جاتا تھا۔بقول حجاب کہ تم جیسے شرابی نشئی کو کوئی بھی شریف انسان اپنی بیٹی نہیں دیگا۔'' مہوش اب کے مسکراتی ہوئی کپ پر انگلی پھیرتی ابراز کے اندر جلتی آگ کو بھڑکا گئی۔فیجہ ساس کی عزت افزائی کا سن کر دل ہی دل میں جھوم اٹھیں۔ساتھ حجاب نام کا کانٹا بھی نکل گیا جو انکے بیٹے کو ان سے دور کر دیتا۔وہ کل تک حیات صاحب کے سمجھانے پر زہر مار کر اس رشتے کے لئے راضی ہو گئی تھیں لیکن یہاں تو قسمت ان پر خود ہی مہربان ہو گئی۔

”ماں! آپ لوگ وہاں اپنا تماشا بنا کر آ گئے؟ ارے وہ دو ٹکے کے لوگ انکی ہمت ہے ہمارے سامنے کھڑے ہو سکیں؟ ڈیم اٹ صرف ابراز کی وجہ سے میں مانا لیکن اس کی ضد سے زیادہ مجھے اپنی عزت عزیز ہے۔ چھوڑونگا نہیں میں انہیں۔“ حیات صاحب جو کب سے خاموش بیٹھے تھے بیٹے کے خلاف ایسے الفاظ اور ماں کی بے عزتی کا سن کر آگ بگولہ ہو گئے۔ پلیٹ اٹھا کے زور سے نیچے پھینکی۔ انکے اس عمل کی امید کسی کو نہ تھی۔ سب ہی سکتے کے عالم میں بیٹھے رہے جبکہ ابراز مٹھیاں بھینچتا پلیٹ دور کھسکا کر ٹیبل سے کار کی چابی اٹھا کر گھر سے نکل گیا۔

”رازی اسٹاپ۔ رازی۔“ اس کا باپ پیچھے سے چلاتا رہا وہ ان سنی کر گیا۔

”تجھے منہ کھولنے کی ضرورت تھی۔“ دادی نے ایک غصیلی نظر سے مہوش کو نوازا۔

”دادو! اپنی برداشت کر سکتی ہوں لیکن آپ کا جھکا چہرہ میں نہیں بھولی۔“ غصے، غم کی شدت سے اس کی آواز بھرا گئی۔ وہ بھی اٹھ کے وہاں سے چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی حیات صاحب بھی اپنے کمرے میں چلے گئے۔

”تو کیا یہاں بیٹھ کے کھا رہی ہے۔ سب بھوکے چلے گئے۔ جا، جا کر حیات کو دیکھ۔ کوئی اچھی امید نہیں مجھے حیات سے۔ وہ عزت دار لوگ ہیں اسے سمجھا کہ کچھ نہ کرے۔“ دادی بھی اپنا سارا غصہ آمنہ پر نکال کر چھڑی لے کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

”جیسی بیٹا ویسی ماں۔ بیٹے کے کرتوت پتا لگیں تو یہ کھوکھلی عزت مٹی میں مل جائے۔“ آمنہ لہو رنگ آنکھوں سے دادو کو دور جاتا دیکھتی رہیں۔ آنکھوں میں بے تحاشا نفرت تھی۔

☆.....☆.....☆

وہ صبح نماز کے لئے اٹھی تو اسکا شوہر کہیں نہیں تھا۔ رات کا منظر یاد آتے ہی اسے خود پر حیرت ہوئی۔ لگ رہا تھا جیسے وہ کسی خواب کی کیفیت سے بیدار ہوئی ہو۔ وہ اپنی سوچوں کو

جھٹک کر بالوں کا جوڑا بنا کر اٹھی۔ وضو کیا اور نماز ادا کی۔

''وہ کہتا ہے میں بدل گیا ہوں۔ اگر بدل گیا ہے تو کہاں ہے؟ آج پھر وہ اپنی جیسی عورتوں کے پاس گیا ہے۔ ایسے انسان کبھی نہیں بدلتے۔ کبھی نہیں۔ آج مجھے جھکا کر وہ چلا گیا۔ لیکن میں جھکنے والوں میں سے نہیں۔ وہ مر بھی جائے تب بھی کبھی اقرار نہیں کرونگی۔ یہ راز صرف میرے اندر دفن رہے گا کہ میں ایسے انسان سے محبت کرتی ہوں جو میری محبت کیا؟ نفرت کے لائق بھی نہیں۔ عائشہ کہتی ہے میں نیکی کا تکبر کرتی ہوں۔ نہیں میں نیکی کا تکبر نہیں کرتی۔ لوگوں کو انکا اصل چہرہ دکھاتی ہوں۔ جسے تنہائی میں دیکھنے سے بھی وہ ڈرتے ہیں۔ میں نہیں کرتی غرور۔ میں سچ کہتی ہوں جو انہیں کڑوا لگتا ہے اور وہ کہتی ہے میں خوش نصیب ہوں ایسا شوہر پا کر لیکن مجھ سے برا بدنصیب کون ہوگا؟ وہ پاگل انجان ہے اس نے محبت جگا تو دی میرے دل میں لیکن وہ اس شخص کے دل میں نہیں جگا سکتی جو صرف خود سے محبت کرتا ہے۔'' وہ دعا مانگ کر آنسو پونچھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ جائے نماز رکھتے وہ پیچھے مڑی تھی۔ تبھی دروازہ کھول کر اس کا شوہر شلوار قمیض میں ملبوس اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

''تم۔۔ تم تو چلے گئے تھے؟'' وہ اسے یکدم سامنے کھڑا دیکھ کر بوکھلا گئی۔

''تو واپس نہیں آ سکتا؟'' وہ قدم اٹھاتا اس کے قریب تر آ رہا تھا۔

''تمہیں کیا لگا عیاشی کرنے گیا ہوں۔'' وہ اس کے اس قدر قریب آ گیا کہ اس کی بیوی کا سر اس کے دل سے ٹکرایا۔ اس کا قد بمشکل شوہر کے دل تک آتا۔ وہ اس کی طرف جھکتے ہوئے اس سے پوچھ رہا تھا ہونٹوں پر ایک بے بس سے مسکراہٹ تھی۔ اس کی بیوی شرمندگی سے نظریں جھکا گئی۔

''عرصہ ہوا ہے۔ ایک لڑکی نے دل پر قبضہ جما لیا تب سے یہ دل بے بس ہے۔ کہیں اور

جانے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتا۔'' خاموش پا کر اس کے شوہر نے محبت سے اس کی پیشانی چومی۔ وہ اس کی سوچ سے کیسے انجان رہ سکتا ہے۔ پل پل تو اسی کو پڑھتا آیا ہے۔

''ان چھ سالوں میں ایسی سکون بھری نیند لی تھی؟'' بات بدلنے کو اس نے کل رات والا واقعہ دوہرایا

''نہیں۔'' اپنے دونوں ٹھنڈے ہاتھ اس نے شوہر کے سینے پر رکھ دیے۔

''تم کہاں چلے گئے تھے صبح؟'' اب وہ اس کی قمیض کے بٹنوں کو چھیڑ رہی تھی۔ اس کا شوہر یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا جس سے وہ کنفیوز ہو کر نظریں جھکا گئی۔

''تم نے مس کیا؟''

پل بھر کو اس نے اپنے شوہر کو دیکھا اور واپس نظریں جھکا لیں۔ ہونٹوں پر خوبصورت شرمگین مسکراہٹ تھی۔

''تم پاس نہیں تھے تو میں گھبرا گئی۔''

''ہمیشہ رہونگا اگر اجازت دو تو۔'' وہ اس کی طرف جھکتا ہوا معنی خیزی سے بولا۔

''آج تک مجھ سے کب اجازت لی ہے۔'' اس کی بیوی نے خفگی سے کہتے ہی اسے دور دھکیلا اور بیڈ کی سائیڈ کارنر پہ جا کر بیٹھ گئی۔

''اگر احتشام اور پرنیا کی بات ہے تو وہ میرا حق ہے، چلو تھرڈ جو آیا تمہاری مرضی سے ہوگا۔'' دھیرے دھیرے اس کی طرف قدم بڑھاتے وہ اس کے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ آنکھیں حیا سے جھکی ہوئی تھیں۔ ناک اور گال کچھ شرم اور سردی کی شدت سے سرخ پڑ چکے تھے۔ وہ ایک گھٹنے کے بل ٹھنڈی زمین پر اس کے ہاتھ تھام کر بیٹھ گیا۔

''آج سے پہلے تم کہاں تھیں؟ یہ خوبصورت منظر دیکھنے کے لئے جتنا میں تڑپا ہوں تم جان

بھی نہیں سکتیں۔ ساری دولت لوٹا دوں تب بھی فائدہ نہیں یہ منظر دنیا کی کوئی دولت خرید نہیں سکتی۔"

وہ خاموش رہی۔ شوہر کی باتیں سن کر ویسے ہی اس کا دل تیز دھڑک رہا تھا۔ اب تو اس نے آنکھیں بھی سختی سے میچ لیں۔

"محبت ہے شوہر سے۔" سوال ایسا تھا کہ وہ اسے دیکھنے پر مجبور ہوگئی۔ پوری آنکھیں کھولے وہ اسے تک رہی تھی۔

"ایسے دیکھ رہی ہو جیسے موت کی خبر سنا دی۔" دکھ بھرے لہجے میں کہہ کر اس نے ہاتھ کی پشت پر ہونٹ رکھنے چاہے تو اس کی بیوی نے ارادہ بھانپتے ہی جھٹ سے ہاتھ کھینچے۔

"سوری۔" وہ اپنی بے اختیاری پر جی بھر کے شرمندہ ہوئی۔ اس کے شوہر کے چہرے پر بل بھر کو مسکراہٹ آ کر غائب ہوگئی جیسے اسی جواب کی امید تھی۔

"میری لیے دعا کرو گی؟" وہ امید لگائے محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتے گویا ہوا۔

"جی۔ جی۔" نجانے کیسا ڈر و خوف تھا جو ابھی تک اسے جکڑے ہوئے تھا۔ شوہر کی کسی بات پر اس کی بیوی کو اعتبار نہ تھا۔

"دعا کرنا میں ہار جاؤں۔ زندگی کی پہلی بازی ہے جو میں ہارنا چاہتا ہوں۔ آج تک صرف جیتنے کی خواہش کی ہے آج پہلی مرتبہ میں نے اس سے ہارنے کی خواہش کی۔ تم بھی بولو گی تو وہ میری دعا ضرور قبول کریگا۔ میں جیتنا نہیں چاہتا۔ اگر میں جیتا تو اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھونگا۔ جو مجھے بہت عزیز ہے۔ بہت۔" وہ اس کا ہاتھ جو گود میں رکھا تھا نرمی سے سہلاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ اس کی بیوی کو اس کی آواز رندھی ہوئی لگی۔

"میرے کپڑے نکال دو۔ آٹھ بجے کی فلائٹ ہے، ارجنٹ پہنچنا ہے وہاں میٹنگ اٹینڈ

کر کے چار بجے تک لوٹ آؤنگا۔'' وہ کہتا ہوا اس کا ہاتھ چھوڑ کے اٹھ کھڑا ہوا۔

☆.....☆.....☆

''جانی! کیا ہوا، چل نا ڈانس کرتے ہیں۔'' سیم نے جو نشے میں دھت ڈانس میں مشغول تھا آ کر ابراز کے کان میں کہا جو بار ٹیبل کے پاس بیٹھا شراب کا گلاس ہاتھ میں لیے کسی گہری سوچ میں تھا۔

''میرے باپ کی شادی ہے جو ناچوں؟'' وہ بھڑک اٹھا۔ آج یہ شراب بھی اس کے اندر کی آگ کو بجھا نہ سکی۔

''انہیں شادی کی ضرورت ہے؟''

سیم خباثت سے مسکراتا اسے بہت کچھ جتا گیا۔ ابراز جو پہلے ہی غصے کی آگ میں جل رہا تھا، اٹھا اور بغیر کسی کی پرواہ کیے لگاتار گھونسے اس کے منہ پر دے مارے۔

''سر، رکیں۔'' ایک ویٹر نے رازی کا ہاتھ پکڑا جس پر رازی نے ہاتھ چھڑوا کے اسے دور دھکیلا اور کلب سے باہر نکل آیا۔ سیم شراب کی وجہ سے بیہوش ہو چکا تھا۔ ابراز کلب سے باہر نکلتے ہی کار میں آ بیٹھا۔ گاڑی گھر کی طرف روانہ تھی جو یہاں سے بمشکل دس منٹ کے فاصلے پر تھا۔

گھر پہنچتے ہی نہانے کے بعد بھی جب اس کا غصہ کم نہیں ہوا تو وہ جم میں چلا آیا جو اس کی ضد پر اس کے باپ نے بنوایا تھا۔ وہ اکثر یہاں آ کر اپنا غصہ ٹھنڈا کرتا۔ یہاں طرح طرح کی مشینز تھیں جو ابراز نے اپنے مطابق منگوائی تھیں جن میں ٹریڈمل، کیبل رو، چیسٹ فلائے، شولڈر پریس، بائیسپس کرل بینچ بھی شامل تھیں۔

اندر آتے ہی رازی نے سب سے پہلے پنچنگ گلوز پہنے۔ وہ اس وقت بلیک ٹراؤزر اور

بلیک ویسٹ میں ملبوس تھا۔ بال بے ترتیبی سے پیشانی پر بکھرے پڑے تھے۔ اس وقت اس کی آنکھوں میں پنچنگ بیگ دیکھتے ہی خون اتر آیا۔ عبائے میں ملبوس چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔

''حجاب تاثیر۔'' بڑبڑاتے ہوئے اس نے زور سے ہاتھ کا مکا بنا کر پوری قوت سے پنچنگ بیگ پر دے مارا۔ پھر وہ رُکا نہیں تھا دونوں ہاتھوں سے تب تک مارتا رہا جب تک تھک نہیں گیا۔ ابھی بھی وہ بری طرح اپنا غصہ پنچنگ بیگ پر نکال رہا تھا۔ اس کا پورا جسم پسینے سے شرابور تھا۔ دونوں ہاتھ سے پنچنگ بیگ تھام کر وہ رکا، آنکھوں میں نفرت تھی۔ بے انتہا نفرت۔

''حجاب تاثیر! تمہیں میں نے بے حجاب نہ کیا تو میرا نام ابراز حیات نہیں۔'' پنچنگ بیگ کو ایک آخری پنچ سے نوازتے اس نے گلوز اتار کے دور پھینکے۔

☆.....☆.....☆

وہ مہوش کو لینے یونی آیا۔ ساتھ آج اسے اپنے ٹیچر سے ملنا تھا جو کل کی فلائٹ سے پاکستان کی سرزمین کو چھوڑ کے ہمیشہ کے لیے کینیڈا شفٹ ہو رہے تھے۔ وہ اندر کی طرف جا رہا تھا کہ اس کی نظر ہنستی مسکراتی حجاب پر پڑی جو بہت احتیاط سے سموسہ کھا رہی تھی۔ نقاب ہلکا سا اوپر کر کے تاکہ چہرہ کسی کی نظر میں نہ آئے اور آگے چائے کے دو کپس رکھے تھے۔ وہ اسے پر سکون دیکھ کر دندناتا ہوا اس کے سر پر جا کھڑا ہوا۔

''سمجھتی کیا ہو خود کو؟ تم نے مجھے۔۔۔ مجھے ابراز حیات کو ریجیکٹ کیا؟ ہے کیا تم میں؟ کس بات کا غرور ہے؟ نہ دولت ہے نہ شہرت۔ گلی کا کوئی پالتو جانور تک تمہارے باپ کو نہیں جانتا۔'' رازی نے آتے ہی اس کا بازو پکڑ کے نفرت بھرے لہجے میں کہا ساتھ ٹیبل پر رکھے

پلاسٹک کپس دور اچھلے۔ رات بھر کا جاگا وہ نفرت کی آگ میں جلتا رہا۔ اپنے اندر کی نفرت اپنے لفظوں سے اگل رہا تھا۔

''عزت دار لوگ جانتے ہیں شریف انسان ہیں میرے ابو۔ گلی کا ہر شریف انسان انہیں جانتا ہے۔ ہاں تم جیسے شرابی، انہیں نہیں جانتے افسوس۔ کیونکہ تم لائق نہیں۔ برائی میں رہنے والے نیکی اور نیک لوگوں سے انجان رہتے ہیں۔ اور رہی بات غرور کی تو ہاں ہے تم میرے نزدیک ایک چونٹی برابر کی اہمیت نہیں رکھتے، تمہیں جانتا کون ہے؟ شہر کے مشہور لوگ؟ ایک بات بتاؤ اللہ تمہیں جانتا ہے؟ کبھی حاضری تک لگائی ہے اس کی بارگاہ میں؟ نہیں نا۔ افسوس خدا تم جیسے لوگوں کو اپنے پاس بلاتا بھی نہیں۔ گناہ کی دنیا میں رہنے والے لوگ نیکی کی مہک سے بھی انجان رہتے ہیں۔'' وہ سانس لینے کو رکی۔ اس کی تنفس بڑھ رہا تھا۔

''اب تم بتاؤ تمہاری ہمت کیسی ہوئی رشتہ بھیجنے کی؟ تم میں ہے کیا؟ کوئی ایک اچھی عادت؟ کوئی ایک نیکی؟ کبھی احترام کیا ہے بزرگوں کا؟ نہیں نا؟ تم تو اپنے باپ تک کو نہیں پوچھتے اور دنیا کے سامنے انکے بل بوتے پر ہوئی جیت کی فتح مناتے ہو؟ تم سے دوغلا منافق کون ہوگا جسکا پور پور شراب میں ڈوبا ہوا ہے۔ تم جیسا شخص آبِ حیات سے بھی نہالے تو گندگی کی بو نہیں جائے گی۔ رشتہ تو بہت دور کی بات تم جیسے شخص سے میں بات تک نہ کروں۔ انڈر اسٹینڈ؟ دوبارہ میرے راستے میں آئے تو منہ دکھانے کے قابل نہیں ہوگے۔''

زندگی کے اٹھائیس سال اس کی آنکھوں میں کسی فلم کی طرح چل رہے تھے۔ اس کی آنکھیں آج پہلی بار جھکی تھیں شرم سے نہیں بلکہ ذلت سے۔ نجانے کیوں آج اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ اس کی کسی ایک بات کا جواب تک ابرار حیات کے پاس نہیں تھا۔ اس کا بچپن، اس کی پوری کی گئی ہر ضد، اس کی خواہش، لوگوں کی آنکھوں میں رشک اس کی

اچیومنٹس۔ سب کسی فلم کی طرح اس کی آنکھوں کے آگے گھوم رہا تھا۔ پھر یکدم وہ رات جس نے اسے تین سال بے چین کیا، ہاں وہ رات۔ نفرت ہے اسے اس رات سے، اس لڑکی سے۔ یکدم ابراز حیات نے اپنی آنکھیں کھولیں۔ اس کی آنکھوں میں شرمندگی نہیں بلکہ جیت تھی۔ وہ سمجھ نہیں پائی لیکن اگلے ہی لمحے اس شخص نے اسے بے نقاب کر دیا۔ ایک پل ضائع کیے بغیر وہ پن ہٹا دی جسکی وجہ سے اسکارف کا وہ حصہ ڈھلک گیا اور حجاب کا خوبصورت چہرہ اس کی آنکھوں میں حفظ ہو گیا۔ لیکن اگلے ہی لمحے بھاری تھپڑ کی آواز نے سب کے ہوش اڑا دیے۔

"تم منافق ہی نہیں کافر بھی ہو۔" حجاب پاگلوں کی طرح چیخی۔ اس کا سانس پھول رہا تھا۔ اس نے تیر کی تیزی سے کپڑا اسی جگہ کر کے ہاتھ سے نقاب پکڑا۔ آج سے پہلے کبھی اسے رسوائی کا احساس نہیں ہوا، آج پہلی بار کیا کچھ نہ محسوس کیا۔ ذلت، شرمندگی، اس پل اس نے موت کی شدت سے دعا کی۔ اسے اپنے جسم سے روح نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔ آج اس شخص نے اسے بے نقاب کر دیا۔ لیکن اسے لگ رہا تھا آج وہ بے حجاب ہو گئی۔

"اللہ کی لعنت ہو تم جیسے حیوان پر۔" حجاب نے دوسرے ہاتھ سے اس کی شرٹ کا کالر جکڑا۔ اس کی لہجے سے جھلکتی نفرت اور عمل نے مہوش کو سر تا پا سلگا دیا جو اپنے بھائی کے عمل کو منہ کھولے دیکھ رہی تھی۔ وہ کیفے ٹیریا میں آئی بھی تب جب ابراز اسے ڈھونڈتا یہاں آیا تھا۔

"ہاؤ ڈیر یو۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری بھائی پر ہاتھ اٹھانے کی۔ صحیح کہتا ہے وہ، کیا حیثیت ہے تمہاری؟" مہوش نے جھٹکے سے اس کا ہاتھ جھٹکا۔ جویریہ جو بت بنی کھڑی تھی فوراً الرٹ ہوئی۔ اسے پتا تھا مزید تماشا انہیں یونی سے نکلوا دیگا۔ آخر وہ ان امیروں کی حیثیت سے واقف تھی۔

''حجاب چلو۔'' جویریہ نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

''لیو می جویریہ۔'' حجاب نے غصے سے اس کا ہاتھ جھٹکا۔

''تو اپنے آوارہ بھائی کو بولو مجھ سے دور رہے ورنہ۔۔۔'' نفرت و حقارت اس کے لہجے سے جھلک رہی تھی۔

''چلو حجاب۔'' جویریہ منت پر اتر آئی لیکن حجاب اپنی جگہ سے نہ ہلی جبکہ حجاب کے اس لہجے نے مہوش کے غصے کو اور بڑھاوا دے دیا

''جلتی آگ میں تم نے خود کو جھونکا۔ اب دیکھنا اپنا حشر۔ میرا بھائی دوستوں کو نہیں چھوڑتا، تم تو پھر۔۔۔ تمہاری بربادی کا آغاز ہو چکا ہے حجاب تاثیر۔'' مہوش نے اسے انگلی اٹھا کے وارن کیا جبکہ حجاب کا ہاتھ پکڑتی اسے کیفے ٹیریا سے باہر لے آئی۔

☆.....☆.....☆

ابراز نے مہوش کا ہاتھ جھٹکا۔ کیفے ٹیریا میں بیٹھے سارے لوگ اسی کو دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے کچھ وہ چہرے بھی تھے جو ابراز کو ایز آ سینئر ریسپیکٹ دیتے تھے۔ آج ابراز نے صرف اپنے اس غصے کی وجہ سے پانچ سال کی بنائی ریپوٹیشن سیکنڈ میں گنوا دی۔ کوئی اسے نفرت تو کوئی اسے حقارت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

''اتنا دکھ تھا تو آ کر اسے بچاتے۔'' پھنکار کر کہتا وہ وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

مہوش نے فوراً حیات صاحب کو کال ملائی۔

''آئی ڈونٹ کیئر، وہ لڑکی مجھے چاہیے ایک گھنٹے کے اندر۔ جہاں سے چاہے ڈھونڈ کے لاؤ لیکن یاد رکھنا۔ ایک گھنٹہ۔ صرف ایک گھنٹہ۔ اگر میرے سامنے نہ ہوئی تو دیکھنا تمہارا کیا حشر کرتا ہوں۔'' حیات صاحب کے مینیجر کو کال کرنے کے بعد حجاب کی ساری انفارمیشن اس

نے ٹیکسٹ کی۔ غصے کی شدت سے اس کے بازو تک کی نسیں واضح ہو رہی تھیں۔ اسے حجاب نام سے ہی نفرت ہو گئی تھی۔ اگر وہ اس وقت اس کے سامنے ہوتی تو وہ اسے اپنی گاڑی تلے کچل دیتا۔

''حجاب تاثیر، ایک دفعہ میرے ہاتھ آ جاؤ۔ وہ حال کرونگا تمہاری نسلیں کانپ اٹھیں گی۔''

اسٹیئرنگ کو زور سے تھامے اس کے انگ انگ سے نفرت جھلک رہی تھی۔ دل میں خواہش جاگی، کاش وہ سامنے ہوتی اور وہ اسے بری طرح کچل ڈالتا۔ اپنی اس شیطانی سوچ پر اسے خوشی محسوس ہو رہی تھی لیکن انسان کیا جانے قسمت میں کیا لکھا ہے؟ دوسرے کو موت کے گھاٹ اتارنے والا کیا جانے کہ موت اسے خود اپنی لپیٹ میں لینے کو اس کے سر پر کھڑی ہو۔ اور یہی ہوا تھا اگلے لمحے اس کی کار بری طرح سامنے آتی کار سے ٹکرا گئی۔

دو گھنٹے سے وہ ہوش و حواس سے بیگانہ زندگی اور موت کے بیچ جھول رہا تھا۔ دوسرے کو جھکانے والا آج خود کسی کے در پر سوالی بنا کھڑا ہے۔ کون جانتا ہے اگلے لمحے کون سا طوفان آئے گا؟ انسان بس ایک کٹھ پتلی ہے اس میدان میں زندگی سنوارنے والی تو خدا کی ذات ہے۔

حیات صاحب کوریڈور میں چکر لگاتے اپنے اکلوتے بیٹے کے لیے دعا گو تھے۔ مہوش انہیں ابراز کے غصے سے آگاہ کر چکی تھی۔ ساتھ مینیجر کی کال نے انکے پسینے چھڑوا دیے۔ اگر حجاب کو انکا بیٹا کڈنیپ کر لیتا تو سالوں کی بنائی عزت مٹی میں مل جاتی تھی۔ سب کا شک ابراز پر ہی جاتا۔ وہ اسی کشمکش میں الجھے تھے کہ ایک انجان نمبر سے کال وصول ہوئی۔ ابراز کے وائلٹ میں موجود انکے کارڈ کو ڈھونڈ کر اس انجان آدمی نے انہیں ابراز کے ایکسیڈنٹ کی خبر دی۔ وہ اتنے پریشان تھے کہ گھر کال کر کے بھی اطلاع نہیں دی۔

''آپ کے پیشنٹ کو ہوش آ گیا ہے، ڈاکٹر نے آپ کو اندر بلایا ہے۔''

نرس کے اطلاع دینے پر وہ فوراً تیز قدم اٹھاتے اندر چلے آئے۔

''انہیں ہوش آ گیا ہے۔ فکر کی کوئی بات نہیں یہ بالکل ٹھیک ہیں۔ آپ انہیں شام تک گھر لے جا سکتے ہیں لیکن ایک دو ٹیسٹ کرنے ہیں ابھی بھی۔ اس لیے آپ کو انہیں دوبارہ لانا پڑیگا۔'' ڈاکٹر نے ابراز کے بازو میں انجکشن انجیکٹ کرتے کہا اور ساتھ ہی اس کی کیس فائل لے کر روم سے نکل گئیں۔

''ابراز۔ میرے بچے۔'' حیات صاحب جو ایک مضبوط دل کے مالک تھے بیٹے کو اس حالت میں دیکھ کر انکی بھی آنکھیں نم ہو گئیں۔

''ڈیڈ۔'' ابراز نے باپ کی آواز سن بمشکل آنکھیں کھولیں۔ آنکھیں کھول کے ارد گرد کا جائزہ لیا تو جیسے ذہن بیدار ہوا۔

''ہاں بولو میرے بیٹے۔''

ابراز نے گردن انکی طرف موڑ کر بے بسی سے اپنے ہونٹ بھینچے۔ پھر یکدم آنکھیں کھول کر تیز لہجے میں بولا۔

''نہیں، میرے سامنے یہ ناٹک نہیں۔ مجھے حجاب تاثیر چاہیے۔ ابھی۔'' پٹی میں جکڑا ہاتھ زور سے بیڈ پر مارا۔ حیات صاحب سمجھ گئے وہ انکی ایک نہیں سنے گا اور اس کا خود کو نقصان پہنچانا انہیں تکلیف دیتا ہے۔

''دیکھو اگر اسے کڈنیپ کیا تو پہلا شک تم پر ہی جائے گا۔ تم سمجھ کیوں نہیں رہے۔ میں نہیں چاہتا تمہیں کوئی سزا ہو۔''

وہ بے بسی کی انتہا پر تھے۔ انکا بیٹا اپنی ضد سے انہیں پاگل کر رہا تھا۔

''سزا سہنے کی عادت ہے بچپن سے سہتا آرہا ہوں۔آپ مجھے تاثیر۔اس حجاب کے باپ کے پاس لے جائیں ورنہ اس دفعہ بچ گیا اگلی دفعہ نہیں بچوں گا۔'' اور ابراز کی دھمکی کام کر گئی۔

''رات تک کا ویٹ کرو میں انتظام کرتا ہوں۔'' اس کی پیشانی چوم کر حیات صاحب نے نرمی سے کہا۔ابراز نے انکا ہاتھ جھٹک کر آنکھوں پر بازو رکھا جس پر ابھی انجکشن لگا تھا۔اس کا ایک ہاتھ بری طرح فریکچر تھا اور ماتھے پر پٹی بندھی تھی۔صرف ٹانگیں محفوظ تھیں۔

تاثیر صاحب کا گندم اور چاولوں کا چھوٹا سا کارخانہ تھا جس میں انکے تین بھائیوں کا حصہ تھا۔سب ساتھ مل کر کاروبار چلاتے تھے۔وہ رات کے پہر گودام میں ایک آخری چکر لگانے آئے تھے کہ کچھ لوگ آکر انکے گودام میں گھس گئے۔

''ارے کیا کر رہے ہو؟ کون ہو تم لوگ، کس سے پوچھ کے گھس آئے۔'' تین اچھے خاصے پہلوان آدمی آکر خاموشی سے کھڑے ہو گئے جیسے کسی کے حکم کا انتظار ہو؟

''باراتی ہیں اجازت تھوڑی لینگے؟ بس لے اڑینگے۔''

ابراز کی آواز سنتے ہی وہ پیچھے مڑے تبھی انکی نظر حیات صاحب پر پڑی۔وہ ابراز کو تو نہیں لیکن حیات صاحب کو اچھی طرح جانتے تھے۔ابراز کے اشارے پر انکے ساتھ آتے تینوں لوگوں نے تین چیئرز دو آمنے سامنے اور ایک بیچ میں رکھی۔تینوں چیئرز کے بیچ چار پانچ قدم کا فاصلہ تھا۔

''کون ہو تم؟'' تاثیر صاحب نے ڈائریکٹ ابراز سے پوچھا۔انکی چھٹی حس پہچان چکی تھی وہ کون ہو سکتا ہے؟

''آپ کا ہونے والا داماد۔'' کہتے ہی وہ چیئر پر بیٹھا۔ساتھ تاثیر صاحب کو بھی اشارہ کیا جنہوں نے نظر انداز کر دیا۔

”بکواس بند کرو۔“ وہ دھاڑے۔ تبھی ابراز کے اشارے پر ایک آدمی نے انہیں زبردستی پکڑ کے بٹھایا۔

”تاثیر صاحب! سنا ہے آپ کا بیٹا بہت ذہین ہے۔ آپ کی آخری امید ہے۔ بڑھاپے کا سہارا۔ اگر وہ نہ رہے تو؟“ ابراز نے ٹانگ پر ٹانگ رکھے کہا۔ ایک ٹانگ میں شدید درد کا احساس ہوا جو اس نے اوپر رکھی تھی۔

”تم ہوش میں ہو؟“ ایک بار پھر وہ چلاتے اٹھ کھڑے ہوئے۔

”یار، بٹھاؤ انہیں۔ پورے بیگم صاحبہ پر گئے ہیں۔ وہ بھی انہی کی طرح جذباتی ہے۔ اپنا نقصان کرنے والی۔“ مزاحیہ انداز میں کہتے آخر میں وہ سنجیدہ ہوا۔ آدمی نے پھر تاثیر صاحب کو بٹھایا اور انکے پاس آ کھڑا ہوا تاکہ وہ اٹھ نہ پائیں۔ اب کے تاثیر صاحب خاموش بیٹھے رہے۔ کیونکہ جانتے تھے عقلمندی اسی میں ہے۔

”کول ڈاؤن تاثیر صاحب۔ آج تک میرے باپ نے بھی مجھ سے اس لہجے میں بات نہیں کی جس لہجے میں تمہاری بیٹی بکواس کر کے گئی ہے۔“ ٹھنڈے ٹھار لہجے میں وہ گویا ہوا۔

”جس طرح آپ کا بیٹا آخری امید ہے اسی طرح میں اپنے باپ کی آخری امید ہوں۔ اگر مجھے کچھ ہوا یا میں نے خود سے خود کو نقصان پہنچایا تو ڈیڈ لاشیں گرا دیں گے آپ کے خاندان کی۔“ ابراز کا ایک ایک لفظ انکے دل میں ہوتا درد مزید بڑھا رہا تھا۔ وہ بے خوفی سے اپنا زہر اگل رہا تھا جو حجاب تاثیر کا تھپڑ اس کے اندر بڑھا گیا۔

”تو میری بات غور سے سنیں، حجاب تاثیر آپ کی بیٹی کل تک اسے راضی کریں مجھ سے نکاح کرنے کے لئے۔ ورنہ یقین جانیں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔ راتوں رات غائب ہو جائے گی آپ کی بیٹی۔ ملی بھی تو پہلے کی طرح۔“ وہ رکا۔ اس کی ہنسی تاثیر

صاحب کو زہر سے بھی زیادہ زہریلی لگی۔ حیات صاحب خود اپنے بیٹے پر شرمندگی کے بجائے فخر کر رہے تھے۔

"آپ سمجھ گئے ہونگے۔" کہتے ہی وہ اٹھا اور قدم بڑھاتا انکے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"اور ہاں یہاں سے بھاگنے کا سوچنا بھی مت۔ یہ شہر ڈیڈ کے انڈر کنٹرول میں ہے۔ اتنی تفصیل کبھی پیپر میں لکھ کر نہیں آیا۔ اب بھی کھوپڑی خالی ہے تو یاد رکھنا بیٹا ہوگا ڈرگز کے کیس میں سلاخوں کے پیچھے، بیٹی۔" ابراز نے انکے سر پہ دو انگلیوں سے ٹھونک لگاتے کہا اور قہقہہ لگا کے ہنسا اور ہنستا چلا گیا۔ تاثیر صاحب کا ایک ہاتھ نیچے ڈھلک گیا۔ بیٹی کا سن کر انکی روح کانپ اٹھی۔ انکی آنکھ سے ایک ننھا سا موتی گال پر پھسلا۔

"چلیں ڈیڈ۔" رازی کے اشارے پر تینوں لوگ الرٹ ہو کر اس کے پیچھے چل دیے۔ حیات صاحب سینہ چوڑا کر کے فخر سے بیٹے کے پیچھے چل دیے۔

"بابا۔"

اسامہ بھاگتا ہوا آیا۔ جیسے ہی اس نے باہر دو گاڑیاں کھڑی دیکھیں وہ فوراً گودام کے اندر باپ کے پاس آیا اور انہیں روتا دیکھ وہ خود نڈھال ہو گیا۔

☆.....☆.....☆

"گڈ ایوننگ میم۔"

وہ بچوں کو ٹیوشن چھوڑ کر گھر کے لیے نکلی تھی۔ ابھی وہ ایک اسٹاپ پر رکی تھی کہ اسے اپنے شوہر کے آفس سے کال وصول ہوئی جسے دیکھ کر وہ حیران رہ گئی۔

"گڈ ایوننگ، جی کہیں آج مجھے کیسے یاد کیا؟" فون ریسیو کرتے ہی وہ نہایت مؤدب لہجے میں گویا ہوئی۔

''میم! وہ سر امپورٹنٹ میٹنگ میں ہیں انہیں ارجنٹ ایک فائل چاہیے جو انہوں نے آپ کی کار میں رکھی تھی۔'' وہ لڑکی ایک ہی سانس میں بولتی اسے حیران و پریشان کر گئی۔

''میری کار؟ آر یو شیور؟ ان کی اپنی کار ہے میری کار میں کیوں رکھیں گے؟'' سگنل کی گرین لائٹ ہوتے ہی وہ اپنی کار آگے بڑھا گئی۔ اسے عجیب سا لگ رہا تھا اس کا شوہر تو کبھی اس کی کار لے کر ہی نہیں گیا پھر فائل کیسے رہ گئی؟

''آئی ڈونٹ نو میم، آپ سیٹ کور میں چیک کریں۔ سر نے وہیں کا بتایا تھا۔''

اپنی سوچوں میں الجھی وہ کوئی پارکنگ ایریا دیکھ کر کار روکنے کا سوچ رہی تھی کہ دوسری طرف کی بات سن کر گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

''ویٹ آمنٹ۔''

ایک شاپ کے باہر اسے خالی جگہ ملی جہاں آس پاس کافی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ اس نے کار ریورس کر کے وہیں کھڑی کی اور خود فون وہیں فرنٹ سیٹ پر رکھ کر کار سے باہر نکل کر پچھلی سیٹ کور زدیکھنے پیچھے والی سائیڈ پر آ گئی۔ پچھلی سیٹ کور میں اندر ہی ایک فائل رکھی تھی جسے دیکھ وہ حیرت زدہ رہ گئی اور فائل لے کر فرنٹ سیٹ پر آ بیٹھی۔ ساتھ سیٹ پر پڑا فون کان سے لگایا۔

''ہاں ہے، اوکے میں خود لے آتی ہوں۔ ویسے میٹنگ کب تک ختم ہو گی؟'' فائل رکھ کے اس نے فوراً کار اسٹارٹ کی۔

''میم! جلد ہی تقریباً دس منٹ میں۔ آپ کے پاس جو ہے وہ اوریجنل ہے اس کی کاپی ہمارے پاس ہے، وہ میٹنگ کے لئے نہیں ہے بس کلائنٹس کو دینی ہے۔''

''اوکے۔'' وہ ابھی بھی حیرت کا شکار تھی۔ فون کاٹ کر وہ آفس کی طرف چل دی۔

''یہ لیں فائل۔'' تقریباً بیس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد وہ آفس پہنچی اور آتے ہی سامنے

بیٹھی ریسپشنیسٹ کو فائل پکڑا دی۔

''تھنک یو میم۔'' مسکراتے ہوئے اس لڑکی نے فائل تھامی۔ وہ جانے ہی لگی تھی کہ اسے شوہر کا خیال آیا کیوں نہ وہ اس سے ملکر جائے؟ دل کے شور پر وہ خود حیران تھی۔

''ویسے سر کہاں ہیں؟'' جھجکتے ہوئے اس نے پوچھ ہی لیا لیکن اسے سمجھ نہیں آئی وہ شوہر ہے آخر ملنے میں جھجک کیسی؟

''میم! وہ اپنے کیبن میں ہیں۔'' لڑکی نے رائٹ سائیڈ پر اشارہ کیا۔

''کوئی ہے تو نہیں اندر؟'' اس نے جاننا مناسب سمجھا۔

''میم علیزہ۔'' ایک قدم کیبن کی طرف بڑھایا تھا کہ یہ نام سن کر ٹھٹک کر رک گئی۔

''یہ کون ہے؟ آج سے پہلے تو نہیں تھی؟'' وہ خود نہیں جانتی۔ لہجے میں غصے کی رمق کیسے آئی؟

''س۔ر۔سر۔ک۔ک۔کی و۔ا۔وائف۔'' وہ لڑکی ڈرتے ڈرتے بامشکل بول پائی۔ ساتھ ایک قدم پیچھے ہوئی کہ کہیں سامنے رکھا کرسٹل ہی سر پر نہ دے مارے۔

''دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟'' وہ چلا اٹھی۔

''سوری ہونے والی۔ نیکسٹ ویک انکی شادی ہے۔'' ایک ہی سانس میں بولتی وہ تھوڑا اور پیچھے کھسکی۔

''کس نے کہا۔ پاگل ہو تم۔'' دانت پیستے وہ گویا ہوئی۔

''م۔میں۔آپ۔کی۔ک۔کسی س۔سے بھی پوچھ لیں صبح سر نے اناؤنس کیا تھا۔'' وہ لڑکی کہتے ہی فائل اٹھا کے دوڑی جبکہ وہ ایک ایک قدم اٹھاتی اپنے شوہر کے کیبن کی طرف بڑھی۔ سامنے کا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔ سامنے رکھے لیپ ٹاپ پر وہ دونوں کسی سے ہنس ہنس کے باتیں کر رہے تھے۔

وہ ماؤف ذہن کے ساتھ ایک ایک قدم پیچھے بڑھا رہی تھی۔ سامنے نظر آتا منظر پل پل دھندلا رہا تھا۔ دماغ میں دھماکے ہو رہے تھے اور۔ دل۔ دل غم کی شدت سے پھٹ رہا تھا۔

''صرف منہ مارتا ہوں نا؟ ایسا نہ ہو تمہاری یہ بے عتنائی دیکھ کر کسی دن دوسری شادی کر لوں۔'' وہ چیخ رہا تھا۔ اس کے کانوں میں بار بار یہی جملہ دوڑ رہا تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھے۔ وہ اس آواز سے دور جانا چاہتی تھی اس دوغلے انسان سے دور۔ وہ یکدم بھاگتی ہوئی گلاس وال دھکیل کر باہر آ گئی۔ آنسو بیدردی سے رگڑتے اس نے کار اسٹارٹ کی۔

''کبھی پاس بیٹھ کر محسوس کرنا۔ نہ شراب کی بو آئے گی نہ نشے میں دھت ملے گا۔''

''تم بہت خوب صورت ہو پر افسوس خوب سیرت نہیں۔''

''دین تو کہتا ہے ناچنے والی سے نفرت نہ کرو تم نیک لوگوں میں عیب ڈھونڈتے پھرتے ہو؟''

''تمہیں حق نہیں تم میرے اور اللہ کے درمیان آؤ۔''

دماغ پر مسلسل ہتھوڑے پڑ رہے تھے۔ یہ آوازیں اسے جینے نہیں دے رہی تھیں۔ اگر یہ بند نہ ہوئیں تو یقیناً وہ پاگل ہو جائے گی۔ آج وہ کسی ننھے بچے کی طرح سسک کے رو رہی تھی۔

شام کے اس ٹائم جہاں سڑکوں پر گاڑیوں کا ہجوم تھا وہ بلا خوف و جھجک فل سپیڈ میں گاڑی دوڑائے جا رہی تھی۔ وہ کہیں دور جانا چاہتی تھیں جہاں یہ آوازیں نہ ہوں۔ کوئی نہ ہو بس وہ۔ اکیلی، تنہا کسی ویرانے میں۔ جہاں اسے اپنی آواز تک نہ سنائی دے۔ بس خاموشی ہو صرف خاموشی۔

فل سپیڈ سے کار آگے بڑھاتے اس نے یوٹرن لیا۔ ہاتھ کی پشت سے آنکھ کو رگڑا تو سامنے کا منظر کچھ واضح ہوا۔ سگنل کی ریڈ لائٹ دیکھ کر بھی وہ نہ رکی۔ اسے بس ان آوازوں سے دور جانا تھا۔ ابھی وہ اگلا سگنل توڑتی، اس سے پہلے اس کا موبائل رنگ ہوا۔ اس نے بنا

دیکھے کپکپاتے ہاتھوں سے فون اٹھایا۔

"ہیلو۔"

دوسری طرف کی آواز سن کر وہ ہچکیاں لے کر رو دی۔

"بابا! سب ختم ہو گیا۔ سب دھوکے باز ہیں یہاں۔ ہر کسی کو میں مجرم لگتی ہوں۔ عائشہ بھی مجھے غلط کہتی ہے، اور اس دھوکے باز نے دوسری شادی کر لی۔ مجھے برباد کر کے وہ سکون میں ہے۔ اسے نہ کل میری پرواہ تھی نہ آج ہے۔ سب جھوٹ بولتے ہیں۔ سب۔ آپ نے بھی میرے ساتھ غلط کیا۔ کاش مجھے سے ایسی زندگی کی التجا کرنے سے پہلے مار دیتے۔ اب دیکھیں یہ آوازیں یہ مجھے مار دینگی۔ بابا مجھے مار۔ آ۔ آ۔ آ۔" ٹائروں کی چڑچڑاتی آواز فون کے دوسری سائیڈ سنتے شخص کا دل ہلا گئی۔

"حجاب۔" وہ چیخے۔

"ٹوں۔ ٹوں۔ ٹوں۔"

دوسری طرف فون بند ہو چکا تھا۔

☆.....☆.....☆

"حجاب تاثیر۔" لال دوپٹہ اوڑھے، وہ آج خود سے بھی خفا تھی۔ کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا یہ شخص اس کا شوہر بنے گا جس کے پاس آتے ہی وہ نفرت سے منہ پھیر لیتی۔

"کیسا فیل کر رہی ہو اس کافر کی منکوحہ بن کر؟" عین اس کے سامنے رکھی کرسی پر وہ آ بیٹھا۔ ابراز حیات کی پوسٹ مارٹم کرتی نگاہیں اس کا وجود جھلسا رہی تھیں جیسے آنکھوں کے ذریعے نگل لے گا۔

"بہت بے چین تھا نقاب کے پیچھے چھپے اس چہرے کو دیکھنے کے لئے۔ پہلے اس سے

خوبصورت چہرہ میرے لئے کوئی نہیں تھا۔اب نفرت ہے اس صورت سے۔'' وہ مسکراتا ہوا اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔حجاب کا دل چاہ رہا تھا اس کا منہ نوچ لے۔جو اپنی غلیظ نظریں اس کے پاکیزہ وجود پر جمائے ہوئے تھا۔

''ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ بہت غصہ آرہا ہے نا؟'' وہ مسلسل اس کا ضبط آزما رہا تھا۔ٹانگ پے ٹانگ رکھے بیٹھا، وہ اسے اس وقت زہر لگا۔

''مجھے بھی آیا تھا جب پانچ سال کی بنائی گئی میری عزت کو دو کوڑی کا کر کے رکھ دیا۔'' وہ اس پر جھکتے ہوئے ٹھوڑی کو سختی سی انگلیوں کی بیچ دبوچتے ہوئے غرایا۔دوسرے ہاتھ سے جیب میں رکھی سگریٹ اور لائٹر نکالیا، سگریٹ سلگا کر پہلی کش کے ساتھ ہی نکلتا دھواں اس کے منہ پر چھوڑا۔

''مس حجاب! تمہاری آزمائش کا سفر آج سے شروع ہوتا ہے۔''

حجاب بری طرح کھانسنے لگی۔اس نے منہ پھیر لیا۔شراب اور سگریٹ کی بو اس کے نتھوں سے ٹکرا ٹکرا کر اسے پاگل کرنے کو تھی۔اس کا اشارہ دھوئیں کی طرف تھا اب سے وہ بھی اسی طرح اس کی مٹھی میں قید ہوگی۔

''آج بھی پی کر آیا ہوں اس کے بغیر جشن ادھورا ہے ڈارلنگ۔''

حجاب نے ہاتھ کو ناک پر رکھے اس بو سے بچنا چاہا۔اس کی کوشش دیکھ کر وہ قہقہہ لگا کے ہنسا۔نظریں ان خوبصورت ہونٹوں پر آرکیں۔اسے زچ کرنے کا موقع بھلا وہ کیسے جانے دے سکتا تھا۔

''کمال ہے مشرقی بیوی شوہر کی آنکھوں میں دیکھ کر شرم سے نظریں جھکا دیتی ہے اور تم ایک پل کو ان آنکھوں سے نظریں نہیں ہٹا رہی۔کہیں محبت تو نہیں ہوگئی؟''

وہ اس کے گلابی ہونٹوں پر شہادت کی انگلی پھیرنے لگا۔حجاب کے پورے وجود میں انگارے دہکنے لگے۔اس کا ضبط یہیں تک کا تھا۔وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر بے خوفی سے بولی۔

''شرم آتی ہے مگر ان آنکھوں کو دیکھ کر نہیں۔تمہیں اپنا شوہر مانتے ہوئے۔اور محبت وہ بھی تم سے؟ ساری زندگی محبت کی بھیک مانگتے رہو گے مجھ سے لیکن یہ پتھر موم نہیں ہوگا۔اور جس دن میں نے خود اقرار کیا محبت ہے تم سے، سمجھ لینا ہار گئی حجاب تاثیر۔'' نفرت وحقارت سے کہہ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔انگلی کے بیچ دبی سگریٹ اچھال کے وہ اس کے قریب چلا آیا۔ایک پل کو حجاب، اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر خوفزدہ ہوگئی لیکن جہاں اگلے لمحے حجاب نے بے خوفی سے اس کی آنکھوں میں دیکھا وہیں ابراز نے اس کا منہ دبوچا۔

''بہت سن لی تمہاری بکواس۔میرے پاس آؤ تو اپنا مائنڈ سیٹ بنا کر آنا اور اپنی یہ لمبی زبان اپنے باپ کے گھر چھوڑ آنا۔سمجھ آئی؟''

اس کا اشارہ سمجھ کر حجاب چیخ اٹھی۔

''کافر ہو تم۔''

''اسی کافر کی بیوی ہو تم جانِ من اور جلد ہی اس کافر کے بچوں کی ماں بنو گی۔'' اسے غصے میں دیکھ وہ مسکرایا۔ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ کچھ اور گہری ہوگئی۔

''دوزخ میں جاؤ گے تم۔'' اس کی چیخ بلند ہوگئی۔

''تمہیں ساتھ لے کر جاؤنگا جانِ من۔'' دل جلانے والا انداز تھا۔نظریں اب بھی اس کے ہوش ربا حسن پر تھیں۔

''سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' حجاب کی سرخ آنکھیں جھلک اٹھیں۔یہ شخص اسے پاگل کر رہا تھا۔

''تمہارا غرور تمہیں لے جائے گا حجاب تاثیر۔'' انگارے برساتی سرخ آنکھوں سے اسے دیکھتے اس نے حجاب کا جبڑا اب کے اور سختی سی دبوچا اور سخت لہجے میں گویا ہوا۔

''انسان سے حیوان تم نے مجھے بنایا۔ اب رخصتی اس ماہ کے بجائے کل ہوگی، انکار کیا یا زبان کھولی تم نے تو یاد رکھنا کل رخصتی سے پہلے تمہیں سب کی نظروں کے سامنے سے اٹھا لے جاؤنگا۔ انڈر اسٹینڈ۔'' قہر برساتی نظر اس پر ڈال کر وہ اس کا آج کا سکون بھی لے گیا۔ حجاب کرنٹ کھا کر اس سے دور ہوئی اسے خود سی کراہت محسوس ہوئی۔

وہ اس کی پیشانی پر جھک کر اپنے ہونٹوں کا لمس چھوڑ کے جا چکا تھا۔ وہ جانتا تھا اب ساری رات وہ اپنی پیشانی دھو کر گزارے گی اور یہی ہوا تھا۔ اس کے جانے کے بعد حجاب تاثیر نے رگڑ رگڑ کر اپنی پیشانی صاف کی۔

ابراز کے جانے بعد وہ واش روم کی طرف دوڑی۔ ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ پانچ۔ بار منہ دھونے کے بعد بھی جب گندگی کی بو نہ گئی اس نے صابن سے تقریباً رگڑ رگڑ کے پیشانی لال کر دی اور منہ پر پانی کے چھینٹے مار کر وہ واش روم سے باہر آ گئی۔

ایک ایک قدم اٹھاتی وہ ڈریسنگ کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ نوچ کے اپنا لال دوپٹہ اتارا۔ نظر اپنے چہرے پر گئی تو پہلی بار اسے اپنے چہرے سے نفرت محسوس ہوئی جسے وہ دیکھنے کے لئے ہر بار اسے ذہنی اذیت دیتا۔ آج یونی میں واقعہ کے بعد وہ کتنا روئی تھی۔ جویریہ اسے گھر تک چھوڑ کے اپنے گھر چلی گئی تھی۔ ساتھ اس کی امی کو آج والا پورا واقعہ سنایا۔ حجاب تو اس قدر خوفزدہ ہوگئی تھی اس شخص سے کہ پورا دن بخار میں پھنکتی رہی۔ ایک اذیت، عذاب سے وہ گزر رہی تھی کہ اسے امی نے آ کر موت کی خبر سنا دی۔

''امی۔ امی۔'' اسامہ چلا چلا کر اپنی ماں کو پکار رہا تھا۔ ساتھ اپنے باپ کو سہارا دے کر کھڑا

تھا۔ کچن میں کام کرتی آمنہ دوڑتی ہوئی آئیں۔ آ کر دروازہ کھولا تو اپنے شوہر کو اس حالت میں دیکھ کر انکے اوسان خطا ہو گئے۔ جو اپنے بیٹے کے سہارے بمشکل کھڑے تھے۔

"اللہ، کیا ہوا اسامہ انہیں اندر لے آؤ۔"

ایک بازو سے اسامہ نے سہارا دیا جبکہ دوسرے سے آمنہ نے۔ دونوں سہارا دے کر تاثیر صاحب کو ڈرائنگ روم میں لے آئے۔ انہیں بٹھا کر آمنہ فوراً پانی لینے چلی گئی۔

"انہیں کیا ہوا ہے اسامہ۔" تاثیر صاحب کے ہونٹوں سے پانی لگاتے آمنہ پریشانی سے گویا ہوئیں۔ تبھی تاثیر صاحب نے پانی کا گلاس ہاتھ سے پیچھے کیا اور دونوں ہاتھ چہرے پر رکھے بلک بلک کے رونے لگے۔ انکو روتا دیکھ آمنہ کا جسم لرزنے لگا۔ بیجان سا وجود سوال کرنے سے بھی قاصر تھا۔ اسامہ خود انہیں روتا دیکھ ڈر گیا۔ حجاب جو بلینکٹ میں گھسی آنسو بہا رہی تھی اور اپنی اسائنمنٹ مکمل کرتی ثنا بھی انکی آواز سن بھاگتی ہوئی آئی۔

چاروں اس اونچے چوڑے مرد کو روتا ہوا دیکھ رہے تھے۔ کسی میں ہمت نہ تھی کہ سوال کرے۔ آمنہ، حجاب اور ثنا کی بھی آنکھیں انہیں روتا دیکھ نم ہو گئیں۔ انکے باپ تو انکے لیے آئیڈل تھے جو ہمیشہ انہیں آگے بڑھنے کا حوصلہ دیتے۔ خود کہتے "مایوسی کفر ہے۔" جو حالات کے ساتھ آگے بڑھنے کا کہتے نہ کہ اس برے وقت کو روتا ہوا گزارنے کی تلقین کرتے اور آج وہ خود۔

"میر۔ میری۔ ب۔ بیٹیاں آمنہ اس درندے کی نظروں میں آ گئی ہیں۔ میں انکی حفاظت نہ کر سکا۔ وہ آیا تھا۔ کہہ گیا ہے وہ میری بیٹیوں کو۔ اغوا۔" جان تو پہلے ہی جسم میں نہ تھی شوہر کو اس طرح دیکھ کر اب لگتا ہے روح بھی جسم کا ساتھ چھوڑ گئی۔ الفاظ تھے یا موت دھمکی آمنہ جان نہ سکیں۔

''وہ۔'' رازی سے ہوئی پوری بات وہ کہتے چلے گئے۔ ثنا نے خوف سے ماں کو دیکھا۔ اسامہ خود ساری بات سن کر پریشان ہو گیا۔ حجاب جو اَب تک کمزوری کے باعث بیجان تھی اب نجانے کہاں سے ہمت آئی کہ کہہ اٹھی۔

''میں اسے اس کی اوقات دکھاتی ہوں۔ ڈرتے ہیں کیا ہم اس سے ابھی منہ توڑ کے۔۔۔''

''چٹاخ۔''

حجاب کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔ آمنہ کا ہاتھ اس کے گال پر نشان چھوڑ گیا۔

''امی۔'' وہ بے یقینی سے ماں کو دیکھنے لگی۔

''زندگی کے تیئیس سال میں نے انکے ساتھ گزارے ہیں۔ ایک آنسو تک انکا نہیں بہا۔ نہ میری وجہ سے نہ کسی اپنے کی وجہ سے اور تم؟ سب کو انکے اعمال یاد کروانے والی، اپنے گریبان میں جھانکا ہے؟ آج تک میرے شوہر نہیں روئے صرف تمہاری وجہ سے آج وہ الفاظ تک مکمل نہیں کر پا رہے۔ تمہیں سمجھایا تھا نا جب کتا بھونکتا ہے تو اس کے آگے بھونکتے نہیں بلکہ راستہ بدل لیتے ہیں۔ تمہیں کیا ضرورت تھی اسے جواب دینے کی؟ اس کے کہنے سے کچھ ہو جاتا؟ اگر وہ ہمیں گالی بھی دیتا تو کیا لگ جاتی تھی؟ کیا ہو جاتا؟ بولو تمہارے کہنے سے وہ مان جاتا۔ ہم اعلیٰ درجے کے ہیں؟ اور تم کون ہو اس کے ایمان کو جج کرنے والی؟ حجاب اللہ اپنی حقوق معاف کر دیتا ہے لیکن بندوں کے حقوق میں ناانصافی معاف نہیں کرتا۔ گناہ ہے۔ سخت گناہ ہے۔ آج دیکھو تمہارے جواب نے کیا کیا اس کے غصے کو تم نے ہوا دی۔ اس نے تمہارا نقاب کھول دیا۔ تم نے تھپڑ مارا تو وہ آ کر میرے شوہر کو دھمکا گیا۔ اگر تم وہاں سے چپ چاپ نکل جاتیں تو تمہاری یہ قینچی سے چلتی زبان جل نہیں جاتی۔ ہم چلو اس خاتون سے جا کر

مل آتے۔ معافی مانگ آتے۔ اگر انہیں برا لگا ہو تو۔ وہ لڑکا خود پیچھے ہٹ جاتا تم جو ہر بار اس کے غصے کو ہوا دیتی ہو، آج دیکھو وہ آ کر اس مقام پر پہنچ گیا۔"

حجاب چہرے پر ہاتھ رکھے انکی ایک ایک بات سن رہی تھی لیکن اب بھی وہ خود کو غلط نہیں سمجھ رہی تھی۔ اس کی غلطی تھی ہی نہیں۔ تھی تو بس اس شخص کی۔ تاثیر صاحب خاموش بیٹھے تھے۔ انکی آنکھیں خشک تھیں۔ بیوی کے لفظ لفظ سے جیسے پہلے ہی واقف تھے۔ اسامہ، ثنا بھی خاموش کھڑے تھے۔ اسامہ ابھی خود میٹرک میں تھا اس میں ہمت نہیں تھی کہ ان بڑے لوگوں سے مقابلہ کر سکے۔

"حجاب! یہ زبان ہے نا اچھے اچھے گھر تباہ کر دیتی ہے۔ اس کے الفاظ تیر کی طرح دل میں جا گھستے ہیں اور آ گر وہ شخص اللہ کے سامنے رویا نا تو حساب تمہارا اللہ کا نہیں رہیگا بلکہ اس شخص سے تمہارا ہوگا۔ جب تک وہ معاف نہ کرے اللہ بھی نہیں کریگا۔"

وہ خاموش کھڑی رہی تبھی آمنہ نے ایک فیصلہ کیا جسکو سوچ کر خود انکا دل رضامندی نہیں دے رہا تھا۔

"آپ انہیں ہاں کہہ دیں۔"

آمنہ کی بات سن کر سب انہیں دیکھنے لگے۔ کسی کو ان سے اس جواب کی امید نہیں تھی۔

"امی۔" حجاب چلا اٹھی، تاثیر صاحب، ثنا اور اسامہ سب حیران تھے اس فیصلے سے۔

"میں نہیں چاہتی اس گھر سے بھی کوئی رانیہ نکلے۔" ماں کے الفاظ حجاب کا دل نچوڑ گئے۔ وہ بھاگتی ہوئی روم میں جا گھسی۔

"حجاب! مجھے انکل اچھے نہیں لگتے۔" آٹھ سالہ حجاب، عائشہ اور رانیہ ٹیوشن پڑھنے اپنے ہی ایک محلے کے پروفیسر کے پاس آتی تھیں جو اپنی بیوی ماں اور بیٹی کے ساتھ وہاں رہتے

تھے۔آج بھی ٹیوشن جاتے وقت رانیہ اداس تھی۔وہ اپنی ماں کو بھی کافی دفعہ انکل کی حرکتیں بتا چکی تھی لیکن اس کی ماں یہی کہتی کہ بچوں کو سب پیار کرتے ہیں۔

''مجھے بھی اچھے نہیں لگتے لیکن امی مانتی ہی نہیں کہتی ہیں یہ سب سے کم پیسے لیتے ہیں۔''

حجاب نے منہ پھلا کر کہا تو عائشہ بولی۔

''اب انکل پاس بٹھائیں نا، کہنا میری طبیعت ٹھیک نہیں گھر جانا ہے۔'' عائشہ کی بات پر دونوں نے سر ہلایا۔تینوں باتیں کرتے کرتے سر کے دروازے تک پہنچ گئیں۔

دروازہ انکی بیوی نے کھولا۔وہ کہیں جا رہی تھی انکی گود میں انکی چھ ماہ کی بیٹی تھی۔انکے ساتھ انکی ساس بھی تھیں۔انکل کی بیوی مسکراتے ہوئے تینوں سے ملیں اور انہیں اندر بھیج کر خود ساس کے ساتھ باہر نکل گئیں۔ساتھ تلقین بھی کی۔

''بچوں انکل بس آ رہے ہیں تب تک تم لوگ اپنا ہوم ورک کر لو۔''

تینوں سر ہلاتے اندر جا کر چپ چاپ اپنی جگہوں پر بیٹھ گئیں۔

''رانیہ بیٹا! کل جو یاد کرنے کے لیے دیا تھا وہ کر کے آئی ہو؟'' وہ شخص بال ٹاول سے رگڑتا آ کر اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھ گیا۔وہ نہا کر آیا تھا۔شرٹ ہلکی گیلی تھی۔

''نہیں انکل، کل دادو آئی تھیں اور میری کزنز بھی تو میں یاد کرنا بھول گئی۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔شہد رنگ آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو تھے۔گوری رنگت، ناک رونے کی وجہ سے سرخ ہو چکی تھی۔سامنے بیٹھے شخص کی آنکھوں میں لمحوں میں حیوانیت جاگی۔

''آج جب تک تم کل اور آج والا سبق نہیں سناتیں چھٹی نہیں ملے گی۔''

یہ بات سن کر تینوں نے بیساختہ ایک دوسرے کو دیکھا۔پھر یہی ہوا تھا حجاب اور عائشہ کا کام ہوتے ہی انکل نے انہیں جانے کے لیے کہا۔

''انکل! رانیہ کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ آنٹی نے کہا تھا جلدی لے آنا۔''

''تم لوگ نہیں گے تو تمہاری بھی چھٹی بند۔ اب جاؤ کل بھی یہ یہی کہے گی یاد نہیں کیا۔'' وہ شخص دونوں کو دروازے تک چھوڑ آیا اور ٹھک سے دروازہ بند کر دیا۔ حجاب اور عائشہ نے خوف سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ اندر بیٹھی رانیہ کی جان نکل گئی۔ دوستوں کو جاتا دیکھ کر وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔

''مجھ۔ مجھے مما کے پاس جانا ہے۔ مجھے مما کے پاس جانا ہے۔ نہیں پڑھنا۔ نہیں پڑھنا۔'' وہ روتے ہوئے ایک ہی بات دوڑا رہی تھی۔ شہد رنگ آنکھوں میں خوف تھا۔ دردناک خوف۔ وہ شیطان اس کے قریب آیا اور قہقہہ لگا کے ہنسا۔ کچھ دیر بعد کمرے میں چیخیں گونجیں۔

''انکل! دروازہ کھولیں۔ ہم امی ابو کو بلا لائیں گے۔ دروازہ کھولیں۔'' حجاب اور عائشہ جو رانیہ کے انتظار میں وہیں کھڑی تھیں اس کی چیخیں سن کر دروازہ پیٹنے لگیں۔

''بچاؤ۔ مما۔ مما۔ یہ۔ انکل۔''

آٹھ سال کی معصوم بچی کچھ بولتی اس سے پہلے ہی اس شخص نے رانیہ کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اس کی چیخ کا گلا گھونٹا۔ کمرے میں وحشت ناک خاموشی چھا گئی۔

اسے بری طرح نوچ کر اب وہ وحشی درندہ خوف سے اس بچی کو دیکھ رہا تھا۔ اگر کسی کو پتا چل گیا تو؟ یہ سوچ آتے ہی اس کے ماتھے پر پسینے کے ننھے قطرے نمودار ہوئے۔ باہر سے مسلسل بچیوں کی رونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ایک ہی رٹ لگائے وہ واپس اس درندے کو اکسا رہی تھیں۔

''چھوڑو میری دوست کو۔''

اس شخص نے پل بھر کو سوچا پھر دونوں ہاتھ سے بچی کا گلا گھونٹا۔ وہ اپنے ہاتھ پاؤں مارتی اپنی ماں کو پکارتی رہی۔

''بیڈ انکل۔ گندے۔ گندے۔'' باہر سے آتی چیخوں سے اس کا خوف مزید بڑھا اور زور لگا کر اس نے پل بھر میں اس بچی کی چلتی سانسیں روک دیں۔

حجاب نے اپنے کان بند کر دیے۔ ہر رات یہ چیخیں اسے نیند سے جگا دیتیں۔ وہ گھٹنوں میں سر دیئے بلک بلک کے رونے لگی تبھی سکون بھرا لمس اسے اپنے سر پر محسوس ہوا۔ اس نے سر اٹھا کے دیکھا تو سامنے اس کی ماں تھیں۔ وہ انکے گلے لگ رونے لگی۔

''حجاب! یہ وہ رشتہ ہے جو بار بار ٹھکرانے کے باوجود ہمارے در پر آیا ہے۔ جب شادی ہونی ہوتی ہے نا، چاہے کچھ بھی ہو وہ ہو کر رہتی ہے۔ کیا پتہ اس میں تمہاری کوئی مصلحت ہو؟''

حجاب نے نظریں اٹھا کر ماں کو دیکھا جیسے پوچھ رہی ہو مجھے برباد کر کے آپ کو کون سا سکون ملے گا؟ اس کی ماں نے آج دل پر پتھر رکھا تھا تبھی نظر انداز کر کے اس کی پیشانی چومی۔

''سچ بتاؤں تو نشئی کا سن کر۔۔۔'' وہ کہہ کر خاموش ہوئیں۔ حجاب جو جواب کا انتظار کر رہی تھی انکے بات بدلنے پر اس کے ہونٹوں پر زخمی مسکراہٹ رینگی۔

''لیکن میں چاہتی ہوں میری بیٹی برباد نہیں آباد ہو کر وہاں جائے۔ کیا پتا تمہاری آمد اسے سدھار دے۔''

''آپ مجھ سے قربانی مانگ رہی ہیں۔'' وہ ان سے الگ ہو کر غصے سے بولی۔ وہ کچھ کہتیں اس سے پہلے تاثیر صاحب دروازہ بند کر کے اندر آئے اور حجاب کے ساتھ زمین پر بیٹھ گئے۔

''حجاب بیٹے! مجھے خود سے زیادہ بیٹیوں کی عزت عزیز ہے۔'' وہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر رو پڑے۔ حجاب کو آج پہلی بار سب رشتے مفاد پرست لگے۔

''میں سوچ کر بتاؤنگی۔ پلیز بابا۔'' حجاب نے انکے جڑے ہاتھ پکڑ کے ہونٹوں سے لگائے۔اس کے جواب پر دونوں میاں بیوی نے ایک دوسرے کو دیکھا اور تاثیر صاحب اسے گلے لگا کر بیوی کے ساتھ اس کے روم سے نکل گئے۔

کافی دیر سوچنے کے بعد اس نے فیصلہ کیا اب جب برباد ہونا ہی ہے تو اسے بھی کیوں نہ کروں۔بابا نے جو بتایا۔اس کے مطابق وہ لوگ یہ شہر بھی چھوڑ کر نہیں جا سکتے کیونکہ ابراز کے آدمی ضرور باہر ہونگے ان پر نظر رکھنے کے لیے۔

انتقام کی جلتی آگ کو بجھانے کے لئے اس نے مہوش کو میسج کیا۔

''اپنے بھائی کا نمبر سینڈ کرو۔'' ٹائپ کر کے اس نے بے دلی سے سینڈ کیا۔مہوش اب بات تو دور اسے دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی تبھی انہیں چھوڑ کر وہ دوسرے ممبرز کے ساتھ گروپ بنا کر بیٹھ گئی۔پانچ منٹ بعد اسے مہوش کا میسج ریسیو ہوا۔

''کیوں اتنی جلدی دل آ گیا؟ اپنی بات پر قائم تو رہتیں۔'' میسج کے ساتھ مہوش نے نمبر سینڈ کیا۔ساتھ ایول اسمائل ایموجی۔حجاب خون کے گھونٹ پی کر رہ گئی۔مر کر بھی اسے اس شخص سے محبت نہیں ہو سکتی۔تین بار آیت الکرسی پڑھنے کے بعد اس نے ابراز کا نمبر ڈائل کیا۔

''جی فرمائیں آج اس کافر کی یاد کیسے آ گئی۔'' چہکتی ہوئی آواز،حجاب کا دل چاہا منہ نوچ لے۔

''تم جانتے ہو میں حجاب بات۔۔۔'' وہ حیران رہ گئی۔کیا پہلے سے اس کا نمبر سیو تھا اسکے پاس

''جسے برباد کرنا ہو یا آباد اس کی رگ رگ کی خبر رکھتے ہیں۔'' وہ جو اپنے کمرے میں بیزار سا بیٹھا اس کی یادوں میں گم تھا فون سکرین پر حجاب نام دیکھتے ہی اس کا موڈ خوشگوار ہو گیا۔

''مجھے یہ کہنا تھا کہ میں شادی کے لئے۔''

''کریکشن۔شادی نہیں تم سے شادی کے لئے۔'' جہاں اس کی فون نے موڈ خوشگوار کیا

وہیں حجاب تاثیر کی ہار نے یہ خوشی دگنی کر دی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا وہ سامنے ہوتی اور ابراز حیات اس کے سامنے اپنے فیورٹ مشروب سے جشن مناتا۔ پھر اس خوشی کا تو ٹھکانہ ہی نہ ہوتا۔

''بات وہی ہے۔ مجھے بولنے دو یا خود بول لو۔ میں بس یہ کہنا چاہتی تھی کہ میری ایک شرط ہے۔'' وہ زچ ہو کر بولی۔ اس شخص کے ساتھ رہنا تو دور بات کرنا بھی اسے محال لگ رہا تھا۔

''پہلی بات کہ بلیک میلنگ مجھے پسند نہیں۔ میں کروں تو برا نہیں لگتا لیکن کوئی سامنے سے کرے تو دل چاہتا ہے کھڑے کھڑے اسے گنجا کر دوں۔''

حجاب کا ہاتھ بے اختیار اپنے لمبے بالوں پر گیا۔

''آہاں بے بی، تمہیں نہیں کہہ رہا۔ تمہارے بال تو ابھی دیکھنے ہیں۔ تمہارا وہ حجاب میں خود اپنے ہاتھوں سے اتاروں گا۔ آخر تھپڑ جو کھایا تھا۔ یاد ہے نا بے بی۔''

دل جلانے والا انداز تھا۔ حجاب کا پور پور کسی آگ میں جل رہا تھا

''میں تمہارے چچا کی بیٹی نہیں جو بے بی کہہ رہے ہو۔ بھاڑ میں جاؤ، مرو تم۔ میں بھی دیکھتی ہوں کیسے شادی کرتے ہو۔'' وہ پھنکاری

''شرط کیا ہے؟'' ابراز کو جیسے اس پر رحم آ ہی گیا۔

''اب نہیں اب پیر بھی پڑو گے تب بھی شادی نہیں کرونگی۔''

وہ غصے سے کہتی فون بند کرنے لگی تھی کہ ابراز کی اگلی بات نے اس کے چھکے چھڑوا دیے۔

''تمہارے اگلی بات میرے سوال کا جواب نہ ہوا تو یاد رکھنا پندرہ منٹ کے اندر مولوی، گواہ اور نکاح نامہ سب تمہارے سامنے ہونگے اور منہ سے بس قبول ہے نکلے گا۔ سو بی کیئر فل۔'' وہ مزے سے کہتا اسے پل پل اذیت سے نواز رہا تھا

''فہیم احمد اسے برباد کرنا ہے، ایسے کہ کبھی زندگی میں خود اپنے پیروں پر کھڑا نہ ہو سکے۔''

حجاب کے لہجے میں نفرت ہی نفرت تھی۔

''کیا کیا ہے اس نے؟'' ابراز جہاں اس نام پر چونکا۔ وہیں حجاب کے دل میں اس کے لئے نفرت اسے تشویش میں مبتلا کر گئی۔

''None of your business'' سکون سے جواب آیا۔

''بے مقصد اپنے باپ کو سلام نہیں کرتا تمہارا کام کیوں کرونگا؟'' وہ بھڑک اٹھا۔ دماغ بس فہیم احمد پر الجھا تھا۔

''ہی از ریپیسٹ۔''

پل بھر کو دونوں طرف خاموشی چھا گئی۔ پھر ابراز کا قہقہہ گونجا۔ وہ ہنسا تو ہنستا چلا گیا۔ حجاب کو وہ کوئی پاگل لگا۔

''کبھی کبھی دل کرتا ہے مولوی بن جاؤں لیکن تمہاری باتیں یاد آتی ہیں تو احساس ہوتا ہے مسجد میں پیر رکھنے کے قابل بھی نہیں۔ گڈ بائے بے بی تمہاری بات سنے بغیر کال کاٹ دونگا کیونکہ تمہارے منہ سے صرف اقرار اچھا لگتا ہے جو آج تک سنا نہیں۔ انکار سے سخت نفرت ہے خاص کر تمہارے منہ سے سو بے پر پیریڈ کل رات نو بجے کی نیوز ضرور سننا جو تمہاری شرط کے مطابق ہوگی اور ٹھیک اگلے دن تین بجے ہمارا نکاح ہوگا۔'' کہتے ساتھ ابراز نے کال کاٹ دی۔ حجاب کو آج پہلی بار وہ شخص عجیب لگا۔ بہت عجیب۔

☆.....☆.....☆

پورا دن نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اس شخص کو سوچ رہی تھی جس سے وہ شرط رکھ بیٹھی۔ اگر پوری کر دی تو؟ نہیں۔ نہیں۔ یونی میں اس کا دن ابراز حیات کی سوچوں کے گرد ہی گھومتا رہا۔ جس بے چینی سے وہ رات کا انتظار کر رہی تھی گھر پہنچ کے بھی اسے سکون نہ ملا۔ وہ پورے گھر

میں چکر کاٹتے سوچتی رہی کس طرح اپنی ماں کو اس نئی حرکت کا بتائے۔ وہ بتانے کا سوچتی بھی تو اسے گال پر پڑا تھپڑ یاد آجاتا۔ بیشک وہ ہاں کی امید لگائے بیٹھے تھے لیکن صبح سے اس کی ماں نے اسے تنگ نہ کیا۔ الٹا حجاب کوشش میں رہی کہ وہ اس سے پوچھ لیں۔ اسی کشمکش میں پورا دن گزر گیا لیکن اس نے اپنا کارنامہ نہیں بتایا۔

"جی ناظرین! آج ہم آپ کے ساتھ حاضر ہیں کچھ اہم خبروں کے ساتھ۔ سب سے پہلے آج کی اہم خبر۔ مشہور تنظیم کے ممبر فہیم احمد آج ایک ہوٹل میں لڑکی کے ساتھ شرمناک حالت میں پایا گیا۔ جو لگ بھگ انکی بیٹی کی ہم عمر ہے اور تحقیقات سے پتا چلا ہے یہ صرف آج کی نہیں بلکہ ہر رات کی کہانی ہے۔ روز ایک نئی لڑکی کو انکے ساتھ دیکھا گیا ہے۔ آج یہ بات سورسز کے ذریعے منظرِ عام پر آئی جو فہیم احمد کے لیے بہت بڑا دھچکا ہے۔ جی ناظرین! آپ نے صحیح سنا۔ ابھی ابھی خبر آئی ہے ان کی انہی حرکتوں کی وجہ سے انکی وائف نے خلع کا کیس بھی دائر کیا ہوا ہے۔ یہی نہیں ناظرین، انکے گھر سے تقریباً نوے لاکھ بلیک منی برآمد ہوا ہے۔" وہ آگے بھی آج کی تازہ خبریں سنا رہی تھی لیکن حجاب کو جو سننا تھا وہ سن چکی تھی وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ کمرے میں آکر سب سے پہلے یہ خوشی اس نے اپنے رب سے شیئر کی۔ دو نفل نماز ادا کر کے آج وہ رو کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر رہی تھی۔ رانیہ اس کے لیے کیا تھی خدا بہتر جانتا ہے۔ آج تک وہ اس کی دعاؤں میں رہی ہے۔

مجھے بھی یاد رکھنا
جب لکھو تاریخِ وفا غالب
کہ میں نے بھی لٹایا ہے
کسی کی محبت میں سکون اپنا

کئی سالوں بعد وہ اس دن سکون بھری نیند سوئی تھی۔ لیکن اگلا دن اس کے لیے کسی طوفان سے کم نہ تھا۔ وہ اپنا کہا سچ کر گیا۔ حجاب تاثیر کے جملہ حقوق اس شخص کے نام ہوئے جس سے اس نے اپنی زندگی میں فہیم احمد کے بعد سب سے زیادہ نفرت کی تھی۔

''ویلکم بے بی۔'' حجاب ابھی گھر میں داخل ہی ہوئی تھی کہ سامنے وہ شخص اپنی پوری آب و تاب سے بیٹھا اس کا دل دہلا گیا۔ اس کی ماں ساتھ ہی کھڑی تھی۔ اسامہ اور ثنا گھر میں نہیں تھے۔ وہ اکثر اس کے بعد ہی آتے تھے۔ اس کے بابا سر ہاتھوں میں دیے ابراز حیات کے ساتھ بیٹھے تھے۔

''حجاب۔'' اسے دیکھتے ہی اس کی ماں تقریباً دوڑتی ہوئی اس کے پاس آئی۔

''اس دن جب پوچھ پوچھ کر بیزار ہو گئی تھی تب جواب کیوں نہیں دیا؟ اور اب اس طرح تماشا بنا کر رکھ دیا ہے ہمارا۔ وہ اب پورے باراتی لے آیا ہے بس تمہارا انتظار کر رہا ہے۔'' اس کی ماں نے اس کا بازو دبوچ کر دھیمی آواز میں دانت پیستے کہا۔

''ام۔ امی۔ می۔ میں۔ نے۔ کو۔ کوئی۔ ہاں۔ نہیں۔ کی۔ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔'' حجاب ماں کو غصے میں دیکھ کر اپنے بچاؤ کے لئے جھوٹ بول گئی۔ اس کی ماں نے آنکھیں سکیڑ کے اسے دیکھا جیسے سمجھنا چاہ رہی ہو ابراز بھی اس کی آواز بخوبی سن چکا تھا۔

''پانچ منٹ میں جو کر سکتی ہیں کریں۔ اگلے پانچ منٹ بعد ہمارا نکاح ہے۔ میں اسی وقت اس کے جھوٹ کا پردہ فاش کر سکتا ہوں لیکن اب یہ میری عزت بنے گی۔ تمیز، احترام، تربیت اب صرف میں ہی اس کی کرونگا۔'' وہ نہایت ٹھنڈے لہجے میں کہہ کر اس کا سکون برباد کر گیا۔

''حجاب بیٹے! کیا تم نے کل اسے کوئی امید دلائی تھی۔''

اپنے بابا کی بات سن کر وہ سر جھکا گئی اور آج پہلی بار حجاب نے دیکھا اس کے بابا کا سر

صرف اس کی وجہ سے شرمندگی سے جھکا تھا اور اگلے پانچ منٹ بعد حجاب تاثیر کے ساتھ ابراز حیات کا نام جڑ گیا۔ گواہ مولوی وہ سب اپنے ساتھ لایا تھا جن کو بابا نے ڈرائنگ روم میں بٹھایا تھا۔ نکاح کے بعد اس کی ماں اسے اپنے روم میں چھوڑ گئی۔ اس کی ماں نے نکاح کے لئے اسے صرف لال دوپٹہ اوڑھایا تھا نکاح کے بعد وہ اپنی جیت کی خوشی منانے اس کے کمرے میں آیا تھا اور موت سی دل ہلانے والی خبر دے گیا۔ صرف ایک ہفتے میں رخصتی؟ وہ دوپٹہ بیدردی سے اتار کر بیڈ پر لیٹ گئی۔ روتے روتے نجانے کس پہر اس کی آنکھ لگی۔

☆.....☆.....☆

''عبایا پہن کر تیار ہو جاؤ ابراز آ رہا ہے تمہیں لینے۔''

حجاب عصر کی نماز پڑھ کے اٹھی تھی کہ ایک اور دھماکے دار خبر اس کی منتظر تھی۔

''کیوں؟ اور آپ کیسے مزے سے کہہ رہی ہیں۔ جانتی نہیں کتنا گھٹیا آدمی ہے؟'' حجاب تو سن کر آگ بگولا ہو گئی۔ ابھی شوہر ہونے کا صدمہ نہیں گیا تھا کہ ساتھ جانے کا غم مل گیا۔

''شاپنگ کرنے جانا ہے اور ہاں وہ ان سے بہتر ہی ہے جو چہروں پر نقاب پہن کر رکھتے ہیں۔ وہ جیسا ہے سامنے ہے، جھوٹا، دوغلا، منافق نہیں۔'' وہ بھی اس کی ماں تھیں، آنکھوں میں دیکھ کر بہت کچھ جتا گئیں۔

''امی آپ مجھے؟'' حجاب پوری آنکھیں کھولے صدمے کی کیفیت میں انہیں دیکھنے لگی۔

''نہیں حجاب، تم ہی میری پریشانی نہیں اور بھی ہیں۔ تمہارے چچا لوگ کہہ رہے ہیں دکان بیچ کے ہمیں اپنا حصہ دو۔ اب بتاؤ محنت ساری تمہارے بابا کی چلو حصہ انکا حق ہے پورا لے لیں لیکن اس طرح اچانک؟ اور کہہ رہے ایک ہی مہینے کے اندر ہمیں رقم دے دو۔ اب بتاؤ ایک مہینے میں کیسے ہو گا سب؟''

''منافق لوگ۔'' حجاب غصے سے بڑبڑائی۔

''حجاب، ایک بات یاد رکھنا۔ منافقت منہ کی بدبو کی طرح ہوتی ہے۔ اپنی کا پتا ہی نہیں چلتا، صرف دوسروں کی بری لگتی ہے۔'' اس کی ماں نے عام سے انداز میں سمجھایا۔ حجاب کا منہ لٹک گیا۔ صبح اس نے اپنے بابا کو بھی شرمندہ کر دیا۔

''امی، میں۔۔۔'' حجاب انکار کرتی اس سے پہلے آمنہ اس کا ارادہ بھانپ گئیں۔

''حجاب، ابراز کا فون آیا تھا۔ اس نے میری اجازت لی تمہیں ساتھ لے جانے کے لئے۔ اب مہربانی کر کے مجھ سے بحث نہ کرنا۔ وہ نیچے آ گیا ہوگا۔ تم عبایا پہن کر جلدی جاؤ۔''

حجاب آنسو پیتی عبایا پہن کر نقاب کرنے لگی۔ ساتھ ایک نظر بیڈ پر بیٹھی ماں کو دیکھا شاید جانے سے منع کر دیں لیکن وہ پتھر بنی بیٹھی رہیں۔

''مجھے مس کیا جانِ من۔'' وہ انگلی پر کی چین گھماتا کار سے ٹیک لگائے گہری نظر سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ ہونٹوں پر جاندار مسکراہٹ آ ٹھہری۔ اس کے ماتھے پر ابھی بھی پٹی لگی ہوئی تھی لیکن ہاتھ اور پاؤں بالکل سلامت تھے۔

''دروازہ کھولو۔'' وہ اسے قہر برساتی نظروں سے نواز کر غصے سے بولی۔ رازی نے پیچھے ہٹ کر کار کا دروازہ کھولا۔ اس کی نظریں حجاب کا پور پور حفظ کر رہی تھیں۔ وہ اس کی نظروں سے گھبرا کر جلدی بیٹھ گئی۔

''بیویوں والی ادائیں ہیں۔'' اس پر جھک کر کہتے وہ مسکرایا۔ ابراز کا ایک بازو کار کے دروازے پر رکھا تھا۔ دونوں یک ٹک ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھنے لگے تبھی حجاب کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

''اپنی نظریں قابو میں رکھو ورنہ یہ آنکھیں نوچ لونگی۔'' وہ دانت پیستے بولی۔ ابراز نے

دوسری سائیڈ پر آ کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔

''دیکھنے کا، سراہنے کا، دیدار کرنے کا حق صرف ان آنکھوں کو ہے۔'' کار اسٹارٹ کر کے وہ حجاب کو آنکھ مار کر بولتا اسے آگ لگا گیا۔ حجاب نے چپ رہنے میں عافیت سمجھی۔ ابراز ڈرائیونگ کرتے ساتھ ایک نظر اسے دیکھتا جو چپ کا قفل لگائے بیٹھی تھی۔ ابراز کو اس کی خاموشی زہر لگ رہی تھی وہ اسے بولنے کا کہہ نہیں سکتا لیکن جانتا تھا اس کے میوزک آن کرتے ہی وہ پٹر پٹر اپنا لیکچر شروع کر دیگی۔

''یہ بند کرو بہت گناہ ہے گانے سننا۔'' گانا شروع بھی نہ ہوا تھا کہ وہ چلا اٹھی۔

''شوہر کی نافرمانی بھی گناہ ہے بیگم صاحبہ۔'' سکون سے کہتا اس کا سکون غارت کر گیا۔

''ایسا شوہر ہو تو فرمانبردار بیوی بھی نافرمان بن جائے۔'' جواب حاضر تھا۔

''تمہارے جیسی بیوی ہو تو کافر بھی مسلمان بن جائے۔''

مزاحیہ انداز میں کہتے وہ اسے تپا گیا۔ اس کی بات کا مطلب وہ اچھی طرح جانتی تھی۔ تبھی اپنا حجاب درست کرنے لگی۔

''گھٹیا انسان۔''

''جیسا بھی ہوں بے بی بس تمہارا ہی ہوں۔'' ہلکی بڑبڑاہٹ بھی وہ سن چکا تھا۔

''ڈرائیونگ پر دھیان دو۔'' کاٹ کھانے والا انداز تھا۔ ابراز جی جان سے فدا ہو گیا۔

''دل نہیں لگ رہا جان۔''

حجاب نے گھوری سے نوازا جسے وہ نظر انداز کرتا اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا جیسے کہہ رہا ہو۔ ہے ہمت تو مقابلہ کرو۔

حجاب کو اس کی بیبا کی دیکھ نئے سرے سے غصہ آیا وہ کیوں اس کے ساتھ آئی؟ وہ اسے

باتوں میں لگا کر سنسان جگہ لے آیا۔ جہاں کوئی نہ تھا ایک پرندہ تک نہیں۔ اور گاڑی ہلکی ہلکی چل کر اب تقریباً رک چکی تھی۔ ویرانہ دیکھ کر اس کا پارہ ہائی ہو گیا۔

''جانِ من بہت حساب ہیں جو تم سے لینے ہیں اب تک صرف تھپڑ کا سوچا تھا لیکن تم نے تو کل انکار کر کے ایک بار پھر میرے اندر کے حیوان کو جگایا۔'' وہ جسکے لہجے میں اب تک شوخی تھی یکدم اپنا لہجہ بدل گیا۔ حجاب جو کچھ کہنے والی تھی خوف سے پیچھے کھسکی ابراز کا جاندار قہقہہ گونجا۔

''جانِ من، یہ بس ہلکا غصہ نکل آتا ہے۔ بے عزتی کا بدلا لونگا مگر ایسا کہ چاہ کر بھی نہ بھولو۔ خیر فہیم احمد نے کس کا ریپ کیا۔''

ابراز کی بات نے جہاں اس کا دل دہلایا وہیں اسے کچھ حوصلہ ہوا۔ شاید اسی بات کے لئے وہ اسے سنسان جگہ لے آیا۔

''کیوں بتاؤں؟'' اپنی تیز چلتی دھڑکن بحال کر کے بولی۔

''نہ مذاق کے موڈ میں ہوں نہ تمہارے نخرے اٹھانے کے موڈ میں۔ سنسان سڑک دیکھ کر سمجھ چکی ہوگی؟'' عام سے انداز میں کہہ کر بہت کچھ جتا گیا لیکن حجاب نہیں ڈری۔

''ایک بچی کا ریپ کیا اس نے۔''

''ہمم۔ تمہارے مطابق اسے کیا سزا ملنی چاہیے؟'' عام سا انداز تھا جیسے پہلے سے سب کچھ جان چکا ہو۔

''زندہ تڑپتے رہنا چاہیے۔'' حجاب کے لہجے میں نفرت تھی۔

''اوکے۔''

''تم کل ہنسے کیوں؟ اور فہیم احمد کو جانتے ہو نا، مجھے اندازہ ہو گیا تھا۔ لیکن تم نے جو اسے سزا دی اس سے صرف اس کا کیریئر تباہ ہوگا مال و دولت تو اب بھی اس کے پاس ہے۔''

حجاب بغور اسے دیکھتے کچھ کھوجنے کی کوشش میں تھی۔

''کچھ نہیں ہے اس کے پاس۔ نہ مال نہ دولت نہ شہرت نہ سکون۔ امیر خاندان کی لڑکی سے شادی کی اس امید میں کہ ساری زندگی بیٹھ کر کھائے گا لیکن افسوس بیوی نے پھنسا دیا۔ ویسے بیوی ہے بڑی خطرناک چیز۔'' اسے اپنی نظروں کے حصار میں رکھے ابراز نے سگریٹ سلگایا۔ حجاب نے نظریں پھیر لیں۔ اس کی پوسٹ مارٹم کرتیں نگاہیں حجاب کو زہر لگیں۔

''بیوی کا کہنا تھا جھونپڑی میں بھی رہ لے گی لیکن عزت سے شوہر کا کمایا کھائے گی، افسوس شوہر ٹیوشنز دینے لگا لیکن فطرت انسان کی نہیں بدلتی۔ لڑکیوں کا شوق پہلے سے تھا۔ اس معصوم بچی کو دیکھ کر وہ جو شریفوں کا ماسک لگائے بیٹھا تھا حیوان بن گیا۔ گناہ چھپانے کے لئے بیوی کے ساتھ وہ اس شہر سے بھاگ گیا۔ وہاں سے اپنے سسرال پہنچا۔ ساری زندگی وہاں رہا۔ سسر کا کھایا، اسی کی پارٹی جوائن کی سیاست میں آیا۔ لیکن کہتے ہیں نا خدا جسے آباد کرے جسے برباد۔ فہیم احمد کے پاس پیسے بہت تھے لیکن قسمت نے ساتھ نہ دیا۔ ایک بیٹی بچپن میں فوت ہوگئی دوسری ابنارمل ہوئی۔ اور کل رات وہ پوری طرح برباد ہوگیا۔ اب نہ گھر کا ہے نہ گھاٹ کا بیوی چھوڑ چکی۔ دوست، رشتے دار سب نے چھوڑ دیا۔ کوئی منہ نہیں لگا رہا۔'' آخر میں وہ ہنسا۔ جان لیوا مسکراہٹ تھی۔ ایک ہاتھ سے سگریٹ پکڑتے ابراز نے دوسرے ہاتھ سے کار اسٹارٹ کی اور اس دفعہ اس کی سپیڈ کافی تیز تھی۔ حجاب جو غور سے اسے دیکھ رہی تھی اچانک کار اسٹارٹ ہونے پر جیسے ہوش میں آئی۔

''فہیم احمد تمہارا کون ہے؟'' حجاب کو پوری تفصیل سن کر یقین تھا اس کا یہ جواب رائیگاں نہیں جائے گا۔

''پھوپھا ہے میرا۔'' جان چھڑانے والا انداز تھا جیسے مزید اس ٹوپک پر بحث نہیں اور حجاب

نے بحث کی بھی نہیں۔ خاموشی سے باہر کا منظر دیکھتی رہی۔ تقریباً آدھے گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد وہ اسے ایک بوتیک میں لے آیا جہاں سے ابراز نے خود اسے شادی اور ولیمے کا ڈریس دلایا اور حجاب کا انٹرسٹ نہ دیکھ کر ابراز کا موڈ خراب ہو گیا۔ وہ ڈریس لیتے ہی اسے گھر چھوڑ کے چلا گیا۔

☆.....☆.....☆

''میں تمہیں لینے آرہا ہوں۔''

وہ ابھی لیکچر لے کر نکلی تھی کہ ابراز کی کال آگئی۔ جسے دیکھتے ہی اس کا اچھا خاصا موڈ خراب ہو گیا۔

''کیوں؟'' پھاڑ کھانے والا انداز تھا۔

''دادی سے ملانا ہے، انہیں ابھی تک یقین نہیں ہمارا نکاح ہو چکا ہے۔'' وہ شاید اچھے موڈ میں تھا، فریش سی آواز تھی۔

''میں ان سے بعد میں مل لوں گی۔'' حجاب نے صاف انکار کیا۔

''مسئلہ کیا ہے؟'' ابراز کو اس کا انکار ناگوار گزرا۔

''مسئلہ یہ ہے کہ تمہارے ساتھ جا کر میں اپنا تماشا نہیں بنوا سکتی میری ایک ریپوٹیشن ہے یہاں۔''

''تمہیں میرے ساتھ جانے میں شرم آتی ہے؟'' ابراز کے ماتھے پر شکنیں ابھریں۔

''ظاہر ہے سب تمہارے ساتھ مجھے دیکھیں گے تو کیا سوچیں گے؟ ویسے بھی میں نے ابھی کسی کو بتایا نہیں نہ بتانے کا ارادہ ہے۔ ابھی یہ کڑوا گھونٹ میں نے ہی ہضم نہیں کیا اور اب فون نہ کرنا۔ اللہ حافظ۔'' حجاب نے جان چھڑا کر جلدی کال کاٹی۔ ساتھ سیل آف کر دیا۔

نجانے کیوں اس شخص کی آواز سے بھی حجاب تاثیر کو نفرت ہے۔

☆.....☆.....☆

دونوں گھروں میں شادی کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں۔ دادو کی خوشی کا تو ٹھکانہ نہیں تھا۔ مہوش بھی دل ہی دل میں خوش تھی لیکن آج تک اپنی بے عزتی نہیں بھولی۔ حیات صاحب نے فیجہ کو بہت مشکل سے راضی کیا تھا۔ ناچار انہیں فیجہ کو ایکسیڈنٹ والی بات بھی بتانی پڑی۔ اس کے بعد وہ شادی کی تیاری میں منہ پر قفل لگائے حصہ لے رہی تھیں اور آخر وہ دن بھی آیا۔ جب شادی ہال میں رسموں کے بعد حجاب کو ابراز کے سنگ جانا پڑا۔ شادی کے یہ پورے دن اس کی ماں اسے سمجھاتی رہی کہ زبان کو کنٹرول رکھنا، شوہر کے حقوق بھی بتاتی رہیں لیکن حجاب کو تو بس ان قریب آتے دنوں میں ایک ہی بات سمجھ آ رہی تھی کہ اس کی شادی ایک شرابی نشئی سے ہو رہی ہے۔

''بہت مس کرتا ہوں تمہیں جانِ من۔''

وہ باپ کے گلے لگ کر کافی دیر روتی رہی۔ اس کے ساتھ چلتا ابراز کب سے اس فلمی سین سے اکتا چکا تھا۔ آخر کار جب وہ سب سے مل کر کار میں بیٹھی۔ اس کے ساتھ بیٹھے ابراز نے اس کا ہاتھ پکڑ کے محبت سے کہا۔

''میں تمہاری گرل فرینڈ نہیں جو ایسے الفاظ بولتے ہو۔'' وہ ہاتھ چھڑا کر تیز لہجے میں بولی۔ ابراز کو اس سے ایسی امید نہ تھی۔ اسے لگا تھا اب تک وہ اس شادی کو قبول کر چکی ہو گی۔

''تمہیں یاد ہے کیفے ٹیریا والا سین جہاں تم نے سب کے سامنے میری بے عزتی کی تھی۔''

ابراز کا لہجہ عجیب تھا جو حجاب کو محسوس ہوا۔

''تم اسی لائق تھے مجھے افسوس نہیں ابراز حیات۔ تم نے جو میری فیملی کے ساتھ کیا تمہاری

وجہ سے میں اپنے بابا کے سامنے شرمندہ ہوں۔" حجاب کا لفظ لفظ نفرت میں ڈوبا ہوا تھا۔

"شٹ اپ۔ حجاب تاثیر، آج کا دن تم اپنی پوری زندگی میں بھول نہیں پاؤ گی۔ عزت گنوانا کیا ہوتا ہے تمہیں آج پتا لگے گا۔" وہ غرایا اور شروعات ہو چکی تھی کیونکہ کار رکتے ہی وہ اسے چھوڑ کے اندر چلا گیا۔ ابراز کی کزنز اسے اندر لے آئیں۔ دادی اور مہوش دوسری کار میں آ رہے تھے۔ ابراز کا اس طرح چھوڑ کے جانا اسے خوف میں مبتلا کر آ گیا۔ کافی دیر وہ اکیلی مہمانوں کی بیچ بیٹھی رہی پھر ایک خاتون نے ہی کہا دلہن کو دولہے کے روم میں چھوڑ آؤ۔ حجاب کو تو بس دادو کا انتظار تھا لیکن آج تو اس کی قسمت بھی اسے دھوکا دے گئی۔ وہ تھر تھر کانپتی ابراز کی کزنز کے ساتھ روم میں پہنچی۔ آج پہلی بار شاید اس کا روم روم کانپ رہا تھا ابراز حیات کے نام سے۔

☆.....☆.....☆

"تمہاری اوقات ہے یہاں بیٹھنے کی؟" ابراز اتنی زور سے دھاڑا کہ اس کا دل کانپ اٹھا۔ ڈیپ ریڈ شرارے میں ملبوس وہ بیڈ پر بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ اس کا دل کسی سوکھے پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔ وہ ویسے ہی گھبرائی سہمی اس کا انتظار کر رہی تھی کہ ابراز روم میں داخل ہوا۔ دروازہ کھولتے ہی تیزی سے اس کی طرف لپکا اور جھٹکے سے اسے بازو سے کھینچ کر اپنے سامنے کھڑا کیا۔

"چٹاخ۔"

وہ اسے تھپڑ سے نوازتا زہریلے الفاظ اس کی سماعتوں سے گزار رہا تھا۔

"زندگی عذاب کر دونگا تمہاری موت مانگو گی تم۔"

اس نے جھٹکے سے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے کھینچتا ہوا روم سے باہر لے آیا۔ وہ سہمی چڑیا کی

طرح اس کے ساتھ کھنچتی چلی جا رہی تھی۔ سیڑھیوں سے اترتے وہ اسے ہال میں لے آیا جہاں مہمان گپ شپ میں لگے ہوئے تھے۔ اس کا پورا خاندان اس وقت ہال میں موجود تھا۔ ابراز نے گرفت ڈھیلی کر کے تقریباً اسے پھینکتے ہوئے اپنی ماں سے کہا۔

''یہ کیا کر رہی تھی میرے روم میں؟ اس کی اوقات ہے میری کمرے میں قدم رکھنے کی؟''

اس کی دھاڑ سے مہوش تک کانپ اٹھی۔ جو پہلی بار اپنے بھائی کا ایسا روپ دیکھ رہی تھی۔

''یہ تمہاری ہی پسند تھی مت بھولو۔'' اس کی ماں نے نخوت سے کہا۔

''پسند تھی، اب نہیں ہے۔ اینڈ مائنڈ اٹ، یہ مجھے اپنے روم میں نظر نہ آئے۔'' وہ اسے قہر برساتی نظروں سے گھور کر اپنے روم میں چلا گیا۔ دروازہ بند کرنے کی آواز نیچے تک سنائی دی۔

دلہن کے روپ میں سجی وہ زمین پر اوندھے منہ گری پڑی تھی۔ اتنے مہمانوں کے سامنے بے عزتی پر پہلی دفعہ اس نے موت کی شدت سے دعا کی۔ اس کی غلطی کیا تھی صرف اتنی کہ خود کو غلیظ نظروں سے بچانے کے لیے وہ پردہ کرتی تھی؟ اس نے سامنے کھڑی مہوش کو دیکھا جو فتح مندی سے اسے دیکھ کر آنکھوں ہی آنکھوں میں کہہ رہی تھی۔

''کیوں اتر گیا پارسائی کا بھوت؟''

اس نے اپنی آنکھیں بند کیں تو گالوں پر آنسوؤں کا آبشار بہہ نکلا۔

''کہا تھا ناں جلتی آگ میں خود کو مت جھونکو..... افسوس ہوتا ہے کہ تم میری بیسٹ فرینڈ رہ چکی ہو۔'' وہ مسکراتی نظروں سے اسے دیکھتے گویا ہوئی۔

☆.....☆.....☆

''منہ بند رکھو اپنا۔ شرم کرو دوست ہے وہ تمہاری۔''

دادو کا پارا ہائی ہو گیا۔ ان سب کی چپ دیکھ کر وہ خود اٹھ کے اس کے پاس آئیں۔ وہاں کھڑے کسی انسان میں انسانیت نہیں تھی۔ تماشا دیکھ کر سب پتھر کی مانند جم کے کھڑے رہے۔

"بچے اٹھ، ادھر آ میری دھی۔" دادو نے خود جھک کر اسے اٹھایا۔

"یہی اوقات ہے اس کی۔"

مہوش بڑبڑاتی ہوئی اسے ایک تیز نظر سے نوازتی اپنے کمرے میں چلی گئی۔ ساتھ فیجہ حیات (مہوش کی امی) بھی اپنی فرینڈز کو لے کر ڈرائنگ روم میں چلی گئیں۔ مہمان تو سب گیسٹ روم میں آرام کی غرض سے چلے گئے۔ اب بس ہال میں دادی تھی اور حجاب۔

"آ بچے۔"

حجاب کو شدت سے رونا آ رہا تھا۔ کیسی عزت افزائی کر گیا تھا وہ اس کی۔ نکاح کر کے کیا اس کا انتقام پورا نہیں ہوا تھا جو اسے اس ذلت میں گاڑ گیا۔ اب وہ کیسے سب سے نظریں ملائے گی۔ اس کی نظر تو دادی کے سامنے بھی جھکی ہوئی تھی۔ بس وہ نظریں جھکائے ان کے ساتھ چل رہی تھی۔

"بیٹا! میں تم سے بہت شرمندہ ہوں۔ مجھے پتا ہوتا صرف تمہارے انکار سے اس کا یہ عمل ہوگا تو اس کے کمرے میں بھیجتی ہی نہ۔ میں جانتی ہوں بہت مشکل ہے تمہارے لئے اسے قبول کرنا۔ لیکن بیٹا میرے بیٹے میں لاکھ برائیاں سہی لیکن اس کا دل دشمنوں کے لئے سخت ہے لیکن اپنوں، غریبوں اور مددگاروں کے لئے نرم ہے۔ میں اسے سمجھاؤں گی تم پریشان نہ ہونا۔"

وہ دادی کے کہنے پر چینج کر کے آ چکی تھی۔ اس نے سمپل سا لان کا سوٹ پہنا تھا جو دادی نے ملازمہ سے کہہ کر مہوش سے منگوایا تھا۔ اب وہ انکے ساتھ بیڈ پر بیٹھی نظریں جھکائے انکی

بات سن رہی تھی لیکن ابراز کی طرفداری اسے ہضم نہیں ہوئی۔

''بس ایک سوال پوچھوں؟'' نظریں ہنوز جھکی ہوئی تھیں بس ہونٹ ہل رہے تھے۔

''ہاں بچے پوچھو؟'' دادی نے خوش دلی سے کہا۔ اتنی دیر اسے چپ دیکھ کر وہ پریشان ہوگئی تھیں۔

''کیا آپ اپنی سگی بیٹی کی شادی کسی نشئی سے کرینگی؟ کیوں اکثر ماں باپ اپنے بیٹوں کی شادی یہ سوچتے ہوئے کر دیتے ہیں کہ شادی کے بعد وہ سدھر جائے گا، ذمہ داریاں آجائیں گی یا بیوی سدھار دے گی۔ جب اتنے سال ماں باپ کی پرورش اولاد کو سدھار نہ سکی تو دو دن کی آئی بیوی اسے کیا سدھارے گی؟'' وہ دادی کو آج اپنی عمر سے بڑی لگی۔ اس کا کہا ایک ایک لفظ صحیح تھا۔

''تم نہیں سمجھو گی بچے۔ میرا بیٹا یہاں پڑھنے آیا تھا لیکن فیجہ کی محبت میں ایسا کھویا کہ آج تک وہ بیٹا نہیں ملا مجھے۔ میرا بیٹا نشہ کرنا نہیں سیکھا تھا لیکن یہاں آکر سیکھ گیا۔ میں یہ نہیں کہتی قصور صرف فیجہ کا ہے لیکن سنگت نے تو اسے خراب کیا نا۔ بس بچے دوست ہوں، یا میاں بیوی سنگت کا اثر ہوتا ہے۔ ابراز کو ہی دیکھ لو باپ کی سنگت کا اثر ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر رشتے احساس کے ہوں تو اچھے اچھوں کو سدھار دیتے ہیں۔ حیات تو اولاد سے پہلے اللہ معاف کرے نجانے کیا تھا۔ اب دیکھو میرے کہنے سے پہلے ہر کام سرانجام دیتا ہے۔ بیشک تیرے ساتھ برا ہوا لیکن بچے اسے اللہ کی مصلحت سمجھ کر قبول کرلو۔''

''آج تک انکل نشہ؟'' آگے حجاب سے بولا نہ گیا۔ اسے تو ایسے لوگوں سے خوف محسوس ہوتا تھا کہاں آکر پھنسی وہ؟

''ہاں بچے، میرا بیٹا ہیرا تھا یہاں آکر بس امیروں کے اشاروں پر ناچنے لگا۔'' دادی کی

آنکھ سے آنسو بہہ کر گالوں پر پھسلے۔ حجاب تو خود آج ایک قیامت سے گزری تھی وہ انہیں کیا دلاسا دیتی؟ وہ اٹھ کر وضو کرنے واش روم چلی آئی۔ اسے ابھی عشاء کی نماز بھی پڑھنی تھی۔

☆.....☆.....☆

کمرے میں ناگوار بو پھیلی تھی۔ وہ اوندھے منہ بیڈ پر لیٹا تھا کہ اچانک موبائل کی بجتی رنگ نے اس کی نیند میں خلل پیدا کیا جسکی وجہ سے اس کی پیشانی پر بل نمایاں ہوئے۔ وہ آنکھیں ملتا بمشکل اٹھا۔

''ہیلو۔'' بیزاری سے بولتے ہوئے جیسے سننے والے پر احسان کیا ہو۔ اس کے لہجے سے جھلکتا غصہ فون کے اس پار بندے کو کچھ پل کے لئے خاموش کر گیا۔

''واٹ میں ابھی آتا ہوں ڈونٹ وری۔''

فون پر ملنے والی خبر نے اس کی نیند بھک سے اڑا دی۔ وہ جلدی سے پاس پڑی شرٹ پہننے لگا۔ ساتھ موبائل پر ایک نمبر ڈائل کیا۔

''ہیلو قاسم، سنو ڈیڈ کے اکاؤنٹ سے جلدی پچاس لاکھ میرے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرو۔ ہاں فاسٹ آئی ڈونٹ نیڈ یور بلڈی ایڈوائس ڈو ایز آئی سیڈ۔'' موبائل پینٹ کی جیب میں رکھتے اس نے والٹ اور کار کی چابی سائیڈ ٹیبل سے اٹھائی اور تقریباً دوڑتے ہوئے باہر کی طرف قدم بڑھائے۔

☆.....☆.....☆

ملازمہ کا دیا سوٹ پہن کر وہ نیچے چلی آئی جہاں سب ڈائننگ ٹیبل پر موجود اس کا انتظار کر رہے تھے۔

''کیسی ہو؟ کوئی پرابلم تو نہیں ہوئی رات؟ نئی جگہ ہے مشکل ہوئی ہوگی۔ نیند پوری کی

ہے؟'' فیحہ حیات نے حجاب کے بیٹھتے ہی پوچھا۔ حجاب کو لگا جیسے وہ طنز کر رہی ہیں۔ جبکہ گھر میں کوئی مہمان موجود نہیں تھا۔ فیحہ حیات اور دادو ہی موجود تھیں۔ مہوش شاید یونی جا چکی تھی۔

''میں ٹھیک ہوں آنٹی اور نیند آ گئی تھی۔''

''گڈ۔'' ہلکا سے مسکرا کے وہ جوس گلاس میں انڈیلنے لگی۔ دادی نے خود ہی اس کی پلیٹ میں آملیٹ اور پراٹھا رکھا۔

''ہیلو ڈارلنگ۔ واٹ ہیپنڈ منہ کیوں پھلایا ہے؟'' مہوش ڈھیلی شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس پیچھے سے آ کر دادو کے گلے لگی۔

''پرے ہٹ۔ نہیں میں تیری ڈارلنگ شارلنگ۔ دیکھ لی کل کتنی عزت کرتی ہے تو دادی کی۔''

فیحہ نے آنکھوں کی پتلیوں کو گھمایا جیسے اس سین سے بیزار ہوں جبکہ حجاب بھی لاتعلق بنی بیٹھی رہی۔

''دادو ڈارلنگ، وہ تو ضروری تھا۔ لوگوں کو پتا ہونا چاہیے کہ عزت کرنے والا ہی عزت کا حق دار ہوتا ہے اور بے عزت۔'' حجاب کی طرف دیکھتے دادی کے گلے میں بانہیں ڈالے وہ کاٹ دار لہجے میں بولی۔ دادی نے بیچ میں ہی اس کی بات کاٹی۔

''منہ بند رکھ، اپنا ناشتہ کرنا ہے کرو ورنہ جا اپنے اسکول۔'' دادی نے غصے سے اس کے بازو جھٹکے۔

''آپ ہی جائیں اس عمر میں اسکول۔ میں یونیورسٹی جاتی ہوں اسکول نہیں۔'' وہ انکی پلیٹ سے ٹوسٹ لے کر تن فن کرتی اوپر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

''حجاب بیٹے، چھوڑ برا نہ ماننا اور ہر کسی کی بات کو طنز نہیں سمجھتے۔ میں نے فیحہ سے کہا تھا تم حجاب سے کل حال چال پوچھنا۔'' حجاب جو اب تک مہوش کے الفاظ ہضم نہ کر پائی تھی دادی

کی بات سن کر ایک گہرا سانس خارج کیا۔

''دادو سب کہاں ہیں؟ مہمان وغیرہ؟''

''ابراز کے کام دیکھو صبح صبح اعلان کر دیا ولیمہ ایک ہفتے بعد ہوگا۔ سب مہمان ناشتہ کرتے ہی گھروں کو روانہ ہو گئے۔ باقی جو گاؤں سے آئے تھے وہ گیسٹ روم میں ہیں شام کو نکلیں گے۔ لیکن اس لڑکے کی سمجھ نہیں آتی مجھے۔ اللہ اسے ہدایت دے۔''

''آمین۔'' بے اختیار حجاب کے منہ سے نکلا۔ دادی نے اسے ساتھ لگایا۔

''ثم آمین۔ میری بچی جیتی رہو۔''

ناشتہ کرنے کے بعد وہ گارڈن میں آ گئی۔ حویلی کا وسیع و عریض گارڈن تقریباً نو کنال پر مشتمل تھا۔ تھوڑے فاصلے پر ایک خوبصورت ہٹ بنا تھا جس میں لکڑی سے بنے خوبصورت بینچز تھے۔ ہر طرف خوبصورت رنگ برنگے پھول تھے۔ گارڈن سے آگے ہی ایک خوبصورت سوئمنگ پول تھا۔ ایک باؤنڈری بنی تھی جس نے گارڈن اور سوئمنگ پول کی سائیڈ کو علیحدہ کیا تھا۔ کافی دیر وہ گارڈن میں ٹہلتی رہی پھر دادی کے روم میں چلی آئی۔ سارا دن ہی اس کا بورنگ گزرا۔ بس لنچ ٹائم میں کچھ مہمانوں سے ملاقات ہوئی جو گاؤں سے آئے تھے اور خوش دلی سے اس سے ملے۔ باقی سارا دن وہ دادی کے روم میں رہی۔ عشاء کی اذان ہوتے ہی اس نے نماز ادا کی۔ دعا مانگتے وقت اسے شور کی آواز آئی اور یہ آواز وہ ہزاروں میں بھی پہچان سکتی تھی۔ ابراز حیات۔ اس کے لب بے آواز ہلے۔ دعا کے لیے اٹھتے ہاتھ نیچے گر گئے۔ وہ جائے نماز تہہ کر کے نیچے کی جانب چل دی۔

''دادو کہیں آوارہ گردی نہیں کرنے گیا۔ ایک ضروری کام تھا وہی کرنے گیا تھا۔ آپ یہ بتائیں وہ پارسا بی بی کہاں ہے۔'' ابراز بازو کے کف فولڈ کرتا جھنجھلا کر بولا۔ وہ رف حلیے میں

ملبوس تھکا تھکا سا لگ رہا تھا۔ دادی صوفے پر بیٹھی تھیں اور وہ انکے سامنے کھڑا صفائیاں دے رہا تھا۔

"کیا پارسا بی بی لگا رکھا ہے۔ بیوی ہے تمہاری اور اب کیوں یاد آ رہی ہے اس کی؟ کل تو سب کے سامنے تماشا بنا کر گئے تھے۔ کمرے تک سے نکال دیا اب کیوں پوچھ رہے ہو اس کا؟" دادو نے سرد لہجے میں اسے شرم دلانی چاہی جس پر اس کا کوئی اثر نظر نہیں آیا۔

"کل کچھ زیادہ ہی پی لی تھی۔ مجھے تو یاد بھی نہیں کیا ہوا تھا آپ ڈیٹیل میں بتا دیں۔ کیا پتا یاد آ جائے اور شرم بھی آ جائے۔" ابراز نے بمشکل مسکراہٹ دباتے کہا۔ اسے پتا تھا دادی آسانی سے چھوڑنے والی نہیں۔

"تجھے بالکل شرم نہیں آ رہی۔ اس بچی کے سامنے میں اپنی ہی نظروں سے گر گئی۔ مجھے پتا ہوتا یہ ارادہ ہے تیرا کبھی رشتہ لے کر نہ جاتی۔" دادو کہتے کہتے ہانپنے لگیں۔ ابراز جلدی سے انکے پاس آ گیا۔ پہلے انکی پیٹھ تھپکی پھر پیار بھرے لہجے میں کہا

"اوہ دادو ڈارلنگ!"

"پرے ہٹ۔" دادی نے برا سا منہ بنایا۔ اس کے کپڑوں سے شراب کی اٹھتی بو انہیں ناگوار گزری۔

"کیوں دادو، اب کھانسی نہیں آ رہی؟"

ابراز کے سوال پر دادو نے عینک اوپر کی جو کھانستے کھانستے پھسل کر ناک تک چلی آئی۔ ابراز جانتا تھا وہ ناٹک کر رہی ہیں۔

"بے شرم ہی رہیگا۔ اس بچی کے ساتھ کیوں کیا ایسا؟"

"دادو بس سزا ہے۔ حلال رشتہ جوڑنے گیا تھا حرام پی لی اور نقصان اپنا کر بیٹھا۔ اب

دیکھنا دادو اسے پریشان نہیں کرونگا۔ آپ ویسے کب جا رہی ہیں؟" سارا الزام شراب پر لگا کر اس نے اپنا سوال پوچھا جسے سن کر دادو نے اسے گھوری سے نوازا۔

"میں کہیں نہیں جانے والی۔ تیری ہر کارروائی پر نظر ہے میری۔"

دادو کی بات سن کر ابراز نے سر کھجایا پھر نظر سیڑھیوں پر پڑی جہاں وہ حسینہ آخری سیڑھی پر کھڑی اس پر بجلیاں گرا رہی تھی۔ نماز سٹائل میں چہرے کے گرد بندھا دوپٹا اسے اور بھی حسین بنا رہا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں کو آپس میں مسل رہی تھی جن میں بھر بھر کے مہندی لگی ہوئی تھی۔ حجاب کو ابراز کی اپنے وجود پر جمی نظریں غصہ دلا رہی تھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ نیچے اترنے کے لئے قدم بڑھاتی، ابراز وقت ضائع کیے بغیر تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا اسے کھینچتے ہوئے روم میں لے آیا۔

"چھوڑو میرا ہاتھ میں نے کہا چھوڑو۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑے تقریباً کھینچتے ہوئے اسی کمرے میں لے آیا جہاں سے کل رات اسے نکالا تھا۔

"نہیں چھوڑونگا۔ کیا کروگی؟" کمرے کا دروازہ بند کرتے ابراز نے ایک جھٹکے سے اسے چھوڑا۔ وہ اپنا ہاتھ مسلنے لگی۔ یہ حرکت دیکھ ابراز کو لائبریری والا قصہ یاد آ گیا۔

"شوہر ہوں اب تمہارا۔ تمہارے عشق میں پاگل ہوتا عاشق نہیں جس کے چھونے سے ہاتھ دھونے چلی جاؤ۔"

حجاب ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔ جبکہ ابراز مسکراتا ہوئے اس کے کان کے قریب جھکا۔ اس نے حجاب کا ہاتھ پکڑا تھا۔ اسے یقین تھا وہ پیچھے ہٹ جائے گی۔

"سایہ بن کے ہر پل ساتھ رہا ہوں۔ تمہاری ایک ایک غلطی یاد ہے۔" بیحد قریب جھکتے ہوئے وہ اس کے کان میں رازداری سے بولا اور دھیرے سے ہاتھ چھوڑ کر بیڈ پر بیٹھ گیا۔ اب

اس کی نظریں حجاب پر ٹکی ہوئی تھیں۔

''تم میرے عشق میں پاگل تھے؟'' حجاب کو یقین نہ آیا۔ وہ تو اب تک خود کو اس کا انتقام سمجھ رہی تھی جبکہ ابراز کا فلک شگاف قہقہہ نجانے کیوں اسے شرمندہ کر گیا۔

''عشق اور وہ بھی تم سے؟ محبت ہو جائے اتنا ہی کافی ہے۔ ویسے محبت ہو جاتی ہے لیکن بیوی سے کون کرے؟ وہ تو اپنی ہی ملکیت ہے۔'' ابراز ایک ہاتھ سر پر ٹکائے بیڈ سے ٹیک لگا کے بیٹھا تھا جبکہ نظریں اس حسینہ سے ایک پل کو نہیں ہٹی تھیں۔

''تم جیسا گھٹیا شخص کسی سے محبت تو کیا، کسی کی عزت تک نہیں کر سکتا۔ چاہے وہ اپنی ہی ماں ہو یا بہن۔'' نفرت و حقارت تھی حجاب کی نظروں میں۔ ماں بہن کا سن کر وہ جو مزے سے لیٹا تھا اس کے سر پر آن کھڑا ہوا۔

''او یو شٹ اپ۔ تم کوئی اتنی اہم نہیں کہ صفائیاں دیتا پھروں۔'' اس کا بازو سختی سے پکڑے وہ اس سے بھی تیز آواز میں بولا۔

''ہونا بھی نہیں چاہتی تم جیسے شخص سے کوئی رشتہ بھی نہیں رکھنا نہیں چاہتی۔ جو بھری محفل میں اپنی ہی عزت کا جنازہ نکالے۔ کل تم نے مجھے نہیں خود کو رسوا کیا، خود کا تماشا بنایا۔ کیونکہ بھلے پہلے کوئی رشتہ نہ تھا لیکن اب بیوی ہوں تمہاری۔''

ابراز اسے جن نظروں سے دیکھ رہا تھا اس کا دل چاہا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ اس کی نظریں ایسی تھیں بے اختیار حجاب نے شانوں کے گرد دوپٹہ اچھے سے پھیلایا۔

''مجھ سے بچنے کے سارے حربے آزما رہی ہو؟ خیر تمہاری باتوں میں آ کر تمہارے پیر تو پکڑنے والا نہیں۔ جانِ من رات گئی بات گئی اب آگے کی راتوں کا سوچو۔'' وہ کہتے ہوئے اس کے قریب تر آتا جا رہا تھا۔

''دور ہٹو گھٹیا انسان۔'' حجاب اس کے ایک قدم بڑھاتے ہی دو قدم پیچھے ہٹی۔

''شوہر ہوں تمہارا بے بی۔''

حجاب کا ڈرنا اس کی مردانہ انا کو تسکین دے رہا تھا۔ آج تک لڑکیاں خود اس کے پاس چل کر آئیں یا وہ انکی رضامندی سے پاس جاتا تھا لیکن حجاب وہ واحد لڑکی تھی جو صرف اس کے چھونے سے بری طرح رو پڑی۔ تب سے ابراز کو ایک ضد ہو چلی تھی۔

''اسی بات کا افسوس ہے۔'' حجاب نے زہر خند لہجے میں کہہ کر اسے دور دھکیلا اور کمرے سے بھاگتی ہوئی نیچے چلی آئی۔

''واپس آؤ ورنہ آج تمہاری خیر نہیں۔''

وہ اس کی بات ان سنی کرتی ایک پل کو بھی نہ رکی۔

☆.....☆.....☆

پورا دن وہ کمرے میں اکیلے سلگتا رہا لیکن رات ہوتے ہی اس کی برداشت جواب دے گئی اور وہ ڈنر کے بعد اس کی خبر لینے دادی کے روم میں آن پہنچا۔ لیکن ابراز کی قسمت وہ شاید اس کی آمد سے آگاہ تھی تبھی نماز پڑھنے بیٹھ گئی اور دادو پلنگ پر بیٹھی تسبیح کر رہی تھیں۔

''دادو! آپ کو پوتے پوتی کی خواہش نہیں؟'' دادی کے پلنگ پر لیٹے وہ حجاب کو نظروں کے حصار میں لئے گویا ہوا۔

''ہائے کیوں نہیں ہوگی۔ میری تو دعا ہے جلد ہی یہ خوشخبری میرے کانوں کو نصیب ہو۔'' دادی نے آس بھرے لہجے میں کہا

''کہاں سے ہوگی؟ سارا دن تو یہ آپ سے چپکی ہوئی ہوتی ہے۔'' ابراز نے بلا خوف و جھجک حجاب کو دیکھتے کہا

''بے شرم۔ شرم حیا نہیں ہے تجھ میں۔ اس طرح بات کرتے ہیں دادو سے؟'' دادو نے اس کے کندھے پر ایک تھپڑ رسید کیا جسکا اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

''دادو، دادا نے کی تھی شرم وحیا۔'' ابراز نے بھی حساب پورا کیا۔

''چل بے شرم۔'' دادی نے عینک درست کر کے منہ دوسری طرف کر لیا۔ ابراز انکی ادائیں دیکھتا رہا۔

''دادو، یہ کب سے نماز پڑھ رہی ہے؟'' ابراز نے بیزار ہو کر پوچھا جو رکوع میں بھی کوئی تین چار منٹ بعد جھکتی۔

''بیس منٹ ہو گئے۔''

''بیس منٹ میں تو امام بھی نماز پڑھا کر فارغ کر دیتا۔ یہ کونسی نماز پڑھ رہی ہے؟'' بیس کا سن کر اسے شدید دھچکا لگا۔ وہ جان چکا تھا حجاب میڈم نماز پڑھ کے فارغ ہو چکی ہیں یہ صرف اس سے بچنے کا ایک بہانہ ہے۔

''عشاء۔'' دادی نے دھیمی آواز میں کہا۔

''مجھے دیکھ کر طویل کر دی ہو گی۔ اب یہ فجر کی نماز پڑھ کے اٹھے گی۔'' وہ غصہ ضبط کر گیا۔ ورنہ دل تو چاہ رہا تھا دادو کی پرواہ کیے بغیر گود میں اٹھا لے جائے۔

''اس سے پہلے تہجد بھی ہے۔'' دادی کی بات سن کر وہ سر تھام کر رہ گیا۔

''دادو، ان میڈم نے عشاء تہجد سب آج ہی پڑھنا، انفکٹ قضا نمازیں بھی آج کے لیے سوچ بیٹھی ہو گی یہ نہیں اٹھنے والی آج۔''

اونچی آواز میں وہ اس پر طنز کر گیا۔ مزید دو منٹ بعد جب وہ سلام کر کے دوبارہ نیت کرنے لگی تو ابراز سے برداشت نہ ہوا۔

''حجاب تاثیر، آپ کے لیے ترس رہے ہیں کچھ تو نظرِ کرم کرو اس معصوم پر۔'' وہ اسے گہری نظروں سے دیکھتا معصومیت سے بولا۔ حجاب جو کب سے اس کی بکواس برداشت کر رہی تھی تپ اٹھی لیکن ان سنا کرتی رہی۔

''تنگ نہ کر، نماز پڑھنے دے۔'' دادی نے ٹوکا۔

''تنگ کرنے کا موقع ہی کہاں دیتی ہے۔''

حجاب کو اس کی نظریں ہڈیوں میں گھستی محسوس ہو رہی تھیں۔ جو اس پر سے نظریں ہٹانا تو جانتا ہی نہیں تھا۔

''دل ہی دل میں گالیاں دے رہی ہوگی۔'' وہ اس کے لرزتے ہاتھوں کی کیفیت سے محظوظ ہوتا مسکرایا۔

''تیری طرح نہیں ہے معصوم ہے گالیاں آتی بھی نہیں ہونگی۔'' دادو نے غصے سے جواب دیا۔

''معصوم؟ اس سے تو شیطان بھی پناہ مانگے۔''

ابراز کو پہلی بار اس کا تھپڑ یاد آتے غصہ نہیں آیا بلکہ خود بخود اس کے ہونٹوں پر ہلکی سے مسکراہٹ رینگی۔

''وہ تو تجھ سے بھی مانگتا ہے۔'' دادی بھی کم نہیں تھیں۔ ابراز کے ہر سوال کا جواب حاضر تھا۔ ابراز تو صرف اسے ہی دیکھ رہا تھا، دادی نے کیا کہا اس کا دماغ حاضر ہی کہاں تھا۔ وہ تو بس اس دشمن جاں کو تکے جا رہا تھا جسے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔

''نماز کا پتا ہے شوہر کے حقوق نہیں پتا؟ صحیح کہتے ہیں چراغ تلے اندھیرا ہوتا ہے سنا تھا آج دیکھ بھی لیا۔ بیگم صاحبہ سب کو لیکچر دیتی پھرتی ہیں خود کا ٹائم آئے تو اندھی گونگی بہری بن جاتی ہیں۔'' ابراز نے آخری تیر نشانے پر لگایا۔ وہ جانتا تھا حجاب تاثیر اپنا نام سن کر بپھری شیرنی

بن جائے گی، آخر جواب دیے بنا اور اپنا نقصان کیے بغیر حجاب تاثیر کو نیند ہی کہاں آتی تھی۔

''آرہے ہیں سرکار ہمارے۔'' اسے سلام پھیرتا دیکھ کر وہ با آواز بلند بولا۔ حجاب نے سلام پھیر کر اسے دل ہی دل میں خوب سنائی۔

''دادو میری نفلی نماز رہتی تھی وہی پڑھ رہی تھی۔'' حجاب نے ایک تیز نظر سے ابراز کو نوازا۔

''اب روم میں چلو عبادت کر کے اللہ کو خوش کر دیا اب ذرا اپنے مجازی خدا کو بھی خوش کرو۔'' وہ اسے جائے نماز تہہ کرتے دیکھ کر اٹھ چکا تھا۔ اب حجاب کا ہاتھ پکڑے وہ حکمیہ انداز میں بولا۔

''مجھے کہیں نہیں جانا میں دادی کے پاس سوؤنگی۔'' حجاب اس کے ہاتھ پکڑنے سے خوفزدہ ہوگئی۔ جبکہ ابراز نے اس کا جواب سن کر گرفت سخت کر لی۔ اس سے پہلے وہ کچھ بولتا دادی بولیں۔

''حجاب بیٹے، اس طرح شوہر کے جائز حقوق سے انکار نہیں کرتے۔ فرشتے ساری رات بددعائیں دیتے ہیں۔ جانتی ہو اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ شوہر بیوی کا رشتہ ہے۔ کیونکہ یہ واحد رشتہ ہے جس میں علیحدگی ہوتی ہے۔ نہ ماں باپ سے رشتہ ٹوٹتا ہے نہ بہن بھائی سے لیکن میاں بیوی کا جتنا رشتہ نازک ہے اتنا نبھانا مشکل ہے۔ جب شوہر بلائے تو حکم ہے بیوی سارے کام چھوڑ کے اس کا کہا پہلے مانے۔ اب آپ کا نکاح ہو چکا ہے اور شوہر کا کمرہ ہی آپ کا اپنا ہے۔ اور شوہر کے حقوق آپ پر فرض۔'' دادی نے پیار سے حجاب کو سمجھایا۔ اس کی کیفیت سے وہ واقف تھیں۔ جبکہ حجاب کا جہاں منہ لٹکا وہیں دل میں خوف جاگا۔ ابراز انکی تفصیل سن کر جی جان سے فدا ہو گیا۔

''دادو، روز آپ کے پاس ایک گھنٹہ چھوڑ جاؤنگا اسی طرح بس شوہر کے حقوق بتانا۔ خبردار دادی جو فرائض بتائے ویسے ہی کم دماغ خراب کرتی ہے۔ اچھا دادو اپنی بیوی کو لے جا

رہا ہوں۔ جلد ہی آپ کو گڈ نیوز دونگا۔'' وہ بلا خوف و شرم دادی سے کہہ کر اسے اپنے ساتھ کھینچتا لے گیا۔

☆.....☆.....☆

ابراز نے کمرے کا دروازہ لات مار کے بند کیا اور حجاب جسے اس نے کندھے پر اٹھا رکھا تھا بیڈ پر پٹخا۔

''جاہل انسان، بے شرم گھٹیا، کافر۔'' وہ دادو کے روم سے نکلتے ہی چیخنے لگی تھی۔ ساتھ اپنا ہاتھ چھڑوانے کی بھرپور کوشش میں تھی۔ ابراز نے تنگ آ کر اسے اپنے کندھے پر اٹھا لیا لیکن کمرے میں آتے ہی وہ پھر سے اپنی زبان سے مسلسل اس پر وار کر رہی تھی۔

''جتنا بولنا ہے بولو پارسا بی بی، انفکٹ گالیاں دینی ہیں وہ بھی دو آئی ڈونٹ کیئر۔ آج تمہارا رونا بلکنا بھی مجھے روک نہیں سکتا۔ دادی کے روم میں جانے کی جو حرکت تم نے کی وہ معافی کے قابل نہیں۔'' دونوں ہاتھ دائیں بائیں رکھ کے وہ اس پر جھکتے ہوئے قہر آلود نظروں سے نوازتا سخت لہجے میں بولا۔ حجاب کی آنکھیں خوف سے پوری کھل گئیں۔ وہ اس کی بات کا مفہوم صاف سمجھ گئی۔ آج وہ اس کی نہیں سننے والا۔

''تم نے مجھے نکالا تھا۔ اور بے عزت کیا تھا سب کے سامنے۔''

حجاب اس سے خوفزدہ ہوتی اتنی دھیرے سے بولی کہ بمشکل وہ سن پایا۔ لہجے میں بچوں کی سی معصومیت تھی اور آنکھوں میں ہلکی سے نمی۔

''اور تم نے جو مجھے درس دیا تھا اس کا کیا؟'' سرد لہجے میں وہ اسے کیفے ٹیریا والا واقعہ یاد دلا گیا۔

''وہ تم ڈیزرو کرتے تھے۔'' وہ ہلکی آواز میں بڑبڑائی لیکن ابراز کو اس کی بربراہٹ صاف

سنائی دی۔

''حجاب تاثیر۔تم۔تم نے مجھے پاگل کیا تھا۔پل پل میری اجازت کے بغیر میری سوچوں پر قابض رہیں۔تمہارے ساتھ چاہ کر بھی میں کچھ برا نہ کر سکا لیکن تم۔۔تم نے خود اپنے ساتھ برا کیا۔اپنی بربادی کی تم خود ذمے دار ہو۔مجھے بھی کوئی افسوس نہیں لیکن۔میرا وعدہ ہے تم سے۔ساری زندگی کے لئے۔تم دیکھو گی ابراز حیات کیسے اپنی بیوی کو عزت دیتا ہے۔'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے جہاں اپنے دل کا حال بتا گیا وہیں اسے اپنی اس عزت سے نوازا جو ابراز کے غصے میں وہ سب کی نظروں میں کھو چکی تھی۔حجاب نے کوئی جواب نہ دیا۔نظریں پھیر لیں۔اس کا دل کسی بلی کے بچے کی طرح کانپ رہا تھا کیونکہ ابراز اس پر جھکا کھڑا تھا جسکی وجہ سے وہ بھاگ بھی نہیں سکتی تھی۔ابراز نے ہاتھ بڑھا کر ہلکا سا اس کا گال چھوا۔

''نہیں۔'' حجاب تیر کی تیزی سے پیچھے ہوتی چلائی۔

''حجاب۔تم مجھے روک نہیں سکتیں۔'' غصے میں اس کی دماغ کی نسیں تک واضح تھیں۔ابراز نے ہاتھ بڑھا کر بیڈ پر رکھا اس کا ہاتھ تھامنا چاہا کہ حجاب چلائی۔

''نفرت ہے تم سے۔تم آئے نا قریب میں تمہیں بددعائیں دے دے کر مار دونگی۔''

ابراز نے ایک نہ سنی۔پاس بیٹھ کر سختی سے اس کا ہاتھ تھاما۔''اب بکو۔''

''دیکھو پلیز میرے قریب نہیں آنا۔تم۔تم نشئی ہو۔دور رہو مجھ سے۔کراہت آتی ہے تم سے۔'' وہ اپنے دوسرے ہاتھ سے ابراز کے ہاتھوں پر ناخن سے کھرچتے چیخی۔ابراز اس کا لحہ بہ لحہ بڑھتا پاگل پن دیکھتا رہا جو مزید اسے غصہ دلا گیا۔

''تم نے کہا تھا نا حرام رشتے بناتا ہوں آج حلال بناؤں گا۔تم حجاب تاثیر میری نہ محبت کے قابل ہو نہ نفرت کے۔نجانے کیوں چاہ کر بھی نہ تمہیں ذہن سے نکال سکتا ہوں نہ نفرت کر

سکتا ہوں۔ لیکن آج اس حلال کا مزہ ضرور چکھونگا۔ آخر تمہارا حق بھی تو دینا ہے۔'' وہ سفا کی سے ہنسا، سرخ آنکھوں سے اسے گھورتے اس نے حجاب کو اپنے حصار میں لیا اور روم کو روشن کرتی لیمپ کی ہلکی روشنی بھی بجھوادی۔

☆.....☆.....☆

وہ بیڈ پر چت لیٹی تھی۔ بکھرے بالوں کی کچھ لٹیں گیلے گالوں سے چپکی ہوئی تھیں۔ سرخ ہوتی سوجی آنکھیں کھولے وہ کمرے میں پھیلا اندھیرا دیکھ رہی تھی جو اس کی زندگی میں چھا چکا تھا۔ دل کا درد پل پل مزید بڑھتا جب اپنی بربادی کا احساس ہوتا۔ آنسو کسی ندی کی طرح اس کی آنکھوں سے پھسل کر بالوں میں جذب ہو رہے تھے۔ رات کا منظر یاد آتے ہی اس کا دماغ پھٹنے لگتا۔ کروٹ لیتے اس کی نظر ابراز پر پڑی جو دنیا جہاں سے بے نیاز پرسکون نیند میں تھا۔ حجاب کا دل چاہا اپنے جلتے دل کی طرح وہ اسے بھی جلا کر راکھ کر دے۔ وہ اٹھی، اسے یکدم کمرے میں وحشت ہونے لگی۔ سانس لینا دشوار لگا۔ وہ بھاگتی ہوئی بالکنی میں جا رہی تھی کہ آنکھوں کے سامنے ایک پل کو اندھیرا چھانے سے اس کا پیر بری طرح ٹیبل سے جا لگا۔ ہلکی سے چیخ اس کے حلق سے برآمد ہوئی لیکن وہ رکی نہیں بھاگتی ہوئی ٹیرس پر آ گئی جہاں نیلا آسمان کالے بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ ٹھنڈی ہواؤں اور تیز چلتی بارش نے موسم کو مزید حسین بنا دیا۔ لیکن یہ خوش گوار موسم بھی اس کے دل میں جلتی آگ نہ بجھا سکا۔ وہ اپنے بازو، چہرے کو ہاتھوں سے بری طرح رگڑنے لگی۔ ابراز حیات کا لمس اسے دہکتے انگاروں کی مانند اپنے جسم پر چبھتا محسوس ہو رہا تھا۔

''پاگل ہو گئی ہو؟'' ابراز جو اس کی چیخ سن کر اٹھا تھا اسے اس طرح بارش میں بھیگتے اور چہرے کو رگڑتا دیکھ کر آپے سے باہر ہو گیا۔ یہ لڑکی اسے پل پل ضد دلا رہی تھی۔

''ہاں پاگل ہوگئی ہوں۔تم نے مجھے کردیا ہے۔سب ختم ہوگیا۔سب۔برباد کردیا تم نے مجھے۔می۔میں۔تو پاک تھی پھر تم جیسا شخص میرا نصیب کیوں بنا۔کس گناہ کی سزا ملی ہے مجھے؟ میرا کون سا عمل مجھے برباد کر گیا؟ تم۔کیوں آئے تم مر کیوں نہیں گئے؟ کیوں میرے ساتھ یہ سب کیا۔کیوں بولو؟'' ابراز کا بڑھتا ہاتھ جھٹک کر وہ اس کی شرٹ پکڑ کے چیخ پڑی۔

''اسٹاپ اٹ۔نشئی ہوں، آوارہ ہوں، بڑے سے بڑا گھنگار ہوں لیکن۔۔۔'' وہ اسے جھنجھوڑتے ہوئے سرد لہجے میں کہتا یکدم چپ ہوگیا۔پھر ایک نظر حجاب پر ڈال کر سر نفی میں ہلایا۔''تم جیسے لوگوں کے لئے صحیح کہا ہے جس کو ''میں'' کی ہوا لگی ہو، اسے پھر نہ ''دوا'' لگی نہ ''دعا''۔

اس کی آنکھوں میں دیکھتے وہ اپنے ازلی سرد لہجے میں بولا لیکن حجاب، وہ کہاں اپنے ہوش میں تھی۔اس کے جھنجھوڑنے سے وہ اپنی حواس کھو کر اس کی بانہوں میں جھول گئی۔ابراز یکدم دنگ رہ گیا پھر سنبھلنے پر تیر کی تیزی سے اسے گود میں اٹھا کر بیڈ تک لایا۔اسے لٹا کر ابراز نے فوراً نظر ارد گرد دوڑائی۔اسے ڈریسنگ ٹیبل پر اپنا فون نظر آیا۔تیزی سے فاصلہ طے کر کے اس نے اپنا فون اٹھایا اور ایک نمبر ڈائل کیا۔

''سارا، آئی نیڈ یور ہیلپ پلیز کم فاسٹ۔'' سارا کو اس کی آواز سے اس کی بڑھتی پریشانی کا اندازہ ہو رہا تھا

''ہوا کیا ہے؟''

''میری بیوی کو باپ کے ہارٹ اٹیک کا سنتے ہی شاک لگا۔اب کیا کروں ہوش میں نہیں آرہی۔'' وہ ایک ہی سانس میں بولتا سارا کو بھی احساس دلا گیا معاملہ پیچیدہ ہے۔

''او کے ریلیکس، اسے جلدی ہسپتال لے آؤ۔دیر نہ کرو۔''

وہ سارا کی بات سن کر فون کاٹتا اس کے ہوش سے بیگانہ وجود کو لے کر ہسپتال پہنچا۔ وہ خود نہیں جانتا یہ لڑکی کیوں ہر بار اس کے سامنے ایک نیا امتحان بن کر کھڑی ہوتی ہے۔ آج بھی اس نے ابراز حیات کو صبح کی روشنی میں تارے دکھا دیئے۔ برستی بارش میں وہ کیسے ہسپتال پہنچا تھا وہی جانتا تھا۔ کتنی ہی بار اس کی گاڑی لگتے لگتے بچی تھی۔ اس کا خود بازو ابھی درد کی شدت سے جل رہا تھا۔ ماتھے پر ابھی بھی ایکسیڈنٹ کا ہلکا سا کٹ موجود تھا جسے بھرنے میں ابھی وقت تھا۔ لیکن حجاب، اسے وہ کیسے سنبھالے گا اس شدید طرزِ عمل کی اسے امید نہ تھی۔

"شی اس فائن۔ اسے انجکشن دے دیا ہے۔ باقی دوائی لکھ دیتی ہوں۔ ٹائم سے دیتے رہنا اسے فیور بھی ہے۔" سارا نے آ کر ابراز کو اطلاع دی جو کب سے پریشان کھڑا ونڈو سے ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ سارا کی بات سن کر جہاں اس کی جان میں جان آئی وہیں اگلے سوال پر اس کا دل چاہا سارا کا گلا گھونٹ دے۔

"ویسے شادی کی بہت بہت مبارک ہو۔ لیکن یاد آیا تم نے کہا تمہارے سسر کو اٹیک ہوا ہے؟"

"ہاں بس خوشی کنٹرول ہی نہیں ہوئی۔ بلا جو سر سے ٹلی۔" ابراز نے نارمل سے انداز میں کہا۔ آخر میں وہ بڑبڑاتے ہوئے بولا۔ اسے اس وقت کسی کا بات کرنا سخت کوفت زدہ کر رہا تھا۔

"کیا کہا؟" سارا جو اس کی بڑبڑاہٹ نہ سن سکی پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ اور ہاں حجاب کو نہیں بتانا ورنہ یہیں ماتم شروع کر دیگی۔" احسان کرنے والے انداز میں جواب دے کر وہ اندر حجاب کے پاس چلا آیا۔

"ابراز کیا ہوا ہے، اتنے غصے میں کیوں ہو؟" سارا بھی اس کے ساتھ ہی اندر چلی آئی اور حجاب کے ہاتھ میں لگی ڈرپ نکال دی۔

”بیوی پاس نہیں ہوتی تو موڈ خود بخود بگڑ جاتا ہے۔“ زبردستی مسکراتے ہوئے اس نے بات ہی ختم کردی۔ اس کی گہری نظریں حجاب کے بے خبر وجود پر تھیں یہاں لاتے ہوئے بھی اس کی کوشش تھی حجاب کا چہرہ کور رہے۔

”یاد آیا تم ڈنر کیے بغیر ہی چلی گئی تھی؟“ ابراز کو اچانک یاد آیا وہ حجاب پر سے نظریں ہٹا کر بولا۔ اسے یاد تھا وہ شادی ہال میں اسے مبارکباد دے کر جلد ہی نکل گئی تھی۔

”ہاں وہ ایمرجنسی کیس آگیا تھا۔“

ابراز کچھ دیر وہیں بیٹھا رہا۔ سارا نے جو دوائی لکھی تھی وہ اس نے کمپاؤنڈر سے کہہ کر منگوائی جس کے آتے ہی وہ دوائی لے کر سارا کی ہدایت کے مطابق حجاب کو گھر لے آیا۔

☆.....☆.....☆

”کیا ہوگیا میری بچی کو۔ تجھے کس نے کہا ہیرو بن کے اس کے ساتھ بارش میں نہا؟“

ابراز نے حجاب کو گھر لاتے ہی ملازمہ کے ذریعے دادو کو بلا کر اس کی طبیعت خرابی کا بتایا کہ بارش میں بھیگنے سے اسے بخار ہوگیا ہے۔

”دادی! آپ کی بہو کا حکم تھا بارش میں نہانا ہے۔“ ابراز ڈریسنگ کے سامنے کھڑا آفس کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ اس نے حیات صاحب سے وعدہ کیا تھا شادی کے بعد وہ خود ہی آفس کا چکر لگایا کرے گا۔ انٹرسٹ اسے خاص ابھی بھی نہیں تھا۔

”کیوں بیگم صاحبہ۔“ ابراز ہیئر برش رکھ کے پیچھے مڑا اور حجاب سے ہامی چاہی۔ حجاب نے نفرت سے اسے دیکھ کر منہ پھیر لیا۔ ابراز مسکراتا ہوا جی جان سے اس کی ادا پر مرمٹا۔

”دیکھا دادی، آنکھوں سے اشارے کر رہی ہے۔ ہر بات دادی کو بتانا ضروری ہے؟ دادی آپ کو تو پتا ہے کچھ باتیں میاں بیوی کی پرسنل ہوتی ہیں۔“ وہ اس کے نفرت کا جواب

محبت سے دیتا اسے تپا گیا۔ نظریں ابھی بھی اس کے زرد چہرے پر تھیں۔ کل سے آج کے مقابلے میں وہ اسے کافی کمزور لگی۔

''کیا ہوتی ہیں؟'' دادی نے عینک درست کر کے اپنے پوتے کو دیکھا۔ وہ تو لفظ پرسنل پر اٹک گئیں اس سے پہلے ابراز اپنا سر تھامتا۔ دادی نے اسے سنایا۔

''اور تو تیار ہو کر کہاں جا رہا ہے۔ بیوی کی خدمت کر۔ دیکھ نہیں رہا بیچاری کی طبیعت کتنی خراب ہے۔''

ابراز تو جیسے بیٹھا ہی اسی کام کے لئے تھا۔ دادی کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی پاس بیٹھ کر اس کا ہاتھ تھام کر اپنی سخت گرفت میں قید کر لیا۔ حجاب جو آنکھیں موندے اس کی نظروں کو نظر انداز کیے لیٹی تھی اس لمس سے سلگ اٹھی۔

''میں تو تیار ہوں، آپ اپنی چہیتی سے پوچھیں خدمت کا موقع دینگی۔'' وہ اس کا ہاتھ تھامے دل جلانے والے انداز سے مسکرایا۔ حجاب نڈھال ہو گئی لیکن اس سخت گرفت سے آزاد نہ ہو سکی جبکہ دادی اب حجاب کے پیچھے پڑ گئیں۔

''کیوں نہیں دیگی؟ ہم تو ترس جاتے تھے شوہر ایک گلاس پانی کا بس اٹھا کے دے دے۔'' دادی نے حسرت سے کہا جیسے کاش ایک دفعہ پانی پلا کر شوہر جنتی ہوتے۔

''دادی، آپ ان جیسے مردوں کو نہیں جانتیں۔ انکے دکھانے کے اور کھانے کے اور دانت ہیں۔ یہ کبھی نہیں بدل سکتے خدمت کیا کریں گے؟'' حجاب نے ایک کٹیلی نظر سے اسے نوازا۔

''بالکل صحیح کہا دادی، ان محترمہ نے مرد کبھی نہیں بدلتے دیکھے۔ شادی سے پہلے بھی بس شادی کا شوق ہوتا ہے شادی کے بعد بھی بس ایک یہی شوق ہے۔'' وہ بھی اس کے آنکھوں میں دیکھتا ایک آنکھ دبا کر بولتا حجاب کا رواں رواں جلا گیا۔

''اللہ کرے تم مرجاؤ۔'' وہ دانت پیستے بڑبڑائی۔

''قسم کھائی ہے تمہیں ساتھ لے کر مروں گا جان من۔'' وہ بھی شیطانی انداز میں بڑبڑایا۔

''یہ کیا کھسر پھسر کر رہے ہو؟'' دادی نے انکے ہلتے ہونٹ دیکھ کر دونوں کو دیکھتے کہا۔

''دادی، میں ایک گھنٹے میں نکل جاؤنگا تب تک موقع دیں بیوی کی خدمت کروں۔ آپ کو دیر نہیں ہو رہی۔ ظہر کی اذان ہوگئی ہے۔'' رازی نے انہیں بھیجنے میں عافیت سمجھی۔

''تو خیال رکھے گا؟'' دادی اسے مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

''جی دادو اسی میں تو ایکسپرٹ ہوں۔'' فخریہ انداز سے کہتے اس نے حجاب کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ اس کے چھوڑنے کی دیر تھی کہ حجاب نے اپنا ہاتھ کمفرٹ کے اندر چھپا لیا۔ اس کی یہی حرکتیں ابراز حیات کو اور پاگل کیے دیتیں۔ اب بھی حجاب تاثیر کی اس حرکت نے ابراز حیات کی آنکھوں میں محبت کی ایک جوت جلائی۔

''کیا؟'' دادو نے ابرو اچکا کے اسے دیکھا۔

''کچھ نہیں دادو۔'' حجاب کو خطرے کی گھنٹی بجتی نظر آئی اس نے دادو کا ہاتھ پکڑنا چاہا اسی وقت ملازمہ آگئی۔ دادو نماز کے لئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ابراز نے بھی اٹھ کے ملازمہ سے سوپ سے بھرا باؤل لیا جو اسی نے منگوایا تھا۔

وہ قدم اٹھاتا اس کے بیڈ کے پاس رکھی چیئر پر آبیٹھا جو صبح سے اس نے رکھوائی تھی۔ حجاب اٹھ کے بیٹھ گئی۔ اس کا بھوک سے برا حال تھا تو یہاں وہ چاہ کر بھی کمپرومائز نہیں کر سکتی۔ لیکن انا ہے نا، ابراز نے سوپ سے بھرا چھوٹا اسپون اس کے آگے کیا تو حجاب نے منہ پھیر لیا۔

''پی لو بے بی۔ یہ باؤل اور اسپون ڈیٹول سے دھلوا کر لایا ہوں۔ میرے ہاتھ بھی صاف ہیں سیف گارڈ سے دھو کر آیا ہوں پاکستان کا نمبر ون سوپ۔'' دلکشی سے مسکراتا وہ اپنی نظروں

سے اس کی جان لینے کے درپے تھا۔

''مجھے گھورا مت کرو کسی دن اندھا کر دونگی۔'' وہ اسی انگلی سے وارن کرتی کچا چبانے کو تھی۔ ابراز نے سپون واپس باؤل میں ڈالا۔

''چلو اسی بہانے خود سے چھوؤ گی تو۔'' مسکراہٹ دباتا وہ مسلسل اسے چھیڑ رہا تھا۔

''مجھے سکون سے رہنے کیوں نہیں دیتے؟'' وہ رو دینے کو تھی لیکن ابراز نے ایک پل کو اس دشمن جاں سے نظر نہیں ہٹائی۔

''پھر میرے سکون کا کیا جو تمہیں بے سکون کر کے آتا ہے؟'' دیوانہ وار اسے تکے وہ حجاب تاثیر کو تنگ کر کے مسلسل ضبط آزما رہا تھا۔

''اچھا چلو بس سوپ پی لو میں چلا جاؤنگا۔'' اس کی آنکھوں میں نمی آتی دیکھ کر ابراز سنجیدگی سے بولا۔

''پکا؟'' وہ بچوں کی طرح معصومیت سے التجا کر رہی تھی۔

''ہاں بٹ میرے ہاتھوں سے، یقین مانو کل سے شراب کو۔۔۔'' کہتے کہتے اس نے سپون بڑھایا۔ اس دفعہ حجاب نے چپ کر کے سوپ اس کے ہاتھوں سے پیا۔ لیکن ابراز حیات وہ تو خود پر حیران تھا وہ کیوں اسے تفصیل بتا رہا تھا؟ حجاب جلدی جلدی سوپ ختم کرنے کے چکر میں تھی۔ سامنے بیٹھے شخص کی نظریں اسے اپنے آپ سے نفرت کرنے پر مجبور کر رہی تھیں۔

☆.....☆.....☆

ابراز کے جانے کے بعد وہ سکون بھرا سانس خارج کرتی اٹھ بیٹھی اور بمشکل وضو کر کے نماز ادا کی۔ دعا مانگ کر اس نے سب شکوے صرف اللہ سے کیے اور نماز کے بعد وہ کچن میں

آ گئی۔ اپنے لئے چائے بناتے اس نے غور کیا تھا۔ گھر کا سارا کام نوکر ہی کرتے، انفکٹ کھانا تک وہی بناتے۔ اسے بہت حیرت ہوئی۔ اسے یاد نہیں پڑتا برتن کے لئے بھی امی نے کبھی کوئی ماسی رکھی ہو، صرف گھر کی صفائی کے لئے ایک تھی باقی سارا کام ثنا اور وہ خود مل کر کرتیں۔ شام تک وہ دادی کے پاس انکے روم میں رہی۔ عشاء کی نماز بھی اس نے وہیں پڑھی پھر ڈنر کا ٹائم ہوتے ہی وہ دادو کے ساتھ نیچے آ گئی جہاں سب ڈنر شروع کر چکے تھے اور حیرت کی بات، آج اس کے سسر بھی وہیں انکے ساتھ تھے آج پہلی بار حجاب نے انہیں دیکھا تھا۔

''السلام علیکم۔'' وہ سب کو سلام کرتی دادی کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔

''وعلیکم السلام، کیسے ہو بیٹے؟'' حیات صاحب نے خوشدلی سے جواب دیا۔ وہ انکی سوچ سے بڑھ کے خوبصورت تھی۔

''جی ٹھیک ہوں۔'' حجاب نے نارمل سے انداز میں کہہ کر اپنی پلیٹ میں چاول لئے۔ حجاب نے ایک نظر ٹیبل کے گرد بیٹھی ماں، بیٹی پر ڈالی۔ فیجہ ساڑھی پہنے فل میک اپ چہرے پر ملے چھوٹے چھوٹے نوالے لے رہی تھیں جیسے کھانے کا پروگرام کہیں اور ہو۔ مہوش بھی ہنوز یہی عمل دہرا رہی تھی۔ دل مار کر کھانا کھا رہی تھی۔

''ہیلو ایوری ون کیا ہو رہا ہے؟'' ابراز نے اپنا کوٹ اتار کر حجاب کی چیئر پر لٹکا دیا اور خود آ کر اس کے پاس بیٹھ گیا۔ حجاب نامحسوس انداز میں دور کھسکی۔

''بے بی، سنبھل کر گر نہ جاؤ۔ اور شوہر آیا ہے گھور کیا رہی ہو جان، کھانا نکال کر دو بہت بھوک لگی ہے۔'' وہ اس کے کھسکنے پر چوٹ کر گیا۔ ساتھ نیا آرڈر جاری کیا جو حجاب کو تپا گیا۔ مجبوری تھی وہ یہاں اپنا منہ بھی نہیں کھول سکتی۔ اس نے صرف ''جی'' کہا اور پلیٹ میں اس کے لیے چاول نکالنے لگی۔

''اوہ بے بی، میں سبزی نہیں کھاتا۔ پرونز بنے ہونگے وہ دو۔''

ابراز نے سلیوز کے کف فولڈ کیے۔ اس وقت وہ کافی تھکا لگ رہا تھا۔ اور اس کا موڈ بھی کافی خوشگوار تھا جبکہ حجاب اس کی پل پل بڑھتی بیبا کی دیکھ کر اپنی قسمت پر ماتم کر رہی تھی۔

''تیری بیٹی ہے کیا جو بے بی کہہ رہا ہے؟'' دادو کو اس کا بے بی کہنا ناگوار گزرا۔ فیجہ اور مہوش کوفت سے بیٹھے دل مار کر کھانا کھا رہے تھے انہیں اس بحث میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

''وہ بھی جلد آجائے گی دادو۔''

ابراز کی بات سے حجاب کا چہرہ پل بھر میں سرخ ہو گیا۔ اب تو مر کر بھی وہ اس کے لئے پرونز کو ہاتھ نہیں لگائے گی۔

''تم لے لو مجھے الرجی ہے۔''

ابراز اس کا سرخ پڑتا چہرہ دیکھ بمشکل اپنا قہقہہ روک پایا۔ اسے تنگ کر کے نجانے کیوں وہ پرسکون ہو جاتا۔ یہ سچ تھا اس کے آنے سے ابراز کو اپنی زندگی سے محبت ہونے لگی تھی۔ وہ اس کے ہاتھ سے پلیٹ لے کر خود نکالنے لگا جب اس کا خوشگوار موڈ مہوش کی بات سے پل بھر میں غارت ہو گیا۔

''اس نے سرو کرنے کا کہا ہے کھانے کے لئے نہیں کہا۔ اپنے کان کھلے رکھا کرو اور زبان بند۔'' مہوش کے کاٹ دار الفاظ نے ابراز کی پیشانی پر بل نمایاں کیے۔

''تم سے کس نے مشورہ مانگا؟ ہاؤ ڈیر یو ٹو ٹوک ہر لائک دس؟'' وہ غصے سے چلایا۔ اس کی آواز سے جہاں حجاب کانپی تھی وہیں حیات صاحب نے سر تھاما تھا۔ دادی بھی بدلتے ماحول سے پریشان ہو گئیں۔

''تم اس کے لئے مجھ سے بحث کر رہے ہو؟ جانتے نہیں ہو اس نے۔۔۔'' مہوش اپنی

جگہ سے اٹھ کر چیخی۔ اس کی آواز اس قدر بلند اور انداز ایسا تھا کہ حجاب کو وہ کوئی سائکو لگی۔

''شٹ اپ، وہ بات ختم ہو چکی ہے۔ سمجھی آئندہ اس لہجے میں میری بیوی سے بات کی تو یاد رکھنا۔'' ابراز دھاڑا۔ اس کی دماغ کی نسیں تک واضح ہونے لگیں۔

''مہوش۔'' فیجہ نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا لیکن وہ تو اس وقت جنونی بنی ہوئی تھی۔

''تو کیا کرو گے تم ہاں؟ بولو اس کے لئے تم مجھ سے لڑ رہے ہو؟'' وہ پاگلوں کی طرح چیخ رہی تھی۔

''بیوی ہے میری۔ تمیز سے بات کرو۔ وہ ایک لفظ نہیں کہتی تم سے۔ تم چڑھ دوڑتی ہو۔'' ابراز نے تیز لہجے میں کہہ کر آواز نیچی رکھی۔ وہ بمشکل خود کو پرسکون کر رہا تھا پل بھر میں وہ اس کا موڈ کافی آف کر چکی تھی۔

''شی از بلڈی۔'' وہ دانت پیستے چلائی۔

''انف۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا اس کی بلند آواز سے حجاب کیا۔ مہوش تک کانپی فیجہ اور دادو نے بھی ایک دوسرے کو دیکھا جھگڑا ہوتا تھا لیکن ایسا نہیں۔ ابراز ہمیشہ بگڑتا ماحول دیکھ بات سنبھال لیتا لیکن آج وہ خود آپے سے باہر ہو گیا۔

'' ڈیڈ، اگر آج رات یہ پارٹی میں گئی تو صبح کی فلائٹ سے میں اپنی بیوی کو لے کر پاکستان چھوڑ دونگا۔ کوئی میرے پیر بھی پڑے۔ واپس کبھی نہیں آؤنگا۔'' بلند آواز میں اپنا حکم سناتے اس نے چمچ دور پھینکا جو اس کی عادت تھی اب وہ حجاب کی طرف مڑا۔

''تمہارا پیٹ بھر گیا؟'' لہجہ ویسا ہی سرد تھا۔

''جی۔ جی۔'' اس کا رواں رواں کانپ رہا تھا۔ ابراز کو لگا ابھی وہ رو دیگی۔

''اٹھو۔'' اس کا ہاتھ پکڑتے وہ اسے کھینچتے ہوئے وہاں سے لے گیا۔ کسی نے اسے نہیں

روکا کیونکہ وہاں بیٹھے ہر شخص کو اس کی بات سنتے ہی سانپ سونگھ گیا تھا۔

☆.....☆.....☆

حجاب کو آج سے پہلے ابراز سے کبھی خوف محسوس نہیں ہوا۔ رات کو اس نے ابراز کے حکم پر کھانا تک کھایا۔ ملازمہ سے کہہ کر ابراز نے دونوں کے لئے کھانا منگوایا۔ وہ پوری رات اسکو دیکھتی رہی۔ سوئی بھی ایسے ڈر کے کہ کہیں اسکو نہ سنا دے۔ آج پہلی دفعہ وہ ابراز سے اتنی خوفزدہ ہوئی تھی یہاں تک کہ سوتے وقت بھی وہ جان گیا تھا حجاب اس سے خوفزدہ ہے اسی لئے اس نے حجاب کا ہاتھ پکڑ کے اپنے دل سے لگایا۔

"بے بی، تمہیں تھوڑی کچھ کہا ہے۔ سو جاؤ میرا موڈ بدلتے دیر نہیں لگتی۔"

حجاب میں ہمت نہیں تھی ہاتھ چھڑوائے اس لیے چپ چاپ آنکھیں موند گئی۔ صبح وہ ڈرائیور کے ساتھ یونی آ گئی۔ تب ابراز سو رہا تھا لیکن حجاب نے دادو کو جانے سے پہلے بتا دیا تھا۔ اب وہ یونی آ کر سوچ رہی تھی ابراز اسے بنا بتائے آنے پر ڈانٹ نہ دے۔

"میں تمہیں لینے آ رہا ہوں بے بی، صبح سے تمہیں دیکھا نہیں دن ہی نہیں گزر رہا۔" ابراز کی کال اسے یونی میں ریسیو ہوئی۔ جویریہ اس کے ساتھ ہی تھی۔ صبح سے اس نے جو ابراز نامہ اسٹارٹ کیا وہ اب تک ختم نہیں ہوا تھا۔

"او کے۔"

حجاب کا او کے سنتے ہی فون دوسری طرف سے کٹ گیا۔ ابراز کا انتظار کرنے کے بجائے حجاب ڈیفنس سینٹرل لائبریری کی طرف نکل پڑی۔ اسے کچھ بکس چاہئیں تھیں جسے لینے کے لئے وہ جویریہ کے ساتھ پیدل ہی چل دی۔

"باجی! میری مدد کرو یہ مجھے مار رہے ہیں۔"

حجاب اور جویریہ پیدل چل رہی تھیں کہ انکی نظر ایک خواجہ سرا پر پڑی جسے دو لڑکے بری طرح مار رہے تھے۔ اسے پیر سے ٹھوکر مار کر گھسیٹ کر اپنے ساتھ لے جا رہے تھے۔

''ابے چل بول رہا ہوں چپ چاپ چل نخرے کیا دکھا رہا ہے؟ تیرے جیسے مفت میں مل جاتے ہیں چل۔'' وہ پتلا سا معصوم سا لگا تھا جویریہ کو اس حالت میں اسے دیکھ کر رونا آ رہا تھا جبکہ حجاب کا دل خود اس معصوم کے لئے رو رہا تھا لیکن اس وقت وہ سب لوگوں کو پتھر بنا دیکھ خود بھی پتھر بن گئی۔

''حجاب، چلو اس کی ہیلپ کرتے ہیں۔'' جویریہ نے حجاب کا ہاتھ پکڑا۔ وہ اس طرف قدم بڑھانے لگی لیکن بڑھا نہیں پائی کیونکہ اس کے قدم حجاب کے آگے نہ بڑھنے سے وہیں رک گئے۔

''پاگل ہو، دیکھ نہیں رہی کوئی بھی نہیں جا رہا اس کی ہیلپ کو۔ ہم گئے تو ہمیں بھی نا۔۔۔'' حجاب نے غصے سے اس سے کہا۔

''ہم جائیں گے تو باقی سب بھی خود آ جائیں گے بس کوئی شروعات کرے۔'' جویریہ نے اسے ہمت دلائی۔

''تم پاگل ہو گئی ہو چپ چاپ چلو میرے ساتھ۔ یہ روز ان کے ساتھ ہوتا ہے لیکن ان کی مدد کو کوئی نہیں آتا۔''

حجاب اس کا ہاتھ پکڑ کے اسے اپنے ساتھ کھینچے جا رہی تھی۔ جویریہ کو آج اس کی سوچ اور عمل پر افسوس ہوا اور بہادر تو وہ بھی نہیں تھی کہ اکیلی چلی جائے اس لئے خاموش رہی۔

جویریہ جو اس کے ساتھ کھنچی چلی جا رہی تھی اچانک اس کی نظر ایک کار پر پڑی جو اسی خواجہ سرا کے پاس آ رکی۔ اس میں سے ایک آدمی نکلا جسکی پیٹھ جویریہ کی طرف تھی۔ اس نے جھک

کے خواجہ سرا کو اٹھایا جویریہ کی آنکھوں سے پل پل یہ منظر دور ہوتا جا رہا تھا۔ وہ اس کی نگاہوں سے اتنا دور ہو گی کہ اب وہ لوگ اسے نکتے کی شکل میں واضح ہو رہے تھے۔

''حجاب! دیٹس ناٹ فیئر۔'' لائبریری کی سیڑھیاں چڑھتے وہ اس سے خفگی سے بولی۔ چہرے کے زاویے بگڑے ہوئے تھے۔

''تم نے ہیلپ کیوں نہیں کی؟ یہ نہ کہنا میں گھسیٹ کر تمہیں لے آئی۔ میں نے قدم نہیں بڑھایا تو تمہارے قدم بھی خود بخود پیچھے ہوئے تھے۔ سچ تو یہ ہے تمہیں بھی ڈر لگ رہا تھا کہ کہیں وہ ہمیں نہ لے جائیں۔ جویریہ انکے ساتھ یہ سب روز ہوتا ہے مجھے بھی انکے لئے برا لگتا ہے لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں؟ تم بھی وہاں تھی خود بتاؤ کتنے مرد وہاں سے گزر رہے تھے۔ کسی نے مدد کی؟ نہیں نا۔'' وہ کہاں اپنی غلطی ماننے والوں میں سے تھی دھڑلے سے کہا۔

''کیونکہ انکی سوچ بھی تمہاری طرح ہے کہ یہ انکے لئے عام بات ہے۔ نہیں حجاب، عام نہیں روز ان سے پوچھو جو وہ اذیت سہتے ہیں۔ اسے ''عام'' لوگوں نے اپنی ''چپ'' سے بنایا ہے۔ اس کی حالت دیکھتیں کتنا رو رہی تھی وہ۔ تم نے تو نامحرم کے صرف ہاتھ لگانے پہ اتنا ہنگامہ کیا انکا سوچو جو روز یہ سب برداشت کرتے ہیں۔ لوگ اپنی ملکیت سمجھ کر انہیں لیجاتے، ہوس مٹاتے ہیں۔ بری طرح مار کر کسی کچرے کی طرح کہیں بھی پھینک کر چھوڑ جاتے ہیں اور یہ ان لوگوں کی وجہ سے ہوتا ہے جو کہتے ہیں عام بات ہے اور کیا کہا، ڈر ہاں میں ڈر گئی تھی لیکن یقین مانو تم ساتھ چلتی نا اور ہم ہار بھی جاتے تب بھی زندگی بھر افسوس نہیں ہوتا کیونکہ ہم مدد کی نیت سے گئے تھے عمل بھی کیا لیکن کمزور تھے۔ کسی مرد کی طاقت نہیں تھی لیکن حجاب تاثیر، تم ہمت تو کرتی راستے خود آسان ہو جاتے۔ ہمارے جاتے ہی اور لوگ بھی آتے کیونکہ یہ پاکستانیوں کی خاصیت ہے۔ جب تک کوئی پہل نہیں کرتا دوسرا کوئی قدم نہیں بڑھاتا۔''

جویریہ نے اسے اچھی خاصی سنائیں لیکن حجاب پر اثر ہی کیا ہونا تھا۔ وہ اپنا غصہ دکھانے کے لئے تیز قدم اٹھاتی اس سے پہلے اندر چلی گئی۔ جویریہ سر تھام کر رہ گئی۔ حجاب تاثیر وہ پتھر ہے جو صرف ٹھوکر کھانے سے ٹوٹ سکتا ہے۔

☆.....☆.....☆

''باہر آؤ۔'' وہ ابھی بکس ایشو کروا رہی تھی کہ ابراز کی کال آ گئی۔

''ابراز، میں لائبریری آئی ہوں بس بکس ایشو کروا کر آتی ہوں۔''

حجاب نے اس کی کال پک کرتے ہی کہا۔ جویریہ بھی اپنی بک لے کر کاؤنٹر کے پاس ہی کھڑی تھی۔ لیکن اس کا موڈ سخت آف تھا۔ دونوں میں کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

''اوکے بے بی، میں وہیں آ رہا ہوں۔'' ابراز نے کہہ کر کال کاٹ دی۔ وہ شاید اب اچھے موڈ میں تھا۔ لہجے میں غصے کی کوئی رمق نہ تھی۔ جویریہ اور حجاب دونوں بکس لے کر باہر آ گئیں۔ ابھی وہ گیٹ سے نکل ہی رہی تھی کہ انکے آگے ابراز کی کار آ رکی۔ ابراز نے کار کا شیشہ نیچے کیا تو نقاب میں ملبوس حجاب جویریہ کے ساتھ کھڑی نظر آئی جسے دیکھ کر وہ مسکرایا۔ حجاب کو اس کے اس طرح جویریہ کے سامنے گھورنے پر شرمندگی نے آن گھیرا۔

''السلام علیکم ابراز بھائی، کیسے ہیں آپ۔'' جویریہ نے مسکراتے ہوئے سلام کیا۔

''ٹھیک سالی صاحبہ۔ آؤ بیٹھو تمہیں بھی ڈراپ کر دوں۔'' ابراز نے حجاب سے نظریں ہٹا کر جویریہ سے کہا۔

''نہیں ابراز بھائی بس یونی تک کر دیں۔''

''شیور۔'' جویریہ بیک سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی اور حجاب نے فرنٹ سیٹ سنبھالی۔ انکے بیٹھتے ہی ابراز نے کار اسٹارٹ کر دی۔

''ابراز بھائی، ویسے دکھ ہے آپ کی سنگت کا اثر نہیں ہوا حجاب پر۔'' جویریہ کے طنز سے جہاں حجاب سلگ اٹھی وہیں ابراز مسکرایا

''یہ کہو مجھ پر اس کی سنگت کا نہیں ہوا۔'' ابراز نے ایک بھرپور گہری نظر سے حجاب کو نوازتے کہا۔

''نہ ہی ہو۔'' جویریہ کی بڑبڑاہٹ سن کر حجاب صبر کا گھونٹ پی کر رہ گئی۔ وہ کل یونی میں اس کی عقل ٹھکانے لگائے گی۔ یہی سوچ کر اس نے جویریہ کو نظرانداز کیا۔

''بس بھائی یہیں تک۔ تھنک یو ابراز بھائی۔'' یونی کا گیٹ آتی ہی جویریہ باہر ہی اتر گئی۔ کیونکہ باہر ہی پوائنٹس کھڑے تھے۔

''آلویز۔'' ہلکی سے مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے وہ کار آگے بڑھا گیا۔

''بہت مسکرا رہے تھے اس کے سامنے تمہارے چچا کی بیٹی لگتی ہے جو اس کے ڈرائیور بن رہے تھے۔ میں کیا آفر نہیں کرتی اسے؟'' حجاب جو کب سے اپنے غصے کو کنٹرول کیے بیٹھی تھی پھٹ پڑی۔ جبکہ ابراز تو اب تک حیران تھا۔ وہ اس کے غصے سے اتنا ڈر گئی کہ لینے آنے کے لئے منع بھی نہیں کیا۔

''کل تم مجھ سے ڈر گئیں؟'' ڈرائیونگ کرتے وہ اسے اپنے نظروں کو حصار میں لئے ہوئے تھا۔ ہونٹوں پر شرارتی مسکراہٹ تھی۔

''اتنا گھورتے کیوں ہو سامنے دیکھو۔'' حجاب تو اس کی نظروں سے تپ جاتی جو آس پاس لوگوں کی پرواہ کیے بغیر ڈھٹائی سے اسے گھورتا۔

''اپنی ملکیت کو کون نہیں گھورتا۔'' ڈھٹائی سے جواب آیا۔

''بدتمیز، بے حیا، بے شرم۔'' حجاب نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ وہ بھی کہاں سر پھوڑ

رہی تھی بے شرم نے بھی کبھی شرم کی ہے بھلا؟

''حیادار زمانے کا میں گنہگار انسان ٹھہرا، پرہیز گاروں سے درخواست ہے، پرہیز کیجئے۔''

ابراز اسے دیکھتے شیطانیت سے مسکرایا جو اسے اپنی آنکھوں سے گھورتی اس کی جان لینے کے درپے تھی۔

''تم کیسے انسان ہو؟ فلرٹ کرتے ہو؟ شراب پیتے ہو، دھمکا کر شادی کرتے اور زبردستی کر کے خود کو معصوم سمجھتے ہو؟ اور جویریہ کی بچی کو صبح دیکھونگی میری سنگت میں کونسی خرابی ہے؟ اللہ کا شکر ہے تمہاری طرح کافر نہیں۔'' وہ جویریہ کا سارا غصہ اس پر نکال کر غصے سے چیخی۔

''ہمارا کیا ہے۔ہم تو ویسے ہی بدنام ہیں زمانے میں
فکر تو وہ کریں جن کے گناہ ابھی تک پردے میں ہیں۔''

مسکراہٹ دبائے سکون سے جواب دیتا وہ اسے بے سکون کر گیا۔حجاب اپنے غصے کو دباتی خاموش بیٹھ گئی اب وہ اس کی منتیں کرے تنگ بھی کرے تب بھی وہ نہیں بولنے والی۔

''بے بی، تم سے جڑے ہر رشتے کی عزت کی ہے میں نے اور کرونگا۔آفر تم کرو یا میں بات ایک ہی ہے وہ بھائی کہہ کر گئی ہے مجھے اندازہ لگا لو اس رشتے کو نبھایا ہے میں نے۔'' ابراز نے اس کی چپ محسوس کرتے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''مجھے امی کے گھر ڈراپ کر دو میں آج وہیں رہونگی۔'' حجاب نے کچھ دیر بعد منہ کھولا لیکن اس کی فرمائش سن کر ابراز کو وہ چپ ہی اچھی لگی۔

''پھر میرا کیا ہوگا؟'' حجاب اس کا مطلب سمجھ کر آگ بگولہ ہوگئی۔

''ڈوب مرنا۔'' صاف جواب آیا۔

''بے بی، تم بھول رہی ہو ہم نے قسم کھائی تھی ساتھ جئیں گے ساتھ مرینگے۔دوزخ میں

بھی ساتھ جائیں گئے یاد ہے نا۔'' آنکھ دبا کر کہتا وہ حجاب تاثیر کو تن بدن میں آگ لگا گیا۔

☆.....☆.....☆

ابراز اور حجاب دونوں اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہے تھے۔انہیں لاؤنج میں حیات صاحب بیٹھے نظر آئے۔حجاب انہیں سلام کرنے کے لئے انکی طرف بڑھ رہی تھی ابراز نے اس کا ہاتھ سختی سے پکڑ کے سرد لہجے میں کہا۔

''زیادہ مسلمان بننے کی ضرورت نہیں چپ چاپ کمرے میں جاؤ میں آرہا ہوں۔''

''کیا مطلب سلام نہیں کروں۔'' حجاب نے ناسمجھی سے ابراز کو دیکھا۔

''کمرے میں جاؤ۔'' اس دفعہ لہجہ چٹانوں کی سی سختی لیے ہوئے تھا۔حجاب اس کے بدلتے موڈ کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئی۔پل میں ماشہ پل میں تولہ لیکن حجاب نے بحث نہیں کی چپ چاپ اوپر چلی گئی۔

حیات صاحب نے حجاب کے جاتے ہی ابراز کی طرف دیکھا جوان پر سخت نگاہ ڈالے نجانے کب انکے سامنے آبیٹھا۔آنکھوں کی سختی اس کے اندر کا حال بیان کر رہی تھی۔ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا وہ چہرے پر چٹانوں سی سختی لئے ہوئے تھا۔

''آپ کو شاید یاد نہیں تو یاد دلا دوں۔مام سے بھی کہا تھا میری بیوی کوئی شوپیس نہیں جسے گھر میں سجانے کے لئے لایا ہوں۔اور کل کی میری دھمکی صرف دھمکی نہیں تھی میں اپنی بات پر عمل کرنا جانتا ہوں۔سو یہ اپنی نظریں قابو میں رکھیں میں حیوان بنتے وقت لحاظ نہیں کرتا سامنے کون ہے۔میری بیوی کہتی ہے نشے میں دکھتا نہیں مجھے، سامنے باپ ہے یا دشمن۔'' سلگتے ہوئے انگارے کی مانند سنسناتا لہجہ تھا جس نے حیات صاحب کو پل بھر کے لیے ہلا دیا۔

''پچاس لاکھ کا کیا کیا۔'' خود کو سنبھالتے وہ نارمل لہجے میں گویا ہوئے۔انہیں معلوم تھا انکا

غصہ ابراز کے غصے کو اور ہوا دیگا جس میں انکا خود کا نقصان ہے وہ اپنی جان سے عزیز بیٹے کو کسی قیمت کھونا نہیں چاہتے تھے۔ جبکہ ابراز انکی بات سن کر زخمی سا مسکرایا۔

"آپ بھی کمال کرتے ہیں ڈیڈ۔ پچاس لاکھ کا کیا کرنا ہوگا مجھے؟ اب میں بیوی والا ہوں۔ کیا مجھے اس کے لئے بھی آپ کو بتانا ہوگا؟ یار ڈیڈ، آپ بھی ناں سمجھ کرنا سمجھ بنتے ہیں اور ۔۔۔" شرارت سے کہہ کر آخر میں اس کا لہجہ خود ہی کسی پتھر کی طرح سخت ہو گیا۔

"جان کر انجان۔" آنکھوں سے دہکتے انگارے نکل رہے تھے جو اس کے باپ کا وجود جھلسا رہے تھے۔ وہ انہیں اپنی نفرت سے نوازتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیوی کے پیچھے زن مرید بن کر رہ گئے ہو۔" اس نے جانے کے لئے قدم بڑھایا اس کا باپ اس کے پیچھے سے چلایا۔ انہیں تپتا دیکھ کر ابراز کے رگ رگ میں سکون کی لہر دوڑی۔

"یہ الزام بھی قبول ہے۔" دلکشی سے مسکرا کر کہتا وہ پلٹا نہیں تھا بلکہ سیڑھیاں چڑھتے اپنے روم میں چلا آیا۔ اس کا باپ پیچھے سے دانت پر دانت جمائے غصہ کنٹرول کرنے کی بھرپور کوشش میں تھا۔

☆.....☆.....☆

ابراز کمرے میں آیا تو اسے نماز پڑھتا دیکھ کر سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔ آج بھی وہ اپنی زندگی، قسمت، پسندیدگی پر حیران تھا۔ کیسے حجاب تاثیر اس کی پسند بنی؟ پھر قسمت اور اب۔ ہاں اب۔ زندگی۔ وہ کیسے اس کے دل میں سما گئی وہ خود حیران تھا۔ حالانکہ حجاب تاثیر کے الفاظ اس کی روح جھنجوڑ دیتے تھے لیکن نفرت؟ اے دل کیوں تو اس سے نفرت نہیں کر پاتا کیوں؟ وہ تجھے ہر بار ٹھکراتی ہے پھر بھی ذلیل ہونے اسی کے پاس جاتا ہے؟

ابراز بے خودی کے عالم میں اسے دیکھے گیا۔ حجاب کو دیکھ کر اس کا بھی دل چاہتا تھا وہ اس

کے ساتھ نماز پڑھے لیکن اسے ڈر بھی لگتا تھا اپنے گناہوں سے۔ کیا وہ اس قابل ہے کہ اس کی بارگاہ میں حاضری لگائے؟ سوچ سوچ کر اس کا جسم بے جان ہو جاتا۔

وہ گنہگار ہے۔ گناہ کی دنیا میں اس نے کب قدم جمائے وہ نہیں جانتا تھا بس اتنا جانتا تھا اکسایا اس کے ماں باپ نے تھا۔

اگر کبھی حجاب کو اس کے ماں باپ کی اصلیت پتا لگی تو وہ اس سے طلاق لینے میں لمحہ نہیں لگائے گی۔ یہ سوچ آتے ہی بے اختیار اس کا دل درد کی شدت سے تڑپ اٹھتا۔ حجاب کے آنے سے پہلے اسے نہ زندگی چاہیے تھی نہ جینے کی خواہش لیکن اب وہ جینا چاہتا تھا حجاب تاثیر کے ساتھ۔

''اب تم نے مجھے گھورا ناں تو میں دادو کے روم میں چلی جاؤنگی۔'' حجاب کی آواز نے اس کی سوچوں کا تسلسل توڑا۔ وہ اسے ایک نظر دیکھ کر اٹھا اور وارڈروب سے اپنا سوٹ لے کر نہانے چلا گیا۔ حجاب کی وجہ سے وہ آج جلدی اٹھ تو گیا تھا لیکن آفس نہیں گیا۔ نجانے کیوں اسے بے چینی تھی اس لیے وہ ڈائریکٹ اس کی یونی اسے لینے چلا گیا۔ حجاب اس کے خاموشی سے جانے سے پہلے تو حیران ہوئی پھر اپنی نماز جاری رکھی۔

☆.....☆.....☆

ابراز آفس جانے سے پہلے دادو کے روم میں گیا۔ کل رات اس کی وجہ سے دادو کافی پریشان رہیں۔ اس بات کا اندازہ ابراز بخوبی لگا سکتا تھا اس لئے سب سے پہلے وہ ان کے روم میں گیا۔ انہیں مطمئن کرنے۔ انکے ساتھ کچھ دیر بیٹھ کر وہ آفس کے لئے نکل گیا۔

بن تمہارے کبھی نہیں آئی
کیا میری نیند بھی تمہاری ہے

حجاب نے ایک سخت نظر سے نوازا جو اسے آدھے گھنٹے سے تنگ کر رہا تھا۔ اب بھی بڑی بیباکی سے اسے دیکھ کر شعر پڑھا۔

''کیا ہے؟ مجھے پڑھنے دو پرسوں یہ بک ریٹرن کرنی ہے۔'' پھاڑ کھانے والے انداز میں کہہ کر وہ واپس اپنی بک پڑھنے لگی۔

''مجھے بھی پڑھ لو بہت مزے کا ہوں۔'' اس کے کندھے پر جھولتے دوپٹے کو ہلکا سا جھٹکا دے کر کہا۔ آنکھوں میں بے پناہ چاہت تھی۔ وہ اس کی نظروں سے یکدم بوکھلا گئی۔ ابراز اسے بوکھلاہٹ کا شکار دیکھ کر جی جان سے مسکرایا۔ حجاب نے سنبھلتے ہی اس کا ہاتھ دور کر کے تھپڑ لگایا اور اسے ایک گھوری سے نوازا۔

''میرے دوست کہتے ہیں۔'' اپنی بات مکمل کر کے وہ اس کے کندھے سے کندھا ملا کر بیڈ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ حجاب نے اپنی غیر ہوتی حالت کو بمشکل سنبھالا۔ یہ شخص پل پل قریب آ کر اسے نئی اذیت سے نوازتا۔

''تو انکے پاس جاؤ ناں میرا سر کیوں کھا رہے ہو۔'' اسے خود سے چپکتے دیکھ کر وہ دانت پیس کر بولی۔

''جیلس۔ او مجھے پتا ہے آج کل تمہیں ٹائم نہیں دے پاتا اس لئے ناراض ہو۔ چلو کوئی نہیں اب سے میرا سارا وقت تمہارا۔'' وہ اس کے کندھے کے گرد بازو حمائل کر کے اس کے اندر ابلتے لاوے کو ہوا دے چکا تھا۔

''سارا دن تو میرے سر پر سوار رہتے ہو۔ سانس تک لینے نہیں دیتے اور کہتے ہو وقت نہیں دے پاتا۔ مائے فٹ نہیں چاہیے کچھ بھی جان بخش دو میری۔'' وہ اس سے تھوڑا دور کھسک کے بک پھینک کر اس کے سامنے اپنے ہاتھ جوڑتی ہوئی بولی۔

''تمہیں بخش دیا تو میرا کیا ہوگا جانِ من؟'' اس کے بندھے ہاتھوں کو پکڑ کے وہ شیطانی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجا کر اس پر بوسہ دینے لگا تھا کہ حجاب نے جھٹکے سے اپنے ہاتھ پیچھے کیے۔

''مجھے پڑھنے دو پلیز۔'' وہ کسی بچے کی طرح معصومیت سے بول کر منت کرنے لگی۔ اس کی حالت دیکھ کر ابراز کو ہنسی آ گئی۔ اسے تنگ کر کے ایک الگ ہی سکون ملتا تھا ابراز کو۔

''کیا کرو گی پڑھ کے۔ اب شوہر والی ہو۔ اور یہ کیا گھٹیا بک اٹھا لائیں؟'' وہ اس بک کو اٹھا کر دیکھنے لگا جو حجاب نے بیڈ پر پٹخی تھی۔

''کیا مطلب؟'' وہ اس سے بک چھینتی ہوئی چلائی۔

''بے بی، وہ پڑھو جو آگے زندگی میں کام آئے جیسے زوجین کے حقوق۔'' ابراز نے حجاب کا چہرہ دیکھ کر قہقہہ لگایا جو غصے سے سرخ ہو چکا تھا۔

''شوہر کے سارے حقوق لکھے ہیں۔ یہ بھی کہ نافرمان بیوی کا انجام کیا ہوتا ہے جو مجازی خدا کے حکم کی پیروی نہیں کرتی۔'' ابراز نے اسے احساس دلانا چاہا۔ اسے حجاب کی کیا اپنی فکر تھی۔ اس کی بے اعتنائی دیکھ کر ابراز کا نجانے کیوں دل ٹوٹ جاتا۔

''گٹر میں پھینک دونگی۔'' فوراً ہی جواب آیا۔ حجاب کو پرواہ ہی کہاں تھی؟ ابراز حیات سے نافرمانی کا گناہ بھی اسے منظور تھا لیکن ہارنا نہیں۔

''بیوی، مجازی خدا ہوں میری خدمت کرو گی تو جنت تمہاری ورنہ میرے ساتھ تمہارا بھی دوزخ کا ٹکٹ کٹے گا۔'' ابراز اسے بک میں واپس الجھتا دیکھ غصے میں آ گیا۔ اپنا غصہ دبا کر وہ لہجے کی سختی پر قابو پا کر مزاحیہ انداز میں بولا اور اس کی بک چھین کر بیڈ پر پٹخی۔

''تمہارا تو سالوں پہلے کٹ چکا ہے۔ میری فکر نہ کرو۔ توبہ کر لونگی اور جا رہی ہوں میں دادو کے روم میں۔'' وہ بیڈ سے اپنی بک اٹھانے لگی۔ ساتھ بکھرا سامان ابراز کے کان تو ''دادو کے

روم" کا سن کر کھڑے ہو گئے۔ سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں ابراز نے ایک نمبر ملا کے اسے لاؤڈ سپیکر پر لگایا۔

"السلام علیکم، امی کیسی ہیں آپ؟ جی میں ٹھیک ہوں۔ آپ سے شکایت تھی۔ بیٹی کو تمیز نہیں سکھائی۔ کہہ رہی ہے ٹنڈے جیسا منہ لے کر نکل جاؤ میرے کمرے سے۔"

ابراز نے معصومانہ انداز میں کہا۔ حجاب تو اس کی حرکت دیکھ کر بلبلا اٹھی۔ اس کا دل چاہا پاس پڑا گلدان پوری قوت سے اس کے سر پر مارے۔

"بیٹا! کیا کروں حجاب کا؟ زبان ہے اس کی کہ رکتی نہیں۔ میں خود تنگ آ جاتی ہوں۔"

حجاب کو پہلی دفعہ نجانے کیوں ابراز کے سامنے شرمندگی ہوئی۔ جبکہ ساس کی بات سن کر ابراز ڈھٹائی سے مسکرایا۔ ساتھ ایک طنزیہ نظر حجاب پر ڈالی۔ اس کی ماں انجان تھی ابراز نے فون سپیکر پر رکھا تھا۔

"یہی نہیں محترمہ سے کہا، بریانی بنا دو، آگے سے جواب دے رہی ہے شکل دیکھ کر فرمائش کرتے ہیں۔ آپ خود بتائیں امی یہ کہاں کا انصاف ہے؟ اسی لئے میرا دل ہی نہیں کرتا گھر آؤں۔ مجھے کہتی ہے "کافر" ہو تم۔ مجازی خدا جیسی شکل نہیں تمہاری۔ یہی نہیں امی جو کہتا ہوں نہ کرو سب سے پہلے وہی کام کرتی ہے اور تھوڑا میں نے آواز تیز کر لی تو محترمہ دادی کے روم میں سونے چلی جاتی ہے۔" ابراز نے پورے دل کی بھڑاس آج ہی نکال لی۔ اس کی زبان کسی قینچی کی طرح پٹر پٹر چل رہی تھی۔ حجاب کو رونا آ رہا تھا۔ تقریباً آدھے گھنٹے کی بحث کے بعد اس کی ماں کو حجاب کا خیال آیا۔ وہ بھی صرف دماغ درست کرنے کے لئے۔

"حجاب! تمہیں ذرا تمیز نہیں؟ اس طرح شوہر سے بات کرتے ہیں اور یہ کہاں سے سیکھی ہو ٹینڈے جیسا منہ سامنے ہوتی تو تمہارا منہ میں لال کر دیتی۔"

حجاب نے نفرت سے سامنے بیٹھے ابراز کو دیکھا جو آگ لگا کر اب چپس کھا رہا تھا۔ حجاب نے موقع اٹھا کر سپیکر سے ہٹانا چاہا لیکن ہائے یہ قسمت فنگر پرنٹ کوڈ حجاب غصہ پی کر رہ گئی۔

''میں آخری بار کہہ رہی ہوں حجاب، اب تم نے شوہر کی نافرمانی کی وہاں آ کر تمہارے شوہر کے سامنے تھپڑ لگاؤں گی۔ سمجھی۔'' ابراز کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہوگئی۔ حجاب سر جھکا کے رہ گئی۔ اس کی ماں نے سارا بھرم ختم کر دیا۔

''اور ابراز جو کہے وہ کیا کرو۔ شہزادوں جیسا شوہر ہے کیا خرابی ہے؟ آنکھیں کھول کر دیکھو گی تو قدر ہوگی اور اب تمہاری شکایت نہ آئے اور بات بات پر کمرہ چھوڑ کر کیوں بھاگتی ہو۔ اس بچے کو بھی پریشان کرتی ہو۔ آپس کا جھگڑا آپس میں نپٹاؤ۔ اعلان نہ کرو۔ رکھتی ہوں فون کل سیدھا کرونگی تمہیں۔'' کال کاٹ کر اس کی ماں نے اس کی جان میں جان ڈالی۔ حجاب اسے قہر آلود گھوری سے نواز کر پھنکاری۔

''ریسپشن سے پہلے تم نے مجھ سے بات بھی کی نا تو قتل کر دونگی تمہارا میں۔'' وہ بکس سائیڈ پر پٹخ کے چادر تان کر لیٹ گئی۔ ابراز مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے جاگتا رہا پھر اسے نیند میں جاتا دیکھ کر آہستہ سے اس کے قریب آیا اور اس کا سر احتیاط سے اپنے بازو پر رکھ کے آنکھیں موند گیا۔

☆.....☆.....☆

آمنہ، ثنا اور اسامہ خوشی سے تیار ہو رہے تھے۔ آج کافی دنوں بعد وہ اپنی بہن کو دیکھنے کے لئے بے چین تھے۔ آخر کب اتنے دنوں تک وہ لوگ ایک دوسرے سے دور رہے ہیں؟ اور یہی حال وہاں کا تھا۔ حجاب بے صبری سے سب سے ملنے کا انتظار کر رہی تھی۔ اس کے لاکھ کہنے کے بعد بھی ابراز اسے وہاں لے کر نہیں گیا جبکہ اس کی ماں کا ابراز کے ساتھ بدلتا رویہ

دیکھ کر حجاب حیران بھی تھی اور اداس بھی۔ اور اداس وہ دادو کے گاؤں جانے سے بھی تھی جنہوں نے کل ہی اسے جانے کی نیوز دی تھی اور یہ سب سن کر تو حجاب کا منہ لٹک گیا تھا۔ اب ابراز جانے اس کے ساتھ کیا کریگا؟ اسے یہی لگا تھا وہ دادو کی وجہ سے شریف بنتا ہے۔

☆.....☆.....☆

وائٹ گھیر دار میکسی میں وہ دوپٹہ گھونگٹ کی طرح اوڑھے ابراز کے قدم سے قدم ملا کر چلتی اسٹیج کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ابراز نے اس کا ہاتھ سختی سے تھاما ہوا تھا۔ اردگرد بیٹھے لوگ انہیں حسرت سے دیکھ رہے تھے۔ کچھ حجاب اور ابراز کے یونی فیلوز تھے، کچھ رشتے دار۔ انہی میں کچھ بزنس مین اپنی بیویوں کے ساتھ آئے تھے جنہیں دیکھتے ہی ابراز کا خوشگوار موڈ آف ہوگیا۔ اب کے اس نے ایک ہاتھ حجاب کی کمر میں حمائل کر کے اسے قریب کیا اور قدم بڑھاتے اسٹیج پر آ بیٹھا۔ پہلے اس نے حجاب کو بٹھایا پھر اس کے پاس بیٹھ کر حجاب کا ہاتھ سختی سے اپنی گرفت میں جکڑا۔

"ہاتھ چھوڑو۔" حجاب نے دھیمی مگر غصیلی آواز میں کہا۔

"جب تمہاری خواہشوں کا احترام کرتا ہوں تو یہ فرض تم پر بھی لاحق ہوتا ہے۔" سکون سے جواب آیا۔

"کیسے ہو بھائی، شادی کے بعد بھول ہی گئے ہو۔" حیات صاحب کے دوست نے اسٹیج پر آ کر ابراز سے کہا اور ایک گہری نظر گھونگٹ میں چھپی حجاب پر ڈالی۔

"کون سا شادی سے پہلے ہماری جان پہچان تھی؟" ابراز کا لہجہ خود بخود تلخ ہوگیا۔ اس کا دل چاہا سامنے بیٹھے شخص کو زندہ جلا ڈالے۔

"مذاق اچھا کرتے ہو۔" اس شخص نے بمشکل خود کی عزت سنبھالی۔

''ہمارا مذاق کا رشتہ ہے؟'' ابراز کا لہجہ اب بھی سخت تھا آنکھوں میں شیطانی مسکراہٹ جیسے اس شخص کے اندر ابلتے لاوا سے مزے لے رہا ہو۔

''حیات صاحب سے مل لوں۔'' وہ شخص مزید عزت افزائی سے بچنے کے لئے نیچے مہمانوں سے ملتے حیات صاحب اور فیجہ کے پاس چلے آئے۔ حجاب، ابراز کو سمجھنے سے ابھی بھی قاصر تھی۔ وہ کوئی عجیب ہی پہیلی تھا جو اسے لگا وہ کبھی سلجھا نہیں پائے گی۔

''بے بی، تم پریشان نہ ہو ان جیسوں کی روز میرے ہاتھوں عزت افزائی ہوتی ہے پھر بھی ڈھٹائی سے منہ اٹھا کے آجاتے ہیں۔'' ابراز کو حجاب کا خیال آتے ہی لہجے میں خود بخود نرمی اور محبت سمٹ آئی۔

''تمہاری طرح۔'' حجاب نے ترکی بہ ترکی کہا۔

''کمرے میں چلو تمہارا دماغ درست کرتا ہوں۔''

حجاب کی نفرت کا جواب شوخی سے دے کر وہ دلکشی سے مسکرایا۔ اس نے حجاب کو تنگ کرنے لئے اس کی انگلی میں پہنی انگوٹھی کو چھیڑا۔ حجاب اتنے لوگوں کے سامنے بس صبر کا گھونٹ پی کر رہ گئی۔

''کیوں میرا تماشا بنا رہے ہو؟'' حیات صاحب نے حجاب کا لحاظ کیے بغیر اپنے ڈھیٹ بیٹے سے کہا جو بڑی بیبا کی سے بیوی کی سینڈل میں الجھا شرارہ نکال رہا تھا۔

''ویٹ آ سیکنڈ ڈیڈ۔'' وہ بیٹھے بیٹھے اس کے سینڈل سے الجھا شرارہ نکال چکا تھا۔ اب باپ کو دیکھ کر دنیا بھر کی بیزاری چہرے پر سجائے احسان کرنے والے انداز میں ماں باپ کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

''میرا تماشا کیوں بنایا۔'' سرخ آنکھوں سے اس کا باپ دھیمی آواز میں دھاڑا۔ انکا بس

نہ چلتا وہ اپنے بیٹے کو کھڑے کھڑے شوٹ کر دیں۔

''بنایا ہوتا تو گردن اکڑا کے نہیں چلتے۔'' سرد لہجے میں کہہ کر اس نے اپنی جان چھڑوائی۔ وہ انہیں اگنور کرتا اس سے پہلے اس کی ماں نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔

''ابراز، بی ہیو یور سیلف۔'' فیحہ نے ایک سخت گھوری سے اسے نوازا۔ حیات صاحب کے دوست کے سامنے جو شرمندگی اٹھانی پڑی آمنہ کو وہ نہیں بھولی اور وہ جانتی تھیں یہ حرکت ابراز نے جان بوجھ کر کی ہے۔

''آئی ڈونٹ نیڈ یور ایڈوائز۔'' وہ اپنی ماں کا بھی کہاں لحاظ کرتا تھا؟ اسے باپ سے زیادہ نفرت تو اپنی ماں سے تھی۔

''اگر اگلے دس سیکنڈ میں آپ دونوں گئے نہیں تو میں یہاں سے چلا جاؤنگا۔ میرے پیچھے جواب دیتے رہنا آپ دونوں۔'' گرج دار آواز میں کہہ کر وہ اپنی بیوی کے پاس بیٹھ گیا۔ حیات صاحب اور فیحہ ایک سرد نگاہ حجاب پر ڈال کر اسٹیج سے اتر گئے۔

کچھ ہی دیر میں حجاب کی فیملی اسٹیج پر آ گئی۔ ابراز گرم جوشی سے ان سے ملا۔ اس کا انداز حجاب کو حیران کر رہا تھا۔ اپنے پیرنٹس پر حکم اور یہاں عزت دینا احترام کرنا۔ حجاب بس اسے دیکھتی رہی۔ آمنہ کے آتے ہی ابراز اسے فیملی کے ساتھ چھوڑ کے اسٹیج سے اتر گیا۔ آمنہ نے ابراز کے جاتے ہی بیتابی سے بیٹی کو گلے لگایا اور اس کا ماتھا چوما۔ ثنا اور اسامہ بھی خوشی سے اس سے ملے۔

''آپی یو آر لکی۔'' ثنا نے حجاب سے گلے ملتے کہا۔ اس ریمارکس پر حجاب بس اس کا منہ دیکھتی رہی۔

''بابا کہاں ہیں؟''

حجاب کی بات سن کر ثنا بوکھلا گئی۔

"وہ چاچو کے ساتھ حیدر آباد گئے ہیں۔ آج انہیں لوٹنا تھا پر سارے راستے بند ہو گئے بس اسی کی وجہ سے آج نہ آ سکے۔"

حجاب جو یہ سمجھ بیٹھی تھی بابا مردوں والی سائیڈ ہونگے انکے نہ آنے کا سن کر اداس ہو گئی۔

کافی دیر وہ انکے ساتھ بیٹھی رہی تب تک جویریہ بھی اپنی فیملی کے ساتھ آ گئی۔ پھر حجاب دادو کے پاس چلی آئی۔ ثنا اور جویریہ کے ساتھ۔ دادو نے اسے اپنے گاؤں کے کچھ لوگوں سے ملوایا اور اپنی بہوؤں سے بھی جو فیجہ سے کافی مختلف اور حیادار تھیں۔ فنکشن کے اختتام پر ابراز واپس اس کے پاس چلا آیا کسی سائے کی طرح وہ اس کے ساتھ رہا اور حجاب کا ہاتھ پل بھر کے لئے بھی اس نے نہ چھوڑا۔

وہ ڈریسنگ کے سامنے کھڑی اپنے بھاری جھمکے اتار رہی تھی کہ اسے اندازہ بھی نہ ہوا کب ابراز اس کے پیچھے آن کھڑا ہوا۔

"You will never know just how beautiful you are to me"

بے خودی کے عالم میں تکتے وہ حجاب کو ان آنکھوں میں بسا چکا تھا۔ حجاب کا ہاتھ لرز اٹھا۔ وہ سمجھ گئی تھی ابراز کا موڈ بدل چکا ہے اس نے بھاگنے کو ڈریسنگ کی طرف دوڑ لگانی چاہی کہ ابراز نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ظالم حسینہ، اب اتنا کیوں تڑپا رہی ہو؟ آج تو روپ خوب نکھر کے آیا ہے۔ اب کوئی کافر ہی ہوگا جو تم سے اپنی نظر ہٹا لے۔ ویسے بھی موقع بھی ہے دستور ہے اور یہ خوبصورت رات بھی ہے کیوں نہ اب تم بھی کچھ ثواب کما لو ورنہ فرشتے تمہیں لعنت اور حوریں ساری رات

بددعائیں دیں گی۔"

حجاب کو خود سے قریب کر کے وہ ان خوبصورت آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مسکرایا۔ حجاب پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ لفظ ایسے تھے کہ جسم حرکت نہیں کر پا رہا تھا۔ ایک وقت تھا وہ لوگوں کو انکے اعمال یاد دلاتی تھی اور آج یہ وقت ہے اس کا شوہر اسی کا حربہ آزما کر اسے آئینہ دکھا رہا ہے۔ اور ہوا بھی یہی تھا۔ لاکھ چاہ کر بھی وہ اسے روک نہ سکی۔ اس کی کمر کے گرد ابراز حیات کا گھیرا مزید تنگ ہو گیا۔

☆.....☆.....☆

صبح وہ اٹھتے ہی تیار ہو کر یونی آ گئی۔ ابراز کو دل ہی دل میں گالیوں سے نوازتے وہ اپنا غصہ نکال رہی تھی۔ مہوش اپنی کار لے کر نکل چکی تھی۔ حجاب نے سوچا تھا اسی کے ساتھ چلی جائے گی لیکن وہ اس سے پہلے ہی نکل گئی۔ حجاب کو پوائنٹ سے آنا پڑا کیونکہ کار تو گھر میں تھی لیکن ڈرائیور نہیں۔ مہوش سے اس کی ملاقات یونی میں اور ڈنر پر ہوتی۔ آج کل اکثر وہ مہوش کو ایک لڑکے کے ساتھ دیکھتی جو یونی میں کافی مشہور تھا۔ ہر لڑکی کے ساتھ اس کا اٹھنا بیٹھنا تھا۔ حجاب نے ایک دفعہ مہوش کو سمجھانا چاہا لیکن سمجھنا تو دور وہ تو حجاب سے اتنی بیزار تھی کہ دو گھڑی بات کرنا بھی گوارہ نہ سمجھا۔ حجاب نے بھی اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔

"ہیلو بے بی بڑی ظالم ہو بنا بتائے چلی گئیں۔" حجاب پریزنٹیشن تیار کر رہی تھی کہ ابراز کی کال آ گئی۔ صرف جویریہ کی وجہ سے اس نے بے دلی سے کال پک کی ورنہ جویریہ اس سے سوال پوچھ پوچھ کر اس کا سر کھا جاتی۔

"لیکچر مس ہو جاتا تبھی۔"

ضبط کرتے وہ تمیز کے دائرے میں رہ کر بات کر رہی تھی۔

''میں بھی تو تمہیں مس کر رہا ہوں۔''

ابراز کی بات سن کر حجاب کے گال دہک گئے شرم سے نہیں بلکہ غصے سے۔

''میں پریزنٹیشن بنا رہی ہوں کل لاسٹ ڈیٹ ہے۔''

حجاب نے جویریہ کی وجہ سے خود پر قابو پایا ورنہ اسے اچھا خاصا سناتی۔

''اوکے بے بی۔ سنو مجھے ارجنٹ ایک کام سے جانا ہے دل تو بالکل نہیں کر رہا۔ لیکن مجبوری ہے۔ پیپرز کے سلسلے میں جانا ہے۔'' وہ بیچارگی سے بولا اس کے لہجے سے واضح تھا وہ جانا نہیں چاہ رہا۔

''اوکے۔ کتنے دن۔'' حجاب کا دل تو ناچنے کو چاہ رہا تھا۔

''تقریباً دو ہفتے۔ کاش تمہارا پاسپورٹ بنا ہوتا تمہیں بھی لیجاتا لیکن مجھے آج ہی نکلنا ہے۔'' اب کے لہجے میں غصہ تھا، بے بسی تھی، لاچارگی لیکن حجاب کو کہاں قدر تھی۔ اس کا تو خوشی کے مارے برا حال ہو رہا تھا۔

''کوئی بات نہیں ٹیک یور ٹائم۔'' حجاب نے کہہ کر کال کاٹ دی۔ تھوڑی دیر بعد ابراز کا میسج اسے وصول ہوا۔

''تمہارے پَر تو میں آ کر کاٹوں گا.....اور سنو میری ساس کے گھر جانا وہاں سے خود ہی تمہیں لینے آؤنگا۔ میری غیر موجودگی میں اس گھر میں قدم تک نہیں رکھنا۔ آئی ہے سمجھ؟ یا دماغ ابھی بھی خالی ہے؟'' حجاب اس عجیب وغریب شخص کا میسج پڑھ کے حیرت زدہ رہ گئی۔ پھر اوکے ریپلائے کر کے فون رکھ دیا۔ کیونکہ جویریہ اب اپنے سوال پوچھ کر اس کا دماغ مزید خراب کر رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

پوائنٹ سے سڑک پر اتر کر وہ گھر جانے کے راستے پر پیدل چل پڑی۔اس کی خوشی آج دو گنی ہوگئی۔ابراز تھا نہ وہ گھر۔آج سے وہ آزاد تھی اپنی پہلی والی دنیا میں۔گھر آتے ہی اس نے بیتابی سے ڈور بیل بجائی۔اس کی ماں آمنہ نے دروازہ کھولا لیکن حجاب کا سارا موڈ اس وقت خراب ہوا جب اس کی ماں نے خوشی سے اسے گلے لگا کر کہا

''ابراز نے تو کہا تھا جلدی آؤ گی پوائنٹ سے آئی ہو کیا؟''

''ابراز سے پوچھیں نا۔'' بگڑے موڈ کے ساتھ وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔

آمنہ کو آج افسوس ہو رہا تھا۔کاش پہلے ہی وہ اسے ایک دو تھپڑ لگا کر سدھار دیتیں تو یہ ضد تو اس میں نہ آتی۔

گھر آ کر حجاب کو بدلتے ماحول کا احساس ہوا۔اس کے چچا لوگ اپنا حصہ لے چکے تھے لیکن عجیب تو یہ تھا دکان بابا کے پاس ہی تھی۔بابا نے اپنی ساری زندگی کی کمائی اپنے بھائیوں کو دیدی۔جسکا جتنا بنتا تھا اتنا۔اس کی ماں جو اسے بتا رہی تھیں حجاب کو وہ آدھا سچ لگا۔اسے پوری کہانی میں ہی جھول لگا۔حجاب کو ویسے بھی ان سب میں کوئی انٹرسٹ نہیں تھا بس اپنے بابا کو بستر سے لگا دیکھ کر اس کی حالت خراب ہوگئی۔وہ پورا دن انہی کے پاس رہتی۔انکا خاص خیال رکھتی گھنٹوں بیٹھ کر انکا سر کھاتی۔

زندگی یکدم سے بہت خوبصورت لگنے لگی تھی۔راتوں کو وہی دیر دیر تک جاگنا۔امی،ابو، ثنا۔وہ تینوں باتوں میں ایسے لگتے کہ ٹائم کا پتا ہی نہیں چلتا۔اسامہ کے پیپرز تھے اسلئے وہ آج کل کمرے کا ہو کر رہ گیا تھا۔

اسی طرح کافی دن گزر گئے۔آج ابراز کو گئے بیس دن ہو چکے تھے۔اس بیچ ابراز نے کوئی دو سو کالز کی ہونگی لیکن حجاب نے بھری ڈھٹائی سے اسے بلاک کر دیا۔یہاں آئے حجاب کو

چار روز ہو گئے تھے جب حجاب فیملی کے ساتھ تین بجے تک بیٹھی باتیں کر رہی تھی کہ ابراز کی کال آ گئی۔ بمشکل غصہ قابو کر کے اس نے کال اٹھائی تو آگے سے ڈھٹائی سے ابراز کے بیہودہ ڈائلاگز شروع ہو گئے۔

"بہت خوش ہو۔ پندرہویں کال کے بعد فون اٹھا رہی ہو۔ آنے دو مجھے گن گن کے بدلے لونگا۔" وہ گھنٹوں حجاب کا سر اسی طرح کھاتا اسلئے حجاب نے بلا خوف و جھجک اسے بلاک کر دیا لیکن اگلے دن سے وہ کبھی بابا کے نمبر پر کال کرتا تو کبھی امی کے نمبر پر اور حجاب چاہ کر بھی فون بند نہیں کر پاتی۔

"کیا ہوا حجاب صبح سے اتنی ڈل لگ رہی ہو۔"

آمنہ نے ناشتہ ٹیبل پر رکھتے کہا جسے دیکھ کر حجاب نے برا سا منہ بنایا

"امی، سر گھوم رہا اور وومٹنگ۔"

حجاب کا اتنا کہنا تھا کہ آمنہ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

"حجاب! تم رکو میں صائمہ کو لے کر آتی ہوں۔" آمنہ جلدی سے ساتھ والے گھر سے صائمہ کو لے آئیں جس نے چیک اپ کے بعد جو خبر سنائی اسے سن کر حجاب کو لگا گھر کی چھت اس کے سر پر آ گری ہو۔

"حجاب پریگنینٹ ہے۔ مبارک ہو آمنہ نانی بننے والی ہو۔"

حجاب اٹھ کر کمرے میں چلی آئی پیچھے سے اس نے آمنہ کی آواز سنی تھی۔

"شرما گئی ہے۔"

حجاب بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔ غصے سے اس نے بیڈ شیٹ دبوچی۔ اسے کانوں میں بار بار ابراز کے الفاظ سنائی دے رہے تھے۔

”کافر کی بیوی ہو تم جانِ من اور جلد ہی اس کافر کے بچوں کی ماں بنو گی۔“

اسے پتا بھی نہیں چلا کب اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ یہ نئی خوشی جسے سن کر اسے خوش ہونا چاہیے اس کا دل کر رہا تھا وہ اس خوشی میں ماتم کرے کیونکہ ابراز حیات کا جیت کی خوشی میں مسکراتا چہرہ بار بار اس کی آنکھوں کے سامنے گھومتا دکھائی دے رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

”حجاب! میری جان۔ مجھے یقین نہیں آ رہا میں نانی بنو نگی۔ نجانے کب تم بڑی ہو گئیں مجھے تو آج تک اپنی وہ چھوٹی حجاب لگتی ہو۔“ آمنہ نے آ کر اسے گلے لگایا۔ پھر کیا ہونا تھا وہ پورا دن اپنے کمرے کی ہو کر رہ گئی۔ آمنہ سے طبیعت خرابی کا کہہ کر وہ پورا دن بس بستر پر لیٹی رہی۔ نماز کا ٹائم ہوتا تو اٹھ کر پڑھتی لیکن دعا۔ دعا کے لئے اٹھتے ہاتھ واپس نیچے گر جاتے۔ یہ بے بنیاد نفرت ہی تھی جس نے حجاب تاثیر کو اپنا آپ تک بھلا دیا۔ وہ یہ نہیں سوچ رہی تھی بہت جلد اس کے پیروں تلے بھی جنت ہو گی بس اس کی سوچ یہ تھی۔ یہ بچہ ابراز حیات کا ہے۔ جس سے وہ کبھی ہارنا نہیں چاہتی کبھی نہیں۔

آج یہ نئی خوشی ہی تھی جسکی وجہ سے اس کے بابا نے اپنا بستر چھوڑا۔ وہ خود اٹھ کر اس سے ملنے آئے۔ نانا بننے کی خوشی نے انہیں پھر زندگی کی طرف لوٹا دیا۔ لیکن حجاب ان سب سے بے خبر اپنی ویرانی کا سوچ رہی تھی۔ جب دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے تو وہ کیسے ساری زندگی ایک ساتھ رہ سکتے ہیں۔ کیا آنے والے دنوں میں اس کا بچہ بھی باپ جیسا ہو گا؟ جس سے لوگ نفرت کرتے ہیں جسکی موجودگی سے حجاب تاثیر کو بھی نفرت ہو؟ آخر ابراز حیات بھی تو باپ جیسا ہے پھر اس کی اولاد بھی؟ یہ سوچیں اسے دن بہ دن زندگی سے دور کر رہی تھیں۔ وہ خود نہیں جانتی تھی اس کی آمد نے ابراز حیات کو سرتاپا بدل دیا۔ جان پاتی تو اس محبت پر فخر

کرتی۔اس پر ایمان لاتی۔

پورا دن اسامہ اور ثنا نے اس کا سر کھایا۔کبھی امی آ کر اسے کچھ کھلاتیں، ڈرائے فروٹس تو ہاتھ میں لے کر گھومتیں۔ایک گھنٹے بعد خود اس کے منہ میں ڈال کے چلی جاتیں۔حجاب بس منہ بنا کر خاموشی سے بیٹھی رہتی۔

''اب تو سدھر جاؤ۔ورنہ بچے بھی تمہیں دیکھ کر استغفار پڑھیں گے۔'' حجاب اور جویریہ گارڈن ایریا میں بیٹھی تھیں کہ جویریہ نے اس کے پھولے گال دیکھ کر کہا لیکن حجاب کسی اور ہی سوچ میں گم تھی۔

''حجاب۔'' جویریہ نے اس کا کندھا ہلایا۔

''تمہیں پتا ہے کوئی ہر وقت مجھے دیکھتا ہے۔اب بھی کوئی دیکھ رہا ہے؟'' وہ سامنے یونیورسٹی کی بلڈنگ دیکھتی کھوئے ہوئے لہجے میں بولی۔

''کون، ہمارا کوئی کلاس فیلو؟'' جویریہ نے آس پاس دیکھا پھر پیچھے مڑی۔سب لڑکے لڑکیاں اپنے گروپس کے ساتھ بیٹھے سب سے بے نیاز اپنی باتوں میں مشغول تھے۔

''نہیں کوئی لڑکا نہیں کیونکہ یہ نظریں میں ہر وقت محسوس کرتی ہوں۔انفیکٹ گرلز کامن روم میں، نماز پڑھتے وقت یونیورسٹی میں چلتے پھرتے لیکن کلاس روم میں نہیں۔پتا نہیں کون ہے میں اسے ڈھونڈنے لگتی ہوں تو وہ نظریں پھیر لیتی ہے۔'' حجاب کے لہجے میں جہاں بے بسی تھی وہیں آنکھوں میں اداسی۔

''حجاب۔خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو۔کوئی نہیں ہے چھوڑو یہ بتاؤ لڑکا ہوا تو کیا نام رکھو گی اور لڑکی؟ اور ایک بات تو بتاؤ ابراز بھائی کو بتایا یا شرم کے مارے بتایا نہیں گیا۔''

حجاب جو اپنی ہی دنیا میں کھوئی تھی ابراز کا نام سن کر برا سا منہ بنایا۔

”مجھے کیوں شرم آنی چاہیے اسے آئے جو ایسے کام کرتا پھرتا ہے۔“ وہ تو نام سن کر آگ بگولہ ہوگئی۔ اپنے الفاظ تک پر غور نہیں کیا۔

”اف تم تو اس بیچارے کی پیدائشی دشمن ہو۔ کبھی آنکھیں کھولو تو پتا لگے، کل ہی اس کے نام کا چیک آیا تھا چیرٹی فنڈ کے لئے۔ تم نے اور میں نے تو بس ایک ہزار دیا اسے دیکھو پانچ لاکھ دیے ہیں۔“ جویریہ نے اس کی عقل پر ماتم کرتے کہا۔ حجاب تاثیر وہ تھی جو خود کے بجائے دوسروں کا ایمان جج کرتی پھرتی تھی۔

”ہاں تو کون سا خود کماتا ہے باپ کا پیسہ ہے اڑائے گا ہی۔“

جھٹ سے جواب آیا تھا۔ لہجہ وہی غصے سے بھرا تھا۔ حجاب نے بیگ سے شال نکال کر اپنے گرد اوڑھی۔ سرد ہوائیں بار بار اس سے ٹکرا کر اس کے جسم کو برف کی مانند ٹھنڈا کر دیتیں۔

”تم کون سا خود کماتی ہو؟“ جویریہ کو غصہ آ گیا۔ یہ بندی ابراز حیات کے معاملے میں واقعی عقل سے پیدل ہے۔

”حجاب! تمہارا نشئی شوہر نشے میں پیسے اڑا دیتا، عیاشی کرتا لیکن اس نے اس کام کے لئے پیسے دیے یہ بڑی بات نہیں؟ کوئی انسان اللہ کو خوش کرتا تو کوئی اس کے بندوں کو۔ تم وہ ہو جو حقوق اللہ پر عمل کرتی ہو مگر تمہارا شوہر حقوق العباد پر اور ایک بات یاد رکھنا حجاب۔ ساری زندگی۔ حقوق العباد کے گناہ نمازیں پڑھنے، حج کرنے یا روزے رکھ لینے سے بھی معاف نہیں ہوتے۔ یاد رکھو ان گناہوں میں معافی ہی نہیں، تلافی بھی کرنی ہوگی۔ اور تمہیں نہیں لگتا تم نے اس کا دل دکھایا ہے تم اس کی مجرم ہو۔“ جویریہ نے اسے احساس دلانا چاہا جو ہر احساس سے عاری تھی۔ اسے صرف اپنا ہی دکھ یاد تھا۔

”جویریہ! تم نے غلط کہا کہ میں اس کی مجرم ہوں۔ اگر میں اس کی مجرم ہوتی تو اس سے

زیادہ وہ میرا مجرم ہے۔ گنہگار ہے میرا۔"

حجاب کی آواز بھرا گئی۔

"اور ہاں بندوں کے حقوق، پوچھنا اپنے ابراز بھائی سے اس نے کتنا رلایا مجھے؟ میرے ماں باپ کو؟ میں نہیں وہ میرا مجرم ہے جسے تا قیامت معاف نہیں کرونگی میں۔" وہ انگلی اٹھا کر اسے وارن کرتی آنکھیں جھپکائے اپنے آنسوؤں کو روکنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی۔ شادی کا دکھ کم تھا جواب اولاد بھی۔ نجانے کیوں اسے ہر شخص سے نفرت ہونے لگی تھی۔ اسے اپنی پہلے والے زندگی عزیز تھی جس میں وہ آزاد تھی۔ کسی سے بحث نہیں تھی۔ کوئی ہر وقت اسے سمجھاتا نہیں تھا بلکہ سب اسے سمجھدار کہتے۔ نجانے وہ دن کہاں گئے؟ یہ سب ابراز کے آنے کے بعد ہی ہوا ہے جو اس کے ماں باپ بہن بھائی سب اس سے دور ہو گئے۔ اس کی دوست تک۔

☆.....☆.....☆

مغرب کی آذان اس کے کانوں میں گونجی تو حجاب نے اپنی آنکھیں کھولیں۔ چھت کو گھورتے بے اختیار اس کا ہاتھ اپنے پیٹ پر گیا۔ دھیرے دھیرے وہ اسے سہلانے لگی۔ اس کے ہونٹوں پر خود بہ خود ایک خوبصورت مسکراہٹ آن ٹھہری۔ اسے خود نہیں پتا تھا وہ کیا کر رہی ہے لیکن اس خوشی کو محسوس کرتے ہی ایک عجیب سا سکون اسے محسوس ہوا۔ نجانے کتنے پل گزرے تھے کہ اسے کسی کی نظروں کی تپش اپنے وجود پر محسوس ہوئی۔ حجاب دھیرے سے اٹھ بیٹھی تبھی اس کی نظر سامنے بیٹھے ابراز حیات پر پڑی جو بے خودی کے عالم میں مسکراتا ہوا۔ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ حجاب نے بوکھلاتے ہوئے اپنا دوپٹہ ڈھونڈا جو اسے تکیے پر ہی پڑا ملا۔ حجاب نے جلدی سے دوپٹہ اٹھا کے اپنے گرد پھیلایا۔ حجاب کی اس حرکت پر سامنے بیٹھے ابراز

کے ہونٹوں کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی۔

''یہ تو ظلم ہے دشمن جاں، وہاں ہم جدائی میں تڑپتے رہے اور یہاں آپ اپنی نیندیں پوری کر رہی ہیں۔''

وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا اس کے پاس چلا آیا۔ نظریں اس دشمن جاں پر تھیں جو ان بیس دنوں کی جدائی میں ہر حسن کو مات دے گئی تھی یا اس کے شوہر کی نظریں تھیں جس نے اسے دنیا کی حسین ترین بیوی بنا دیا۔ وہ آ کر اس کے پاس بیٹھ گیا۔ حجاب فوراً سے دور کھسکی۔

''بہت ظالم ہو۔ آپ کے دیدار کے لئے کتنا بے چین رہے ہیں آپ کو اندازہ بھی نہیں۔''

وہ اس کے دور کھسکنے پر چوٹ کرتا ہوا بولا۔ حجاب نے خونخوار نظروں سے اسے گھورا۔

''اُف یہ قاتل نگاہیں کسی دن جان سے جائیں گے اور آپ کو خبر بھی نہ ہو گی۔''

ابراز نے مسکراتے ہوئے ان قاتل نگاہوں کو آنکھوں کے حصار میں لیا۔ حجاب نے فوراً نگاہیں پھیر لیں۔ یہ شخص تو آنکھوں کے ذریعے نگلنے کا فن جانتا ہے۔

''ابراز بھائی۔ امی نے بتایا آپ آئے ہیں۔ میں تو بھاگا چلا آیا۔ کیسے ہیں آپ؟'' اسامہ اچانک سے دروازہ کھول کر آ ٹپکا۔ ابراز کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔ اس طرح کی مداخلت اسے کہاں پسند تھی لیکن سالا تھا اسلئے یہ کڑوا گھونٹ پی لیا۔ ویسے ہی ابراز کو حجاب کی فیملی سے اپنائیت تھی نجانے کیسے اجنبی رشتے اس کے دل میں گھر کر گئے۔

''میں ٹھیک تھا۔ اب خوش ہوں۔'' ابراز کی نظر حجاب پر آن ٹھہری جو اَب بستر سے اٹھ چکی تھی۔ وہ اس کی بات کا مفہوم خوب جانتی تھی اسے سنانے کے لئے ہی تو کہا گیا تھا۔ وہ اس کی لو دیتی نگاہوں کو نظر انداز کرتی واش روم کی جانب چل دی۔ اسامہ بھی حجاب کی یہ بے رخی محسوس کر چکا تھا لیکن خاموش رہا۔

''تم سناؤ کیسے ہو؟'' ابراز نے حجاب کے جانے کے بعد اسامہ سے پوچھا۔ اسامہ جواب دیتا اسے باہر تاثیر صاحب کے روم میں لے آیا۔ حجاب بھی انکے جاتے ہی واش روم سے باہر آئی اور مغرب کی نماز ادا کی۔

حجاب نماز کے بعد کمرے سے باہر آئی تو اس نے ایک شکوہ کناں نظر ماں پر ڈالی جنہوں نے اسے ابراز کے آنے کی خبر تک نہیں دی۔ وہ چلتی ہوئی کچن میں آئی۔ اسے چائے کی شدید طلب ہو رہی تھی لیکن اس کا پارہ تب ہائی ہوا جب اس نے کوئی چار پانچ ڈشیز تیار ہوتے دیکھیں۔ کسی چولہے پر چکن بن رہا تھا تو کسی میں پراونس فش۔ یہ سب دیکھ کر الٹا اس کا دل خراب ہو گیا۔ وہ تاثیر صاحب کے روم میں آ گئی جہاں ابراز قہقہہ لگاتا اسے زہر لگ رہا تھا۔ وہ آ کر تاثیر صاحب سے چپک کر بیٹھ گئی اور یہی اس کی غلطی تھی۔ ابراز ڈھٹائی سے تاثیر صاحب سے بات کرتا ایک گہری نظر سے اسے نوازتا۔ حجاب نے اس کی حرکت دیکھ کر سر پر اوڑھا دوپٹہ درست کیا۔ وہ بھی ایک نظر اسے ضرور دیکھتی جو ڈھٹائی سے اسے گھور رہا تھا لیکن اسے کیا پتا تھا اس وارننگ کو ابراز کوئی اور ہی رنگ دیگا۔

''مجھ سے مت پوچھو میرے محبوب کی سادگی کا انداز
نظر بھی مجھ پر تھی اور پردہ بھی مجھ سے تھا۔''

آمنہ نے دونوں کو ڈنر کے لئے ڈائننگ ٹیبل پر بلایا تب ابراز نے موقع دیکھتے ہی اس کے قریب آ کر سرگوشی کی اور حجاب اسے کچھ سناتی اس سے پہلے تیزی سے وہ ڈائننگ ٹیبل تک پہنچ گیا۔

''اللہ پوچھے تم سے۔'' وہ رو دینے کو تھی۔ آنسو پیتی زہر مار کر ایک ایک نوالا حلق سے اتارا اور وہ انسان مزے سے ایک ایک ڈش ٹیسٹ کر کے اس کی ماں کی تعریف کر کے مزید انہیں

اپنی سائیڈ پر کر رہا تھا۔ حجاب کو وہاں لگ رہا تھا۔ وہ کوئی مہمان ہے اس سے زیادہ وہ سب ابراز کی خاطر داری کر رہے تھے جیسے پچھلے بڑے خوشگوار تعلقات رہے ہیں۔

ڈنر کے بعد وہ اپنے ماں باپ سے ملتی ابراز کے ساتھ کار میں آ بیٹھی۔

☆.....☆.....☆

"کبھی مسکرا بھی لیا کرو بے بی۔" حجاب نے نظریں کھڑکی سے باہر آتی جاتی گاڑیوں پر جمالیں۔ اسے ابراز کا بولنا، دیکھنا ہر چیز سے چڑ ہو رہی تھی۔ اس کے ماں باپ کو ذرا پرواہ نہیں انہوں نے اس کے ساتھ کیا کیا ہے؟ آج سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اسے حیرت ہوئی۔ سب ابراز کو ایسے عزت دے رہے تھے جیسے کھاتے ہی اسی کے پیسوں کا ہیں۔ تبھی تو یہ شخص سب کو انگلی پر نچاتا ہے۔ ماں باپ ساس سسر حتیٰ کہ اس کے بھائی بہن۔ اور عزیز دوستیں۔ سب چھین لیا ابراز نے اس سے اب تو اس کا یونیورسٹی جانے کو دل بھی نہیں کرتا۔

"حجاب۔" ابراز اسے سر سیٹ کی پشت سے لگاتے دیکھ کر ایک پل کو ڈر گیا کہیں اس کی طبیعت؟ تبھی اسے پکارا۔

"خدا کے لئے چپ رہو میرا دماغ پھٹ جائے گا۔"

ابراز نے آنکھیں سکوڑ کر اسے دیکھا۔ یکدم بدلتا موڈ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ اس نے تو آج کچھ کیا بھی نہیں پھر؟ اس کی بے رخی دیکھ کر ابراز نے خاموشی سے ڈرائیونگ جاری رکھی۔

گھر کے آتے ہی اس نے چابی ڈرائیور کو دی اور اس کے ساتھ قدم اٹھاتا کمرے تک آیا۔ کمرے میں آ کر ابراز نے دروازہ بند کر دیا اور قدم قدم چلتا اس کے پیچھے آن کھڑا ہوا جو فریج سے پانی نکال رہی تھی۔ یہ چھوٹا سائز فریج ابراز نے ہی اپنے روم میں رکھوایا تھا۔ حجاب پانی کی بوتل نکال کر پیچھے مڑی تو ابراز سے ٹکراتے بچی۔ ابراز نے اس کے ہاتھ سے بوتل لے

کر فریج کے اوپر رکھی اور اپنے سالوں کی خواہش پر عمل کیا۔ ہمیشہ سے وہ چاہتا تھا یہ نقاب خود وہ اپنے ہاتھوں سے اتارے۔ پاکستان آتے ہوئے بھی یہی اس کے اندر خواہش جاگی تھی اور اب تو وہ اس کی ملکیت تھی اس کی شریکِ حیات۔ پھر کیوں نا وہ دل کی خواہش پر عمل کرتا۔ ابراز نے نقاب کی ہوئی پنز کو احتیاط سے ہٹایا۔

''تمہیں پتا ہے تم دنیا کی خوبصورت ترین بیوی ہو اور اس نئی تبدیلی نے تمہیں بیحد حسین بنا دیا ہے۔'' ابراز محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتا گویا ہوا۔ حجاب کا حسین چہرہ ان آنکھوں میں سموئے وہ بیس دن کی پیاس بجھا رہا تھا۔

''اور تم دنیا کے بدصورت شوہر ہو۔'' حجاب نے نفرت سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔

''آج کے دن پلیز یہ سب چھوڑو تمہیں پتا ہے میں کتنا خوش ہوں؟ سوچو حجاب ہماری اولاد۔ تم اندازہ نہیں لگا سکتیں کتنی عزیز ہوگی مجھے۔ اور مجھے پتا ہے تم بھی بہت خوش ہو۔ وہ حرکت میں بھولا نہیں جب تم ہمارے بچے کو محسوس کر۔۔۔'' ایک خوبصورت مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر آٹھہری۔ وہ ان آنکھوں میں دیکھتا اس نئی خوشی کو محسوس کر رہا تھا کہ حجاب نے دونوں ہاتھ سینے پر رکھے اسے خود سے دور دھکیلا۔

''میرا نہیں تمہارا۔ سب تمہارے ہیں میرا کوئی نہیں۔ تمہیں سکون کہاں ملتا ہے مجھے خوش دیکھ کر۔ ہر رشتہ تو چھین لیا مجھ سے کیا بچایا ہے؟ یہ بچہ جسکا نام حجاب سے نہیں ابراز سے ہوگا۔ نہیں چاہیے تمہاری یہ مہربانی۔ آگ میں جھونکو۔'' اس کے اندر کا ابلتا لاوا آج پھٹ گیا۔ وہ غصہ جو ناسور کی طرح اس کے رگوں میں دوڑ رہا تھا وہ آج برداشت سے باہر ہو گیا۔

''شٹ اپ، کونسا سوگ مناتی ہو دن رات؟ کیا کیا ہے میں نے؟ کس کو چھینا میں نے؟ ہر رشتہ موجود ہے تمہارے پاس۔ تم وہ ناشکری بندی ہو جسے زمین و آسمان کی دولت سے بھی

نوازا جائے تو ماتم کریگی۔'' ابراز کا پارا ہائی ہوگیا۔ اپنے بچے کے بارے میں یہ سب سن کر زندگی میں پہلی بار اسے کوئی اپنی روح سے جڑی خوشی ملی تھی جسے حجاب تاثیر نے پل بھر میں اس کی روح سے جدا کردیا۔

''کونسی دولت تم جیسا شخص؟'' وہ نفرت وحقارت سے چلائی۔

''کیا خرابی ہے مجھ میں۔ کیا کیا ہے میں نے جو بے بنیاد ماتم منا رہی ہو۔'' وہ اس سے اونچی آواز میں چلایا۔

''تم۔ زندگی برباد کی ہے میری۔ نفرت ہوگئی ہے اپنے آپ سے۔ تم جیسے نشئی کی بیوی ہوں۔ نفرت ہے تمہارے ان ہاتھوں سے جس سے تم نے مجھے بے نقاب کیا۔ نفرت ہے ان غلیظ نظروں سے جو مجھے اپنے جسم میں چبھتی محسوس ہوتی ہیں۔ نفرت ہے تمہارے وجود سے جس نے مجھے میرے ماں باپ کی نظروں میں شرمندگی دیکھنے پر مجبور کیا۔ کیا کیا ہے میں نے آج تک جو سب مجھے سناتے ہیں۔ تمہاری نظروں سے خود کو بچایا، تمہارے لمس سے خود کو محفوظ رکھا۔ تمہاری موجودگی سے ڈرتے ہوئے اس جگہ پر جانے سے پرہیز کیا لیکن تم نے۔ تم نے میرے بابا کو بستر سے لگایا، میری زندگی حرام کردی۔ مجھ سے شادی کی تم خود بتاؤ تم جیسا حرام رشتے بنانے والا مجھ جیسی بیوی ڈیزرو کرتا ہے؟ نہیں نا اور میرے ماں باپ کو دیکھو سب خوش ہو رہے ہیں جیسے کچھ ہوا ہی نہیں میری پسند سے میری شادی کی ہے۔''

وہ روتے ہوئے زمین پر بیٹھ گئی۔ اس کا دل آج سارا غبار نکال کر ہلکا ہو چکا تھا لیکن یہ درد، یہ درد تو اب بھی تھا۔

''کبھی آئینہ دیکھو تو جانو تم بھی برابر کی ذمے دار ہو۔ شرط رکھی تھی تم نے خود، آخر وقت میں اس سے مکر گئیں، ہر غلطی کا ازالا کرنے کی کوشش کی ہے۔ نقاب اتارا تھا تو کسی کو دیکھنے نہیں دیا

وہاں میرے علاوہ سب پیچھے تھے کسی نے تمہارا چہرہ نہیں دیکھا تم آگے بیٹھی ہوئی تھیں۔'' ابراز نے سرد لہجے میں کہہ کر قہر آلود نگاہوں سے روتی بلکتی اپنی بیوی کو دیکھا۔ پھر سر ہاتھوں میں تھام کر اپنا غصہ کنٹرول کیا۔ یہ لڑکیاں پل بھر میں رو کر غصہ کسی جھاگ کی طرح بٹھا دیتی ہیں وہ بھی اپنے آپ کو سو گالیوں سے نوازتا اس کے ساتھ نیچے بیٹھا۔

''حرام رشتے؟ حجاب خود سے پوچھو تم سے نفرت کے باوجود نفرت نہیں کر پاتا۔ تمہاری موجودگی نے بدلا ہے مجھے۔ دیکھو تم، تمہارے آنے کے بعد میں نے شراب نہیں پی۔ کہیں نہیں گیا صرف تمہاری موجودگی مجھے سکون بخشتی ہے۔ بیس دن میں وہاں پاگل ہو گیا تھا پلیز حجاب کمپرومائز کر لو۔ اس طرح ہم دونوں خوش نہیں رہ پائیں گے۔'' ابراز نے محبت سے اس کے دونوں ہاتھ تھام کر کہا۔

''میں نہیں تم اور یقین جانو بہت سکون ملے گا مجھے۔'' حجاب نے آنسو بھری آنکھوں سے نفرت سے اسے دیکھا۔

''محبت کرتا ہوں تم سے۔'' وہ بے بسی سے بولا کیا۔ ابراز حیات کی حجاب تاثیر کی نظروں میں کیا کوئی ویلیو نہیں؟

''نفرت کی انتہا ہوتی نا تمہیں دکھاتی۔ لعنت بھیجتی ہوں ایسی محبت پر۔'' وہ غرائی۔ وہ جو اسے زندگی سمجھ بیٹھا تھا اس کی نظروں میں مٹی کی دھول برابر بھی نہ تھا؟ ابراز کے حواس مفلوج ہو گئے۔ اسے لگا آج زندگی اس سے بہت دور چلی گئی ہے۔ بہت دور، جسے وہ ہاتھ لگائے گا تو دھول بن کر مٹی میں مل جائے گی۔ نظریں جھکائے وہ ضبط کی انتہاؤں پر تھا۔ کسی ننھے بچے کی طرح اس کا دل رو رہا تھا۔ اپنی ہی بیوی کے ہاتھوں ایسی عزت؟ کیا گناہ تھا اس کا، بیوی سے محبت؟ جس راہ پر اس نے قدم رکھے تھے قسمت نے خود بتایا تھا وہ راہ تمہیں گمراہی سے نکالے

گی پھر یہ ذلت کیوں؟ یکدم اس کی آنکھیں خون آلود ہو گئیں۔ اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ رو رہی تھی۔ اپنی زندگی پر ماتم کر رہی تھی۔ ابراز نے پوری قوت سے اس کا جبڑا سختی سے دبوچا۔

"تم حجاب تاثیر ہر بار تم نے مجھے ضد دلائی ہے۔ میں حیوان سے انسان تمہارے لئے بنا تھا لیکن تم اس لائق نہیں۔ میری محبت کے لائق نہیں تم۔ آج سے دیکھنا ابراز حیات کون تھا؟ کیسا تھا؟ اور کیوں تھا؟ آج ایک عورت نے دوسری بار مجھے توڑا ہے۔ تم عورتیں بیوی بننے کے قابل ہی نہیں ہو۔"

لال انگارہ ہوتی آنکھوں کو دیکھ کر حجاب کانپ گئی۔ اس کے جبڑے کو آزاد کرتا وہ زہر اس کے کانوں میں اگل کر جا چکا تھا۔ اس کے اندر کی آگ کا پتا حجاب کو تب لگا جب اس نے پاس پڑا موبائل پوری قوت سے ڈریسنگ کے شیشے پر مارا جو ابراز کے دل کی طرح چکنا چور ہو گیا۔

☆.....☆.....☆

"ذلیل عورت۔"

ابراز بار ٹیبل کے پاس بیٹھا شراب کے نشے میں دھت تھا جہاں بہت سے لوگ شراب کے نشے میں مست خود سے بیگانہ ہوئے ادھر ادھر جھوم رہے تھے۔ اس کا دوست عباس پاس ہی بیٹھا تھا جو اس کی انگارے برساتی نگاہوں سے بہت کچھ جان چکا تھا۔ بس ایک بار غصے کی وجہ پوچھی تو ابراز کی دھاڑ کے ساتھ گلاس بھی چکنا چور ہو کر اس کے غصے کی انتہا بیان کر گیا۔ اس کا غصہ سامنے بیٹھے بندے کے ہوش اڑا دیتا۔ اب بھی کوئی تیسرا گلاس اس نے توڑا تھا۔

"رازی۔"

"نفرت ہے مجھے اس ذلیل عورت سے پیر بھی پڑے تب بھی۔" ابراز نے دانت پیستے ہوئے کہا لیکن یکدم سر چکرانے سے باقی کے الفاظ اس کے منہ میں ہی رہ گئے عباس نے

جھٹ سے اس کا ہاتھ تھاما۔ ابراز کو یکدم ہر منظر دھندلا نظر آ رہا تھا۔ اس کا سر بھاری ہو رہا تھا کیونکہ آج کافی دنوں بعد اس نے پھر سے یہ حرام شے منہ سے لگائی تھی۔

''ابراز، تو چل میرے ساتھ۔'' عباس نے اسے سہارا دے کر اٹھایا اور قدم قدم چلتا سب کو سائیڈ پہ کرتا کلب کی سیڑھیاں چڑھتا اوپر لے آیا۔ اوپر آتے کئی بار ابراز کے قدم لڑکھڑائے جسے عباس نے سنبھالا۔ اوپر آتے ہی عباس نے اپنی جیب سے چابی نکالی۔ اکثر ان سب دوستوں کے پاس یہ چابی ہوتی جو عام لاکز کو انلاک کرتی۔ عباس نے " کی " کی مدد سے لاک کھولا اور ابراز کے ڈگمگاتے قدموں کا سہارا بنتے ہوئے اسے بیڈ پر لٹایا۔ اس کی حالت دیکھ کو عباس کو آج عجیب سا لگ رہا تھا۔ عام دنوں سے ہٹ کے وہ کبھی اتنا غصہ نہیں کرتا تھا آج اس نے غصے میں پے در پے گلاس توڑے، ویٹر سے بدتمیزی کی۔ عباس کی سمجھ سے باہر تھا آخر ہوا کیا ہے اس کے ساتھ۔

عباس نے جلدی سے فون نکالا اور ایک نمبر ڈائل کرتے ہی فون کان سے لگایا۔

''ہیلو انکل۔''

''ہاں عباس؟'' دوسری طرف حیات صاحب کی نیند میں ڈوبی آواز آئی۔

''انکل! وہ رازی نے آج کچھ زیادہ پی لی ہے اور آج عجیب حرکتیں کر رہا ہے۔ نیچے ویٹر سے بھی لڑ کر آیا ہے۔''

عباس کے لہجے میں حیات صاحب کو پریشانی صاف محسوس ہوئی۔ انکے لئے یہ عام بات تھی وہ اسے گھر لانے کا کہنے لگے تھے کہ یکدم انکے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ آن ٹھہری۔ ایک خیال آتے ہی انکا دل خوشی سے اچھل پڑا۔

''عباس، ایک کام کرو۔ ابراز کو وہیں چھوڑ کے تم گھر چلے جاؤ۔ میں دیکھ لونگا تم فوراً سے

نکلو۔" وہ بیڈ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ فیجہ اتنی گہری نیند میں تھی کہ انکا اٹھنا محسوس نہ کر سکیں۔

"لیکن انکل۔۔۔" عباس کو حیات صاحب کا رویہ پریشان کر رہا تھا۔ رازی کو یہاں اکیلا چھوڑنے میں خطرہ تھا۔ وہ نشے میں کیا کر جاتا ہے اسے خود اندازہ نہیں اب عباس کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا کرے۔

"ڈو آیز آئی سے۔"

حیات صاحب کی سرد آواز سن کر وہ بوکھلاتا ہوا سر ہاں میں ہلا گیا۔

"جی۔ جی۔" عباس فون رکھ کر واش روم میں گھس گیا۔ اس کی چھٹی حس اسے کچھ غلط ہونے کا امکان دے رہی تھی۔

"مہک۔" حیات صاحب نے عباس کا فون رکھتے ہی مہک کو کال کی اور بالکونی کا دروازہ کھول کر وہاں آ کھڑے ہوئے۔

"کلب میں رازی اکیلا ہے۔ کچھ ایسا کرو اس کی بیوی طلاق لینے میں ایک پل نہ لگائے۔" حیات صاحب کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ تھی۔ دوسری طرف مہک کی آنکھوں میں ایک شیطانی چمک ابھری۔ اسی پل کا تو انتظار تھا اسے۔

☆.....☆.....☆

وہ گھٹنوں میں سر دیئے سسک اٹھی۔ وہ کیسے ایک عیاش کی محبت پر یقین لے آتی جسے خود اس نے لڑکیوں کے ساتھ دیکھا تھا۔ کئی بار یونی میں یہاں تک کہ گھر میں وہ مہک کو بیڈ روم میں لے جا رہا تھا۔ یہ سب اس کے کانوں نے سنا تھا۔ پھر کیسے وہ اس شخص پر اعتبار کرتی جسکا نہ دین ہے نہ ایمان۔

اس وقت حجاب کو دادو کی یاد آ رہی تھی جو اس کے جانے سے اگلے دن ہی گاؤں چلی گئی

تھیں۔ کاش وہ یہاں ہوتیں اور وہ انکے سامنے اپنا دکھ بیان کر سکتی۔ اس کے اپنے ماں باپ تک نے اس سے منہ پھیر لیا تھا۔ سب نئی خوشی میں مدہوش اسے بھول چکے تھے۔

حجاب نے اٹھ کر وضو کر کے نماز ادا کی اور بیڈ پر آ کر لیٹ گئی۔ کمرے کی حالت ابھی بھی ویسی ہی تھی جو ابراز حیات اپنے غصے کی شدت میں بنا گیا تھا۔

☆.....☆.....☆

وہ کی چین انگلی میں گھماتا ہوا گھر میں داخل ہوا۔ سامنے ہی حیات صاحب سر تھامے آنکھیں موندے ریلیکسنگ چیئر پہ بیٹھے آہستہ آہستہ جھول رہے تھے، ابراز مسکراتا ہوا دھیمے قدم اٹھاتا انکے قریب آیا اور ایک پاؤں رکھ کر کرسی کو ہلنے سے روک دیا۔ اس کے اس عمل پہ جہاں حیات صاحب آنکھیں کھولے اسے دیکھ رہے تھے وہیں ابراز بھی فتح مند نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہونٹ جیت کی خوشی میں گنگنا رہے تھے۔

ایسے لہرا کہ تو روبرو آ گئی

ایسے لہرا کہ تو روبرو آ گئی

دھڑکنیں بے تحاشا تڑپنے لگیں

دھڑکنیں بے تحاشا تڑپنے لگیں

تیرا ایسا لگا درد ایسا جگا

تیرا ایسا لگا درد ایسا جگا

چوٹ دل پہ لگی جو مزہ آ گیا!

حیات صاحب نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

"یہ حرکت تمہاری تھی نا؟"

''آف کورس ڈیڈ، شیطان کی رگوں میں شیطان کا ہی خون دوڑتا ہے۔'' جیت کی خوشی میں چمکتی آنکھیں اور ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ، حیات صاحب یک ٹک بیٹے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔ یہ مسکراہٹ اس وقت انہیں زہر لگ رہی تھی۔

''میری عزت کا خیال نہیں آیا؟ بدنام کرنا چاہتے تھے اپنے باپ کو؟'' ان کے لہجے میں ہارے ہوئے جواری کی سی شکستگی تھی۔

''یہ عزت یا شہرت، جو عزت بیچ کے کمائی ہے؟ اور وہ دو ٹکے کی لڑکی اس کمینے کی بیٹی تھی نا؟ اب دیکھنا کیسے اس کمینے کا تماشا بناتا ہوں۔'' ابراز کا لہجہ چٹان کی طرح سخت تھا۔ چہرے کے تاثرات سخت تھے۔

''ابراز، کیوں مجھے برباد کرنے پر تلے ہو۔ کیا چاہتے ہو آخر تم؟'' وہ بے بسی کی انتہا پر تھے۔ ابراز کا ایک قدم انہیں کروڑوں کا نقصان دے سکتا تھا۔

''جیسے میں آپ کی پرسنل لائف میں دخل اندازی نہیں کرتا ویسے ہی آپ بھی مجھ سے، میری لائف سے، میری بیوی، میری زندگی سے دور رہیں۔ ورنہ میں برباد کرنے سے پہلے سوچتا نہیں۔'' پتھر کو مات دیتا سخت لہجہ، انگارے برساتی آنکھیں۔ انکا کھلا منہ بند کر گئیں۔ سترہ سال کا تھا انکا بیٹا جب ڈیڈ کرتے کرتے نہیں تھکتا تھا۔ انکے آگے پیچھے گھومتا، انکا ہر کہا اپنا فرض سمجھ کے مانتا اور اب جب وہ اسے اپنی دنیا میں لے آئے تو اب وہ انکا باپ بن بیٹھا تھا۔

''گڈ بائے ڈیڈ، آپ کی بہو کو میرے بغیر نیند نہیں آتی۔'' سخت تاثرات یکدم نرم پڑ گئے۔ وہ مسکراتا ہوا پیر ہٹاتا سامنے رکھی فروٹ بسکٹ کی طرف بڑھا۔ اس کا باپ پیچھے سے اسے دیکھتا رہا جو اب باسکٹ میں سے چھری نکال کر اپنے کمرے کی طرف اوپر بڑھ رہا تھا۔

''ابراز، کیا کر رہے ہو؟'' اس کا باپ چاقو دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا۔ انکا بیٹا انکے جسم سے جان

نکالنے کے درپے تھا اپنی ان حرکتوں سے۔

''ریلیکس ڈیڈ، خودکشی نہیں کر رہا۔ یہ آپ کی بہو کے لئے ہے۔ بہت بولتی ہے آج تو زبان ہی کاٹ دونگا۔ نہ رہے گی زبان نہ ہوگی۔ چچ۔ چچ۔'' ابراز نے سرے سے انہیں نظرانداز کیا۔ حیات صاحب اس کی پشت دیکھتے رہ گئے جو تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا اوپر جا چکا تھا۔ وہ سچ بولتا تھا حیات صاحب جانتے تھے اور اب بھی یہ جان کر پرسکون ہو گئے کہ کم سے کم خود کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔

☆.....☆.....☆

دروازے کے پاس آ کر وہ رکا۔ اسے رات والی اپنی بیوقوفی یاد آئی۔ وہ اس کے سامنے جھکا تھا۔ اظہار کیا تھا اس مغرور لڑکی کے سامنے جس کی رگ رگ سے وہ واقف تھا۔ سوچتے ہی اس کی دماغ کی نس پھٹنے لگتی۔ آخر وہ ہے کون؟ ابراز حیات کو ٹکر دینے والی معمولی لڑکی؟ جسے خاص اس نے خود اپنے رویہ سے بنایا۔ لیکن عام وہ خود اپنے رویہ سے اس کی نظروں میں بن گئی۔ وہ ہینڈل گھماتا اندر داخل ہوا۔

اسے آج کی بے عزتی کا بدلہ لینا ہے ورنہ پل پل وہ خود کو تکلیف دیتے گزارے گا۔ یہ دل کا درد اسے مار دیگا۔ اندر آتے ہی اس کی نظر بے خبر سوئی اپنی بیوی پر پڑی۔ اسے بے سکون کر کے وہ خود پرسکون نیند سو رہی تھی؟ اسے پرسکون دیکھ کر ابراز کی آنکھوں میں بجلیاں ہی بجلیاں کوندنے لگی تھیں۔ چہرے پر سرد مہری چھا گئی۔ ابراز نے دروازہ پوری طاقت لگا کر بند کیا۔ اس تیز آواز سے حجاب یکدم ڈر کے اٹھ بیٹھی۔ سامنے ابراز کو دیکھ کر اس نے دانت پیسے۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنے کٹیلے الفاظوں کے تیر اس کے وجود میں پیوست کرتی، ابراز لڑکھڑاتا ہوا اس کے قریب چلا آیا۔

آج وہ حجاب کو اسی کے ہتھیار سے مار دیگا نشہ؟

''تم۔'' وہ اسے اپنے سامنے دیکھ کر نفرت سے منہ پھیر گئی۔

''کیا کہا۔''

وہ بیڈ پر ٹانگیں سیدھی کر کے لیٹی ہوئی تھی۔ ابراز نے جھک کر اس کا چہرہ دبوچا، ساتھ دوسرے ہاتھ میں پکڑا چاقو اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔ حجاب کی سٹی تو چاقو دیکھتے ہی گم ہوگئی ورنہ اس کی شرٹ سے آتی شراب کی بو سے یقیناً وہ ناک پر ہاتھ رکھ لیتی۔

''تم۔ تم نے۔ مجھ۔ مجھے۔ ڈر۔ ڈرا دیا۔ وہ۔ دروازہ میں۔ ڈر گئی۔'' تھوک نگلتے بمشکل اس کے حلق سے الفاظ برآمد ہوئے۔ وہ کسی معصوم چڑیا کی طرح کانپ رہی تھی۔ ابراز کی آنکھوں میں اس وقت غصہ، آگ، وحشت، انتقام۔ کیا کچھ نہ تھا اس لڑکی نے ہر بار اسے توڑا تھا۔

''شکر کرو قتل نہیں کیا۔ خیر وہی کرنے آیا ہوں۔'' اس کا لہجہ آگ کو مات دے رہا تھا۔

''کیا کیا۔ ت۔ تم۔ مجھے ما۔ مارو۔ گے؟'' خوف سے اس کے حواس سلب ہو رہے تھے۔ وہ تیزی سے اس کا ہاتھ جھٹکتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ جیسے ابھی وہ اس چاقو سے اس کی گردن کاٹ دیگا۔ ابراز نے ایک پل لگائے بغیر اس کی کمر جکڑی۔

''پھر تم کہا؟'' وہ کسی بھوکے شیر کی طرح دھاڑا۔ آج وہ اس سے سارے حساب لینے کے درپے تھا۔ خوف سے پھیلی آنکھیں ان نفرت بھری آنکھوں سے ٹکرائیں تو حجاب کو صحیح معنوں میں نانی یاد آ گئی۔

''آپ بولو۔''

اس کی دھاڑ سے وہ جی جان سے کانپ اٹھی

''آپ۔ آپ۔'' خوف سے پھٹی آنکھوں میں ناچاہتے ہوئے بھی ہلکی نمی تیرنے لگی۔

”بہت بولتی ہو۔تمہاری یہ زبان کاٹوں یا خوبصورت گردن۔“ وہ زبان اور گردن کی طرف آنکھوں سے اشارہ کر کے دانت پیستے ہوئے بولا۔چاقو کی نوک اس کی آنکھ کے قریب لا کر وہ اس کی روح فنا کر گیا۔

”مج۔مجھے ما۔مار۔ماریں۔گے۔م۔میں۔آ۔آپ کی۔بیوی۔ہوں۔“ غیر حاضر دماغ کیا بلوا رہا تھا حجاب کو اندازہ نہیں تھا۔ابراز کا جہاں اس کے لفظوں سے دماغ گھوما وہیں اس کے ہونٹوں پر زخمی مسکراہٹ رینگی۔

”یاد آ گیا۔بیوی۔ہو؟ پتا ہے ایک دفعہ نشے میں میں نے اپنے دوست کی انگلی۔کاٹی تھی۔تمہا۔تمہاری بھی کاٹوں۔“

موت کا منظر پیش کرتے ابراز کا دل جہاں پر سکون ہوا اسے خوف میں دیکھ کر وہیں حجاب کا چہرہ ”انگلی“ سن کر سفید پڑ گیا۔

”نہیں۔نہیں پلیز۔میں۔۔س۔سوری کر۔کرتی۔ہوں۔میں غصے میں تھی۔“ کانپتے ہاتھوں سے اس نے اپنا ٹھنڈا پڑتا ہاتھ ابراز کے کندھے پر رکھا جیسے موت کے دعویدار سے ہی پناہ مانگ رہی ہو۔آخر یہی تو ہے اسے بچانے والا۔

”غصے۔میں انسان۔سچ۔بولتا ہے۔چلو اب ذرا۔سزا۔بھگتو۔یہاں بیٹھو۔اگر نہ اٹھی تو دور سے چاقو پھینک کر مارونگا۔“ ابراز نے سرد لہجے میں کہہ کر لہو رنگ آنکھوں سے اسے دیکھتے جھٹکا دے کر چھوڑا۔حجاب اس قدر سہمی ہوئی تھی کہ بیٹھنا یاد ہی نہیں رہا۔ابراز نے خود ہی اسے بٹھایا۔چہرے کے ابھی بھی پتھریلے تاثرات تھے۔وہ پلٹا اور کمرے کا دروازہ لاک کیا اور اوپر سے کنڈی لگائی تا کہ حجاب کے راہِ فرار کے تمام راستے بند ہو جائیں۔

”ہاں۔اب اٹھو، یہاں مجازی خدا بیٹھے گا۔“ وہ قریب آ کر اس کا بازو دبوچے اسے اٹھا

چکا تھا۔ خود وہیں حجاب کی جگہ پر پرسکون ہو کر لیٹا تھا جہاں وہ اسے بے سکون کر کے لیٹی تھی۔

''بہت اچھی لگ رہی۔ چلو مرغی بنو۔'' وہ لیٹا ہوا چاقو ہاتھ میں لئے اسے حکم دے رہا تھا۔

''مرغی؟ و۔ وہ۔ تو۔ نہیں آتی۔'' جہاں مرغی سن کر اس کا گلا خشک ہوا وہیں چاقو دیکھ کر رواں رواں کانپ اٹھا۔

''بتاؤں تمہیں؟'' وہ اٹھنے لگا کہ حجاب کے آنسو بہ نکلے۔

''مجھ۔ مجھے۔ سچ۔ ما۔ میں نہیں آتا۔'' وہ ہچکی لے کر رو دی۔ وہ اس کے سامنے کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی اور ابراز دل ہی دل میں خود کو پرسکون کرنے کی بیجا کوشش کر رہا تھا۔

''رو کیوں رہی ہو۔ چلو اٹھک بیٹھک کرو۔ یا۔ وہ۔ بھی محترمہ کو نہیں آتی۔ کرو۔'' سرد لہجے میں کہہ کر آخر میں وہ دھاڑا تھا۔

''ما۔ میں۔ سوری کرتی ہوں۔ پلیز آئی ایم سوری۔'' حجاب نے باقاعدہ ہاتھ جھوڑے۔ ابراز کو یقین نہ آیا۔ وہ اس سے اس قدر خوفزدہ ہو گئی کہ ہاتھ۔

''کر کیوں نہیں رہیں؟'' وہ بے رحم بنا ہوا تھا۔ آخر اس لڑکی نے کہاں پرواہ کی تھی اس کے آنسوؤں کی؟

''مجھے شرم آ رہی ہے۔'' روتے ہوئے وہ غصے سے بولی۔ نا چاہتے ہوئے بھی ابراز کے ہونٹوں کو مسکراہٹ چھو گئی جو پل بھر میں غائب ہو گئی۔

''زبان چلاتے وقت آئی تھی؟'' آنکھیں سکوڑ کر اسے گھورتے وہ پوچھ رہا تھا۔

''میں مر جاؤنگی۔'' وہ آنسو پونچھتے اسے وارننگ دے رہی تھی۔ کہ اس ڈر سے جب بند ہو گا نا دل تو روتے رہنا میرے پیچھے۔

''مر تو مجھ جیسے ناپاک انسان سے شادی کرتے وقت گئی تھیں۔ چلو۔ فریج سے ٹھنڈا پانی

لاؤ۔'' اس کی غیر ہوتی حالت دیکھ کر وہ کچھ نرم پڑ گیا۔ یہ لڑکی واقعی ابراز حیات کی کمزوری بن چکی تھی۔ حجاب جلدی سے شکر کرتی فریج سے پانی لینے چلی گئی لیکن اس کا دل اتنا خوفزدہ تھا کہ وہ پل بھر بھی اس کی برداشت سے باہر تھا۔ اس لئے لیمو پانی بنا کر وہ اس کے سامنے حاضر ہوئی۔

''یہ کیا؟ پانی کہا تھا نا جاہل ہو؟'' وہ لیمو پانی کا ایک گھونٹ بھر کے بدمزہ ہو گیا۔

''اس سے نشہ اترے گا آپ جلدی سے پی لیں۔'' اس کی سرد مہری کو ان سنا کرتی وہ جھٹ سے بولی۔

''میرے ساتھ دھوکہ۔ اب تو تمہاری آنکھیں نکالوں گا۔''

''سوری۔ سوری پلیز۔ مجھے نہیں۔ مارو۔ مجھے بہت۔ ڈر لگتا۔۔۔'' وہ اٹھنے لگا تھا کہ حجاب پانچ قدم پیچھے ہوئی۔ اس کی تیزی دیکھ کر وہ قہقہہ لگاتے رکا۔ اور کہیں واپس اس خوفزدہ چڑیا کے حسن میں کھو گیا۔ اس کے منہ سے نکلتے اگلے لفظوں نے حجاب کو آسمان سے زمین پر پٹخا۔

''تمہیں پتا ہے تم بہت خوبصورت ہو پر افسوس خوب سیرت نہیں۔''

پہلی دفعہ حجاب کو ابراز کے لفظوں نے مارا تھا اور اس کی آنکھوں میں امڈتی نفرت نے۔

''جا کر اپنی جگہ پر لیٹو اور مجھ سے پہلے سوئی نا تو گلا کاٹ دونگا۔'' مزید اس کے جال سے بچنے کے لئے ابراز نے اسے اگلا حکم سنایا جسے سن کر حجاب کو ابراز کے لفظ بھول گئے۔ خوشی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔

''جی۔ جی۔'' جھٹ سے دوسری سائیڈ پر آنے کے لئے قدم بڑھائے کہ ابراز کی گرج دار آواز کمرے میں گونجی۔

''بولو جیسے آپ کہیں۔''

''جیسے۔آپ۔کہیں۔'' اس کے لفظ دہراتے وہ اپنی جگہ پر آ کر لیٹی لیکن نیند میں جھولتی وہ سوئی نہ تھی۔خوف ابھی بھی طاری تھا اور جب وہ ستمگر سویا تب حجاب کی جان میں جان آئی اور دھیرے سے اس کے ہاتھ سے چاقو لے کر بیڈ کے نیچے پھینکا اور پرسکون ہو کر لیٹ گئی۔

☆.....☆.....☆

صبح وہ ابراز کے اٹھنے سے پہلے ہی تیار ہو کر یونی چلی آئی۔دن بھر لیکچرز لے کر اس کی طبیعت اچھی خاصی خراب ہو گئی۔وہ گھر آئی تو ابراز اسے سویا ہوا ملا۔دن چڑھے تک وہ سویا ہوا تھا۔پہلی بار حجاب کو عجیب لگا لیکن یہ پہلی بار نہیں تھا بلکہ یہ مسلسل چلتا گیا۔وہ شعر و شاعری اور وہ دیوانگی محبت بھرے الفاظ نجانے کہاں جا سوئے تھے؟ وہ دن تک سوتا اور راتوں کو غائب رہتا۔حجاب کو اب احساس ہو رہا تھا وقت بدلا ہے، وہ وقت جو اسے بدترین لگتا تھا آج صحیح معنوں میں اسے خوشگوار لگا۔اسے محبت نہیں تھی۔ابراز سے نہ اس کی ضرورت۔بس اسے یہ ابراز عجیب لگتا جو خود میں رہتا۔نہ اسے دیکھتا نہ شرارت بھرے جملے اس کی سماعتوں سے گزارتا۔ایک دو بار حیات صاحب تک نے حجاب سے ابراز کی اچانک سے بدلتی حالت کا پوچھا لیکن حجاب چپ رہی۔اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔گزرتے وقت کے ساتھ جہاں اس کا سراپا بھاری ہوا تھا وہاں ابراز حیات اس نئی خوشی کو بھول چکا تھا۔

آمنہ نے یہ گڈ نیوز فیبحہ کو دی جسکے بعد ہونا کیا تھا نوکرانی کو خاص حجاب کی صحت کا خیال رکھنے کو کہا گیا۔مہوش بھی اب حجاب سے ڈنر ٹائم پر نارمل بات کر لیتی۔اس خوش خبری نے پرانی دشمنی بھلا دی۔دادو نے بھی گاؤں سے آ کر اسے ڈھیر سارا پیار کیا اور مختلف قسم کی چیزیں بنوا کر بھجوائیں۔سب صحیح تھا لیکن وہ ہمسفر اب ستمگر بن کے رہ گیا تھا۔گزرتے وقت کے ساتھ ابراز حیات مکمل اپنی پہچان اس کے سامنے بدل چکا تھا۔شاید یہ وہی ابراز تھا جو حجاب تاثیر کی

آمد سے پہلے تھا۔

''تم چیک اپ کروانے کیوں نہیں گئیں؟''

آج دوسرا دن تھا جب اسے ہسپتال سے کال آئی۔کل ہی اسے ڈاکٹر نے بلایا تھا لیکن جان بوجھ کر وہ گئی نہیں۔اور اب ابراز کمرے میں آتے ہی اس کا سر کھا رہا تھا۔حجاب نے اس کی آواز سنتے ہی سب سے پہلے دوپٹا اٹھا کے پہنا۔

''تم سے مطلب؟'' جھٹ سے جواب آیا تھا۔ویسے ہی کنڈیشن ایسی تھی کہ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر چڑتی۔

''یہ زبان کسی دن کاٹ دونگا۔تم کیا سمجھتی ہو انجان ہوں تم سے؟ پل پل کی خبر رکھتا ہوں۔ اٹھو چلو میرے ساتھ۔'' وہ اس کے قریب آ کر سرد لہجے میں بولا۔ساتھ بازو پکڑ کے اٹھایا۔ حجاب اس کی بات ان سنی کرتی کھڑی رہی۔ابراز نے الماری سے عبایا نکالا اور اس کے سامنے رکھا۔

''میرا دماغ خراب کرنے کی ضرورت نہیں۔پہن کر نیچے آؤ میں گاڑی میں انتظار کر رہا ہوں۔پانچ منٹ میں نہ آئی تو خدا کی قسم میرے ہاتھوں سے بچو گی نہیں۔'' اسے برے منہ بناتا دیکھ کر وہ سختی سے بولا اور کار کی چابی لے کر نیچے چلا گیا۔اس کا غصہ دیکھ کر ناچار وہ عبایا پہن کر اس کے ساتھ ہسپتال آ گئی۔

ابراز اسے بتائے بغیر نجانے کہاں چلا گیا تھا۔پہلے چھوٹی چھوٹی بات اسے بتاتا تھا لیکن جب سے حجاب نے اس کی محبت کو ٹھکرایا تھا تب سے اس نے ابراز کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ ان گزرتے مہینوں میں دادی بھی ایک دو بار آ کر رہ گئیں۔حجاب صرف ابراز کو تنگ کرنے کے لئے انکے ساتھ سونے لگی لیکن ابراز نے اف تک نہ کی اور یہی بات حجاب کو اپنے خسارے کا

احساس دلا گئی۔ آج صبح سے ویسے ہی اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اور ابراز ان آخری دنوں میں اسے بنا بتائے چلا گیا۔ صبح سے اس نے ابراز کو گھر میں ہی نہیں دیکھا۔ نجانے کہاں تھا وہ؟

''آ۔''

حجاب حیات صاحب، مہوش اور فیجہ کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی ڈنر کر رہی تھی کہ اچانک اس کی حالت بگڑ گئی۔ درد سے وہ بے حال ہو رہی تھی۔

''حجاب! کیا ہوا۔ ڈرائیور۔'' سب سے پہلے مہوش کو ہوش آیا ورنہ اس کی چیخ نے انکے حواس اڑا دیے۔ وہ اٹھ کے اس کی بگڑتی حالت سمجھتی اور چیختی ہوئی ڈریور کو آواز دینے لگی۔ پھر وہ تینوں اسے ہسپتال لے آئے جہاں ڈلیوری کے بعد ڈاکٹر نے جڑواں بچوں کی آمد کی خوش خبری دی۔ فیجہ تو سنتے ہی مہوش سے لپٹ گئی اور دونوں نے آج پہلی دفعہ حجاب کو محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے دونوں بچوں کی آمد کی خوش خبری دی۔

☆.....☆.....☆

''حجاب! تم سو جاؤ بچے ابھی ایک گھنٹے بعد ملیں گے۔'' مہوش نے نرمی سے اس کے ڈرپ لگے ہاتھوں پر ہاتھ رکھتے کہا۔

''ہمم۔'' حجاب ہلکا سا مسکرائی۔ مہوش اسے لاکھ سنائے لیکن حجاب نے کبھی برا نہیں مانا۔ وہ اولین دنوں سے جانتی تھی مہوش اپنے بھائی کے لئے کتنی پوزیسیو ہے۔

''پتا ہے حجاب، میں اتنی ایکسائیٹڈ تھی کہ بتا نہیں سکتی۔ کب سے مجھے انکا انتظار تھا۔'' مہوش اور بھی بہت کچھ بول رہی تھی لیکن حجاب کی پلکیں بھاری ہونے لگیں۔ تھکن کی وجہ سے کب اس پر نیند غالب ہوئی اسے پتا نہ چلا۔ لیکن نیند میں بھی اسے اپنی پیشانی پر دہکتا لمس محسوس ہوا پھر وہ آواز۔ ہاں وہ آواز جو صبح سے اس نے سنی نہیں تھی۔ حجاب نے دھیرے سے

آنکھیں کھولیں تو یہ آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ رخ موڑ کر دیکھا تو وہ سامنے بچوں کی کاٹ کے پاس جھک کر انہیں پیار کر رہا تھا۔

''میری جان، آنکھیں کھولو، دیکھو آپ کے ڈیڈ آئے ہیں۔''

حجاب یک ٹک اسے دیکھے گئی جس نے بس ایک پل کو ایک سرد نگاہ اس پر ڈالی اور اس نگاہ میں کیا کچھ نہ تھا؟ حجاب کی پوری ہستی تھی۔ بس اس ایک نگاہ میں نفرت، نفرت اور نفرت۔ وہ کہہ رہا تھا۔

''اتنی محبت دونگا کہ ماں کی کمی محسوس بھی نہیں ہوگی۔ آخر اسے نفرت جو ہے کافر سے اور اس کی اولاد سے۔''

وہ جو اسے دھڑلے سے کافر کہتی تھی آج اس کے منہ سے سن کر نجانے کیوں دل میں ایک درد کی لہر اٹھی۔ دل چیخ چیخ کے کہہ رہا تھا اتنا روئے کہ سامنے بیٹھا شخص پھر تمہارے پیروں میں آکر گرے۔ اگر محبت نہ ہوتی تو اس دن اس کی آنکھوں میں نمی کیوں تھی؟ اور اگر محبت تھی تو آج تک حرام رشتے کیوں بناتا رہا ہے؟ حجاب نے رخ موڑ لیا۔ وہ سب کر سکتی تھی لیکن مر کے بھی کسی کے آگے جھک نہیں سکتی تھی۔

ہسپتال میں اس کے ماں باپ اس سے ملنے آئے۔ بچوں کو پیار کیا اور حجاب کو ساتھ لیجانا چاہا تو فیجہ نے کہا۔

''ہم بھی کچھ دن یہ خوشی محسوس کر لیں پھر آپ بھلے لے جائیں۔'' بچوں کی آمد نے انکے لہجے میں مٹھاس کوٹ کوٹ کر بھر دی۔ آمنہ اور تاثیر صاحب نے پھر ضد نہ کی۔ حجاب سے ملکر گھر چلے گئے۔

بچوں کو حیات صاحب اور مہوش پہلے ہی گھر لے گئے۔ وہ لیٹی ہوئی تھی کہ ابراز اسے خود

لینے آیا۔

''ڈیڈ بچوں کو گھر لے گئے ہیں، میں تمہیں لینے آیا ہوں دادو بھی گاؤں سے آ گئی ہیں۔''

ابراز نے کہتے ہی اس کی طرف ہاتھ بڑھایا جسے حجاب نے کچھ جھجک کر تھاما اور اس کا سہارا لے کر گھر آ گئی۔

دادو کو دیکھ کر اس کا موڈ ہمیشہ سے خوشگوار ہو جاتا۔ اس دفعہ دادو، حجاب اور مہوش کو بات کرتا دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ بس ایک اداس چہرہ وہی تھا جسکی نظریں بے خودی کے عالم میں حجاب پر جمی ہوئی تھیں۔ حجاب ان نظروں سے بے خبر نہیں تھی بلکہ جب بھی وہ ان نظروں کی تعاقب میں دیکھتی اس کی نظریں مایوسی سے واپس لوٹ آتیں کیونکہ وہ ہمسفر اس سے نظریں پھیر لیتا۔

دادو نے بچوں کا نام پرنیا اور احتشام رکھا تھا۔ ایک چھوٹی سے تقریب گھر میں رکھی تھی جہاں حجاب کے ماں باپ، بہن بھائی، دوست سب کو ابراز نے خود انوائیٹ کیا تھا۔

رات کا وقت تھا حجاب نے ابھی بچوں کو سلایا تھا کہ ابراز نے کمرے میں داخل ہوتے ہی پرنیا کو اٹھایا۔

''اتنی مشکل سے سلایا ہے مت اٹھاؤ اسے۔''

حجاب جو ابھی احتشام کو نہلا کر واش روم سے نکلی تھی ابراز کو پرنیا کو اٹھاتا دیکھ کر چیخ اٹھی۔ لہجے میں غصے کی کوئی رمق نہیں تھی بس پریشانی تھی۔

''میں دیکھ لونگا ویسے ابھی بچوں سے بیزار ہو گئیں آپ؟ میں نے میڈ رکھنے کا سوچا ہے۔''

وہ اسے تپا کر پرنیا کو اٹھا چکا تھا۔

''ہاتھ لگائے میرے بچوں کو منہ توڑ دونگی۔'' غصے سے اسے گھورتی وہ سرد لہجے میں بولی۔

ابراز کے ہونٹوں کو مسکراہٹ چھو گئی۔

ابراز جہاں بچوں کے لئے نرم دل تھا وہیں اس کے لئے سرد۔ اب تو بچوں کو پا کر وہ اسے بھول چکا تھا۔ ابراز کی روٹین بچوں کے آنے کے بعد کافی بدل چکی تھی۔ وہ کبھی کبھار آفس چلا جاتا اور راتوں کو اب گھر ہی رہنے لگا تھا۔ کبھی لپ ٹاپ لے کر کوئی کام کرتا تو کبھی بچوں کے ساتھ کھیلتا اور یہی وجہ تھی کہ احتشام نے ماں سے پہلے باپ کو پکارنا سیکھا جو ابراز ہی اسے سکھاتا۔ حجاب احتشام کے منہ سے ڈیڈ سن کر غصہ پی کر رہ گئی۔ یہاں بھی اسے یہی لگا تھا جیسے وہ اسے مات دے گیا۔ حجاب کی روٹین بھی بچوں کے آنے کے بعد کافی بدل چکی تھی اور اس نے ابراز کے کہنے پر میڈ بھی رکھی کیونکہ آلریڈی اس کی اٹینڈس کم تھی۔ مزید چھٹی کرنے پر اسے پیپر میں بیٹھنے نہیں دیا جائے گا۔ اسلئے حجاب نے یونیورسٹی جانا شروع کر دیا۔

وہ عام دنوں جیسا ایک دن تھا۔ حجاب آمنہ کے ہاں گئی تھی۔ واپسی پر وہ بابا کے ساتھ بچوں کو لے کر گھر آ گئی۔ وہ اپنے روم میں تھی کہ مہوش کو اس کے آنے کا پتا لگا۔ وہ دوڑتی ہوئی اس کے بیٹھنے سے پہلے کمرے میں آ گئی۔

"حجاب، تم نے اتنی دیر کیوں کی میں کب سے تمہارا انتظار کر رہی تھی؟"

بچے کار میں ہی سو چکے تھے۔ وہ انہیں بیڈ پر لٹا رہی تھی کہ مہوش آ کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"میرا؟ کیوں کیا ہوا؟" مہوش کے لہجے کی بیتابی حجاب کو تشویش میں مبتلا کر رہی تھی۔

"رازی کو کال کی تھی میں نے۔ اس نے کہا تم آج آؤ گی تو میں تمہارا انتظار کرنے لگی۔"

مہوش کی آواز یکدم بھر آ گئی جیسے وہ خوب رونا چاہتی تھی لیکن ضبط کیے بیٹھی تھی۔ حجاب کو یاد آیا کل ابراز نے کال کر کے پوچھا تھا وہ کب آ رہی ہے۔ اسے بچوں کی بہت یاد آ رہی تھی اور حجاب جو خوش فہمی میں مبتلا تھی کہ اسے یاد کر رہا ہوگا۔ غصے سے بتا کر کال ہی کاٹ دی۔

''خیریت؟'' حجاب نے اس کا کندھا ہلایا اور اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

''تم مجھے معاف کردو؟ حجاب۔ می۔ میں تمہارے ساتھ رہ کر بھی کبھی سمجھ نہ سکی۔ جسم کو چھپانا ہمیں کتنی غلیظ نظروں سے بچاتا ہے؟'' وہ یکدم پھوٹ پھوٹ کے رو پڑی۔ حجاب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اسے اپنی معصوم سی رانیہ یاد آ گئی۔

''تم ٹھیک ہونا۔ تم؟'' حجاب نے دونوں کندھوں سے تھام کر اسے جھنجھوڑا۔

''مجھے معاف کردو حجاب۔ کیفے ٹیریا والے واقعہ میں، میں نے بھائی کا ساتھ دیا۔ پلیز مجھے معاف کردو۔ مجھے بہت خوف آتا ہے جب انسان کی پکڑ ہوتی ہے۔ مجھے کوئی حق نہیں تھا میں تمہیں رخصتی والے دن اتنے سب لوگوں کے سامنے۔۔۔''

حجاب نے اسے اپنے ساتھ لگایا۔ وہ ہچکیاں لے کر رو دی۔ حجاب نے اس کی پیٹھ سہلائی۔ نجانے کیوں اس کی آنکھوں میں بھی نمی تیرنے لگی۔ ان دونوں کی دوستی یونی کے اول دنوں سے تھی۔

''مہوش، بھول جاؤ میں بھی بھلا چکی۔ اب تو یاد بھی نہیں۔ پلیز ادھر دیکھو سچی مجھے یاد بھی نہیں۔'' حجاب کا لہجہ محبت بھرا تھا۔ وہ اس بات کے لئے پریشان تھی۔ حجاب تو نجانے کیا کیا سوچ بیٹھی تھی؟ وہ خدا کا شکر کر رہی تھی کہ اس کی سوچ غلط ثابت ہوئی ورنہ ایک بار پھر وہ ٹوٹ جاتی۔

''سچی؟'' وہ حجاب سے الگ ہو کر بے یقینی سے بولی۔

''مچی۔'' حجاب مسکرادی۔

''پھر رازی سے بات کیوں نہیں کرتی؟'' وہ بچوں کی سی معصومیت سے آنسو پونچھتے گویا ہوئی۔ لیکن حجاب کی سوالیہ نظر خود پر جمی دیکھ اپنے پرانے ٹون میں بے خوفی سے بولی۔

''ہاں میں نے محسوس کیا ہے۔''

''وہ مجھے پسند کبھی نہیں تھا وجہ تم جانتی ہو۔'' حجاب نے ہاتھوں کو آپس میں رگڑا۔ مہوش کے سامنے اس کے بھائی کی برائی اسے ہمیشہ مہنگی پڑی ہے۔ حجاب کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

''کبھی پاس بیٹھ کر محسوس کرنا۔ نہ شراب کی بو آئے گی نہ نشے میں دھت ملے گا۔''

مہوش کی بات سن کر یکدم اس نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تو وہ مسکرا رہی تھی۔ خوبصورت مسکراہٹ تھی اس کے ہونٹوں پر۔ وہ غصہ نفرت کہیں غائب ہو چکی تھی۔

''تم مجھے بھی معاف کر دو۔ دادی اور تم سے میں نے۔۔۔''

''اٹس او کے میری جان۔'' حجاب کی بات کاٹ کر مہوش نے کہا۔ حجاب نے اس کے کندھے پر تھپڑ رسید کیا۔ وہ بھی ابراز کی طرح تھی۔ بلا خوف و جھجک جو دل میں ہوتا وہی منہ پر۔ نجانے کیوں اس کے دل سے دعا نکلی کاش وہی ابراز واپس آ جائے؟ کمرے میں جہاں پہلے مہوش کے رونے کی آواز تھی اب وہیں دونوں کی ہنسی گونج رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

مہوش کی معافی کے بعد ابراز جو تھوڑے بہت طنز کرتا تھا اب وہ بھی بند ہو گئے۔ وہ تقریباً خاموش رہتا۔ اس کی روٹین بھی عجیب ہو چکی تھی۔ صبح سے رات تک آفس۔ اور واپسی نو بجے تک۔ کھانا کھا کر وہ دس بجے تک سو جاتا پھر رات کو دو تین بجے اٹھ کر نجانے کہاں جاتا؟ حجاب خود فجر پڑھ کے سو جاتی اور آٹھ بجے اٹھتی تب تک ابراز بھی آفس کے لئے تیار ہو کر ناشتہ کرتا۔ وہ اس کے کپڑے رات کو ہی پریس کر کے رکھ دیتی۔ حجاب کو پل پل یہ بدلتا ابراز کاٹنے کو دوڑتا۔ اس کی بے رخی دیکھ کر اسے خود کے بجائے ابراز پر ہی غصہ آتا۔

سنڈے کا دن بھی وہ سو کر گزارتا۔ اتنی نیند تو حجاب نے پوری زندگی نہیں کی جتنی وہ کرتا۔

کبھی کبھی اس کا دل چاہتا پانی کی بالٹی بھر کے اس کے سوئے بے خبر وجود پر ڈالے لیکن بڑے لوگوں کے چونچلے اتنے امیر اور گھر میں بالٹی تک نہیں۔ کیا فائدہ ایسے پیسوں کا؟ غصے میں کبھی کبھی اس کا دل چاہتا ابراز حیات کے آفس کو بلاسٹ کر کے اڑا دے۔

''مما میری بات سنو۔'' پانچ سالہ پرنیا صبح سے اسے تنگ کر رہی تھی۔ ابراز نے انہیں سر پر چڑھایا ہوا تھا۔ دونوں بچوں کو خود کی ایسی عادت لگائی تھی کہ اسکول سے آتے ہی حجاب کا سر کھاتے کہ ''ڈیڈ کا نمبر ملاؤ۔''

حجاب نے ایک سخت نگاہ اس پر ڈالی اور چائے کا کپ لے کر باہر گارڈن میں آ گئی جہاں حیات صاحب احتشام کے ساتھ بیٹھے لڈو کھیل رہے تھے۔ دونوں بچوں میں پورے گھر کی جان تھی۔ ان پانچ سالوں میں بہت کچھ بدل چکا تھا۔ ثنا کا نکاح ہو چکا تھا اور رخصتی اگلے ماہ تھی۔ جویریہ اور مہوش بھی اپنے اپنے گھروں کی ہو چکی تھیں۔ دونوں اکثر اس سے ملنے آتیں۔ دونوں اپنے گھروں میں بیحد خوش تھیں۔ بس ایک ناخوش تھی تو وہ خود۔ ابراز نے جہاں دن رات کی محنت سے بزنس کو بلندیوں تک پہنچایا وہیں حجاب کو خود سے بہت دور کر دیا تھا۔ ایسے کہ وہ اس سے بات کرنے سے پہلے سو دفعہ سوچتی۔ ابراز کا لہجہ ہمیشہ نرم ہوتا۔ نہ وہ شوخی تھی نہ وہ طنز اور یہ بزرگوں والا ابراز اسے زہر لگتا۔ سنجیدہ سا جو زندگی کا ایک ایک پل سوچ کر گزارتا ٹائم کا انتہائی پابند اپنے بزنس کے آگے اسے کچھ دیکھتا ہی نہیں۔

''ڈیڈ، یہ چائے۔'' حجاب نے حیات صاحب کی طرف چائے کا کپ بڑھایا۔ اب وہ بھی ابراز کی طرح انہیں ڈیڈ اور فیبحہ کو موم کہتی تھی۔

''تھنک یو بیٹا۔ آپ کیوں اداس ہو مائے ڈول۔'' حجاب سے کہتے انہوں نے آخر میں پرنیا کا مرجھایا چہرہ دیکھ کر کہا۔

''شی از نوٹ لیسننگ۔'' اپنی ماں کو دیکھ کر پرنیا نے خفگی سے کہا۔

''ڈیڈ، فضول کی ضد ہے اس کی۔ روز بس باپ سے بات کرنی ہے جسے انکی فکر ہی نہیں۔''

نجانے کیوں آج اسے غصے آ گیا۔ حیات صاحب کا لحاظ کیے بغیر اس نے پرنیا کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے ساتھ لے گئی۔ پیچھے سے پرنیا چلاتی رہی۔

''آئی وانٹ ٹو ٹاک ٹو یو۔''

حجاب نے اندر آتے ہی اسے باپ کا نمبر ملا کر دیا اور خود کچن میں چلی آئی۔ اپنا غصہ پٹخ پٹخ کے وہ برتنوں پر نکال رہی تھی۔ ملازمہ خاموشی سے اس کی ایک ایک حرکت دیکھ رہی تھی۔

''یس ڈیڈ۔'' ابراز نے فون لاؤڈ سپیکر پر رکھا۔ اس کی انگلیاں مسلسل کی بورڈ پر حرکت کر رہی تھیں۔

''رازی، کہاں ہو؟'' حیات صاحب کو حجاب کی بات سن کر بیٹے پر شدید غصہ آیا انہوں نے فوراً سے اسے کال ملائی

''دکان پر۔ حلوہ پری بیچ رہا ہوں پارسل کروں؟'' اس کی غصے سے بھری آواز نے حیات صاحب کی پیشانی پر بل نمایاں کیے۔

''اولاد کی فکر کرو جو تمہارے پیچھے روتی رہتی ہے انہیں ٹائم دو۔''

''Same goes to you. Anything else''

ابراز نے مصروف سے انداز میں کہہ کر جواب نہ پا کر کال کاٹ دی۔ دوسری طرف حیات صاحب کی پیشانی پر پسینے کے ننھے قطرے نمودار ہوئے۔ لوگ صحیح کہتے ہیں اولاد سے زیادہ اولاد کی اولاد سے محبت ہوتی ہے آج پہلی دفعہ انہیں گلٹ ہوا تھا اپنے کیے پر۔

☆.....☆.....☆

''ڈیڈ۔'' پرنیا بھاگتی ہوئی دروازے کے پاس آئی جہاں سے ابھی ابراز داخل ہوا تھا۔ صبح سے وہ اپنے ڈیڈ کا بے صبری سے انتظار کر رہی تھی۔

''ڈیڈ کی جان۔'' بریف کیس صوفے پر اچھالتے اس نے پرنیا کو اٹھا کر اس کے گال چومے۔ وہ ہو بہو اس کی کاپی تھی لیکن سفید رنگت حجاب پر گئی تھی۔

''ڈیڈ، مما صبح سے نہیں سن رہیں۔''

''کیا نہیں سن رہیں، ہمیں بتاؤ آپ نے کال کی تھی؟ سوری میں میٹنگ میں تھا۔'' اس کی معصوم شکایات پر ابراز کے ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری ہوگئی۔ وہ اسے کیا بتاتا حجاب اس کی بھی نہیں سنتی۔

''آئی ڈونٹ لائک دیٹ ڈرائیور۔'' پرنیا نے منہ بگاڑ کر کہا۔

''سے آگین۔'' ابراز کے کان کھڑے ہوگئے۔ اس کی چھٹی حس اسے کچھ غلط ہونے کا امکان دے رہی تھی۔

''آئی ڈونٹ لائک ہم۔''

''کیوں؟''

پرنیا کا چہرہ ڈرائیور کا نام لیتے مرجھا جاتا یہ ابراز نے اس کے چہرے کے بدلتے زاویے سے اندازہ لگایا۔ وہ خوفزدہ بھی تھی۔ ابراز کے اندر اس کی حالت دیکھ لاوا پھٹ رہا تھا۔

''ڈیڈ، وہ گندے لگتے ہیں۔ شام بھائی نہیں ہوتے نا تو کہتے ہیں میں آپ کو پیار کرتا ہوں۔ مجھے بہت ڈر لگتا ہے اور یہاں ہاتھ۔۔۔''

ابراز کی اس سے زیادہ سننے کی ہمت نہیں تھی۔ اس کی رگیں تن گیں۔ آنکھوں کی لالی پل پل بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ پرنیا کو نیچے اتار کر جانے لگا کہ یکدم اسے باہر سے باسکٹ بال سے

کھیلتا احتشام اندر آتا دکھائی دیا۔ وہ پرنیا کا ہاتھ پکڑتا باہر کی طرف چلنے لگا۔ ساتھ احتشام کو بھی آنے کا اشارہ کیا۔ وہ باسکٹ بال پھینکتا باپ کے پیچھے دوڑا۔

پرنیا کا ہاتھ چھڑاتے ابراز سرونٹ کوارٹر کی طرف بڑھا جہاں ڈرائیور اور چوکیدار بیٹھے تھے۔ ڈرائیور کو مزے سے چائے پیتا دیکھ کر ابراز کی پیشانی کے بل مزید بڑھ گئے۔

"حرام زادے، تیری ہمت کیسے ہوئی میری بیٹی کو ہاتھ لگانے کی؟ کمینے، معصوم بچی کو ہوس؟ بھونک کتے چپ کیوں ہے؟ میری بچی کے سامنے کیسے بھونکا تھا؟" ابراز نے اسے گریبان سے پکڑ کے لاتوں اور گھونسوں کی بارش کر دی۔ احتشام اور پرنیا خوف سے باپ کو دیکھ رہے تھے۔ انکے حلق سے آواز تک نہیں نکل رہی تھی۔ کبھی باپ کو اونچی آواز میں بھی بولتا نہیں دیکھا اور اب۔

"گٹر کے کیڑے، تم جیسوں کی وجہ سے ماں باپ کی گود اجڑ جاتی ہے۔ معصوم بچیوں پر وار کرتے ہو؟ ذلیل انسان۔ کتے سے بدتر ہے تو بھونک نہ اب۔" ابراز نے پے در پے لاتیں اس کے منہ پر دے ماریں۔ اگر چوکیدار بیچ میں نہ آتا تو آج وہ اس کی جان لے لیتا۔

"بس بیٹا، چھوڑ دو یہ مر جائے گا۔"

"بابا! اسے پولیس کے حوالے کریں آج کے بعد اسے یہاں دیکھا تو خدا کی قسم یہ زندگی سے ہاتھ دو بیٹھے گا۔" وہ سرد لہجے میں دھاڑا۔ احتشام اور پرنیا خوف سے کانپ اٹھے۔

"یہ حشر کرو گے تم ان لوگوں کا جو تمہاری بہن کو گندی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اسے ہاتھ لگاتے ہیں چاہے وہ کوئی بھی ہو سمجھے؟" احتشام کا ہاتھ سختی سے تھامے وہ سرد لہجے میں بولا۔ احتشام نے ہاں میں سر ہلایا۔ وہ بچہ نہیں تھا جو اِن باتوں کو سمجھ نہ سکے۔ حجاب نے دونوں کو ان چیزوں سے آگاہ کیا تھا۔ کسی اجنبی کے ساتھ نہ جانا، کوئی پاس بلائے، بٹھائے تو فوراً ماں کو بتانا۔

''پہلے کیوں نہیں بتایا مجھے؟'' اب وہ پرنیا کے بال سمیٹے نرمی سے بولا۔

''مما کو بتایا تھا وہ نہیں سنتیں۔''

پرنیا ابراز کے گلے لگ گئی جہاں باپ کو سخت دیکھ کر رونا آرہا تھا وہیں نرمی دیکھ کے اس کے آنسو بہہ نکلے۔

''کل صبح انہیں بتاؤ گی اور کہنا مجھے ڈرائیور انکل کے ساتھ اسکول نہیں جانا۔ بات یہاں سے شروع کرو گی۔ اور ڈیڈ سے ڈرتے نہیں وہ ان برے لوگوں کے لئے غصے والے ہیں آپ کے لئے نہیں میری جان۔'' وہ اس کے گال چومتا نرمی سے بولا۔ وہ جانتا تھا آج اس کا غصہ پرنیا کو رلا گیا۔

☆.....☆.....☆

''مما! مجھے ڈرائیور انکل کے ساتھ نہیں جانا۔''

پرنیا کا مرجھایا چہرہ دیکھ کر ایک پل کو اس کے حرکت کرتے ہاتھ رک گئے۔ خوف کی گہری لکیر اسے اپنی بیٹی کے چہرے پر صاف نظر آرہی تھی۔

''کیوں بیٹا؟ انکل نے ڈانٹا ہے۔''

''نہیں، وہ کہہ رہے تھے مجھے پیار کرتے ہیں۔۔ اور وہ۔۔۔''

اس کے ہاتھ لرزاٹھے ہاتھوں میں تھامی ناشتے کی ٹرے گرتے گرتے بچی۔

''میں تو آپ کو پیار کرتا ہوں نا رانیہ بیٹا۔''

پرانی یاد نے اسے مزید خوفزدہ کر دیا۔

''اور کیا؟'' لال ہوتی غصے بھری آنکھوں سے حجاب نے اپنی بیٹی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اس وقت اس کا دل کانپ رہا تھا۔ اس کی بیٹی نجانے کیا کہنے والی تھی؟ اس نے ناشتے سے

بھری ٹرے ٹیبل پر رکھی۔

"مجھے یہاں ہاتھ لگاتے۔۔۔"

پرنیا نے اپنی گردن پر ہاتھ رکھتے اب کے غصے سے کہا۔ وہ معصوم ان باتوں سے انجان اپنی ناپسندیدگی ظاہر کر رہی تھی جیسے ڈرائیور کا عمل اسے اچھا نہیں لگا۔

"مجھے ان سے ڈر بھی لگتا ہے مما۔" اب کی پرنیا آ کر اس کی ٹانگوں سے چپک گئی۔ اس نے پلک جھپکائے بغیر جھک کے اسے اپنے سینے سے لگایا۔

"یا میرے خدا! کونسی بھول ہوئی مجھ سے؟ میرے کس عمل کے بدلے تو نے مجھے ایسے جہنم میں ڈال دیا۔ جیسے مالک ویسے نوکر۔ اب میں کیا کروں، کیسے اپنے بچوں کو ان سے محفوظ رکھوں۔ کیا مجھے؟ ہاں۔۔ ایک یہی راستہ ہے میرے پاس۔" تیز چلتی دھڑکنوں کو سنبھالتے اس کا دل رو رہا تھا۔ اب ایک ہی راستہ تھا اس کے پاس اس نے جھک کے پرنیا کے گال چومے۔

"آپ بیٹھ کے بھائی کے ساتھ ناشتہ کرو میں آتی ہوں۔ گھبرانا نہیں مما ہیں نا۔" وہ اس کا گال تھپک کر تیزی سے اٹھ کے اپنے کمرے میں چلی آئی۔ سامنے ہی ابراز آفس جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ بلیک سوٹ میں ملبوس وہ خود پر پرفیوم چھڑک رہا تھا۔

وہ دھیمے قدم اٹھاتی اس کے پیچھے آن کھڑی ہوئی۔ ابراز اس کی موجودگی محسوس کرتے ہی حیرت سے پیچھے مڑا۔

"کیا ہوا؟"

"مجھے تم سے بات کرنی ہے۔"

نظریں جھکائے ہاتھوں کو آپس میں مسلتی وہ اسے پریشان لگی۔

''کرو۔'' بے نیازی سے کہتے وہ مڑا اور ڈریسنگ پر رکھا فون اور وائلٹ اٹھایا۔ اسے یقین تھا وہ پرنیا کی بات کرنے آئی ہوگی۔

''ڈرائیور کو نکال دو اور اس کی جگہ کوئی۔۔۔''

''کیوں؟'' جتنی تیزی سے اس نے اپنا خدشہ بیان کیا اسی تیزی سے ابراز پیچھے مڑا۔

''وہ صحیح آدمی نہیں۔ اس کی نظریں، حرکتیں اس سے پہلے کے وہ پرنیا۔۔۔''

زنانے دار تھپڑ کی آواز خاموش کمرے میں گونجی۔ ابراز نے سختی سے اس کے بازو کو جکڑے خود سے قریب کیا۔ اتنا قریب کہ اس کی بیوی اس کی سانسیں اپنے چہرے پر محسوس کر رہی تھی۔

''تم سمجھتی کیا ہو خود کو؟ آسمان سے اتری پری ہو؟ ہر مرد تمہارا دیوانہ ہے؟ تمہیں دیکھنے کے علاوہ کسی کو کوئی کام نہیں؟'' غصے سے کہتے اس نے جھٹکے سے حجاب کو بیڈ پر پٹخا اور سائیڈ پر پڑا پانی کا بھرا گلاس اٹھا کر پانی اپنے حلق سے نیچے اتارا۔ حجاب سنبھل کر بیڈ پر بیٹھ چکی تھی۔ اسی رویے کی امید تھی اسے۔ وہ پلک جھپکائے بغیر اس کی ایک ایک کارروائی دیکھ رہی تھی۔

اس وقت غصے سے اس کی دماغ کی رگیں پھٹ رہی تھیں۔ خالی گلاس رکھنے کے بجائے اس نے پوری قوت سے دیوار پر دے مارا اور اس کے ساتھ بیڈ پر اس کے سامنے آ بیٹھا۔ اس کے بیحد قریب اور ٹھوڑی سے پکڑ کے اس کا چہرہ اونچا کیا۔

''اپنے بارے میں کیا کہنا ہے تمہارا؟ بہت پارسا ہو نا، کیا کیا اب تک؟ بولو بیوی کے ہوتے ہوئے تمہارا شوہر باہر منہ مارتا پھرتا ہے۔ شدید نفرت کرتا ہے تم سے۔ کیا اس کے دل میں جگہ بنا پائی۔ تم جیسی پارسا لڑکیاں تو دن رات ایک کر کے شوہر کے دل میں گھر بناتی ہیں۔ تم نے اب تک کیا کیا۔ بولو؟ یا کسی معجزے کا انتظار تھا؟ تمہارا شوہر تمہارے پیروں میں آن گرے گا۔'' وہ ہنسا زہر خند ہنسی۔

”میں تمہیں شوہر مانتی ہی نہیں تو انتظار کیسا؟ اور نہ ہی کوئی معجزہ ہونا، میرا حساب تم سے اللہ لے گا۔“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے بے خوفی سے بولی۔ اس کی انہی باتوں سے ابراز کے دل میں اس کے لیے نفرت مزید بڑھ جاتی۔ آخر اپنا ٹھکرانا کہاں قبول تھا اسے۔

”تمہیں لگتا ہے تم بہت معصوم ہو؟ میں ظالم ہوں ظلم کرتا ہوں؟ تو ایک بات یاد رکھنا اللہ دلوں کا حال بہتر جانتا ہے اور اللہ کو وہ عورتیں نہیں پسند جو رو رو کر موت مانگتی ہیں۔“ کہتے ساتھ ہی اس نے کسی بیکار شے کی طرح اسے چھوڑا اور اٹھ کے جانے لگا ورنہ یقیناً آج وہ اسے قتل کر دیتا۔

”تم رسوا ہو گے دیکھنا اللہ تم سے ہر حساب لے گا میرے ایک ایک آنسو کا تم سے حساب لے گا۔ میں دیکھوں گی تمہیں تڑپتا ہوا، روتا ہوا، خدا کے سامنے گڑگڑاتے ہوئے لیکن دیکھنا اسے بھی تم پر رحم نہیں آئے گا۔ تم خوار ہو گے در در جا کر اسے ڈھونڈو گے، معافی مانگو گے، تمہیں وہ نہیں ملے گا، کہیں نہیں ملے گا، تم اس دنیا میں اسے ڈھونڈتے رہو گے لیکن افسوس وہ نہیں ملے گا۔ کیونکہ وہ تم جیسے لوگوں کا نہیں ہوتا، نہیں ہوتا۔ تم قابل بھی نہیں کہ اس کے سامنے سر اٹھا سکو۔ تم حرام کھاتے ہو، حرام پیتے ہو۔ حرام رشتے بناتے ہو۔ حلال تم جیسوں کے لیے نہیں۔“ وہ پیچھے سے روتی ہوئی اسے بددعائیں دے رہی تھی لیکن ابراز کو پرواہ کہاں تھی۔ اس کی امپورٹنٹ میٹنگ تھی جو یقیناً اس کے لئے بہت اہم تھی۔

حجاب آنسو پونچھتے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ خود بچوں کو چھوڑ آئے گی یہی سوچ کر وہ بچوں کے پاس آئی تو ملازمہ نے اسے ایک لڑکی کی آمد کی خبر دی۔ حجاب بچوں کو لے کر باہر آ گئی۔ اس نے رکشہ میں جانے کا سوچا تھا جب اس بے حس کو فکر نہیں تو اس کی دولت پر بھی وہ لعنت بھیجتی ہے۔

”میم! سر نے کہا ہے کچھ دن میں انہیں اسکول ڈراپ کر دوں جب تک نیو ڈرائیور نہیں

آتا۔'' وہ لاؤنج میں آئی تو ابراز کی ریسپشنسٹ وہاں موجود تھی وہ ایک دو دفعہ ابراز کے آفس مہوش اور اس کے ہسبنڈ کے ساتھ گئی تھی۔ جو اکثر ان دونوں کے ساتھ ضد کر کے آؤٹنگ کے لئے جاتے۔ وہاں یہ ریسپشنسٹ ہمیشہ اس سے اچھے سے ملتی۔

''ڈرائیور۔'' حجاب کی ہلکی سی آواز بمشکل احتشام سن پایا۔ اس وقت اس کی سوچیں کہیں کسی نتیجے پر نہیں پہنچ پا رہیں۔

''ڈیڈ نے اسے کل مار کر بھگا دیا۔'' احتشام نے کہا اور پرنیا کا ہاتھ پکڑ کے اس کے ساتھ چل دیا۔ پیچھے حجاب سوچتی رہ گئی۔ کیا وہ ہر چیز سے اس سے پہلے سے باخبر ہے؟ ایک بار پھر آنکھوں میں تیرتے پانی نے باہر کا راستہ ڈھونڈا اور اس کے گال بھیگو گیا۔

☆.....☆.....☆

حجاب بے چینی سے پرنیا کا انتظار کرنے لگی اور اس کے آتے ہی ساری بات پوچھی جسے سن کر حجاب نے اسے دیوانہ وار چوما اور اپنی کم عقلی، غصے پر ماتم کیا جو ہر بار اسے پھنساتی۔

''آج پھر منہ مارنے جا رہے ہو؟'' حجاب کو صبح کا پڑا تھپڑ ابھی بھولا نہیں تھا اوپر سے اس کا اگنور کرنا اب برداشت سے باہر تھا۔ وہ روز رات کو اسی طرح فریش ہو کر کہیں منہ مارنے جاتا اور وہ پیچھے سے نا چاہتے ہوئے بھی سلگتی رہتی۔

''صرف منہ مارتا ہوں نا؟ ایسا نہ ہو تمہاری یہ بے اعتنائی دیکھ کر کسی دن دوسری شادی کر لوں۔'' وہ مرر میں سے اسے دیکھتا ہوا بولا جو بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے پرنیا کو اپنے سینے سے لگائے اس کی پیٹ تھپک رہی تھی۔ اس کے دیکھتے ہی حجاب نے نظریں پھیر لیں۔ وہ قدم قدم اٹھاتا اس کے پاس آیا۔ جھک کر پرنیا کے گال چومے۔ ابراز کا سر حجاب کی ٹھوڑی سے مس ہوا۔

''ڈونٹ بی جیلیس بے بی ایٹ واز یور چوائس۔'' وہ طنزیہ مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے

سیدھا ہو کر جانے کے لئے پلٹا۔ پیچھے سے وہ شیرنی غصے سے چلائی۔

"مرد تم۔"

"اکیلے مزہ نہیں آئے گا کیوں بھول جاتی ہو۔ جہنم میں ساتھ جائیں گے تم نافرمان بیوی بن کر، میں نافرمان شوہر۔" جاتے جاتے وہ اسے اچھا خاصا سلگا چکا تھا۔ پیچھے حجاب اسے بددعاؤں سے نوازتی رہی جو اس کی زندگی برباد کر کے پرسکون تھا۔

صبح بچوں کے جانے کے بعد اسے ایک لیٹر وصول ہوا جس پر بھیجنے والے کا نام دیکھ کر جہاں اسے خوشی ہوئی تھی، بے یقینی تھی، وہیں تحریر پڑھ کے حیرانگی ہوئی۔

"مجھے یقین ہے یہ خط پڑھ کے میری برسوں پرانی حجاب جو دنیا کی بھیڑ میں کھو چکی ہے مجھے مل جائے گی۔"

☆.....☆.....☆

"میری پیاری دوست حجاب! مجھے پہچانا نہیں نا، میں بھی تمہیں پہچان نہ سکی کیونکہ تم میری حجاب نہ تھیں۔ میری دوست نہیں تھیں۔ وہ دوست تو کسی کی دل آزاری کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی اور یہ حجاب یہ تو کوئی اور ہی ہے جو دل دکھانے کے فن سے واقف ہے۔ تمہیں یاد ہے ہم تینوں کتنے خوش رہا کرتے تھے؟ ایک دوسرے کے ساتھ جان بستی تھی ہماری ایک دوسرے میں۔ زندگی کتنی خوبصورت تھی نا؟ نہ کوئی ٹینشن نہ کوئی زندگی کی فکر۔ بس اپنے میں مگن رہتے تھے۔ نہ جانے کس کی نظر لگی ہم ایسے بچھڑے کہ آج ایک دوسرے کو پہچانتے تک نہیں۔ ایک روٹھ کر اس دنیا سے چلی گئی باقی ہم دو بچھڑ گئے۔

تمہیں یاد ہے تم نے ایک دن ایک لڑکی کو دیکھ کر کہا تھا ایسے مسلمانوں پر سو توپوں کی سلامی کیوں؟ کیونکہ میں نے جینز پہن کر حجاب لیا تھا؟ اور تم نے کہا تھا، اپنے عاشق سے بات کرنے

میں مصروف ہے۔ حجاب! بیشک تم ہو مسلمان لیکن اللہ نے تمہیں حق نہیں دیا کہ تم لوگوں پر فتویٰ جاری کرتی پھرو۔ انکا دل دکھاؤ۔ یقین جانو اس وقت ریمارکس سن کر میں بہت اداس ہوگئی تھی۔ تمہارے ساتھ تمہاری دوست بھی تھی۔ میرا دل چاہ رہا تھا تمہیں اچھا خاصا سناؤں لیکن نجانے کیوں پہلی بار ایسا ہوا کہ مجھ میں ہمت نہیں تھی۔ اچھی خاصی بولڈ ہونے کے باوجود میں خاموش رہی لیکن تم میرے ذہن سے نہ ہٹیں۔ اکثر گرلز کومن روم میں۔ تمہیں میں باقاعدگی سے نماز پڑھتے دیکھتی۔ ناچاہتے ہوئے بھی تم میری نظروں کا مرکز بنی رہیں۔ پھر کیفے ٹیریا ہو یا کومن روم، میں تمہیں ڈھونڈتی رہتی۔ ایک دن میں نے تمہاری سی آر سے تمہارا نام پوچھا۔ مجھے یقین نہ ہوا تم اتنی آسانی سے مجھے مل سکتی ہو؟ میری بچپن کی دوست رانیہ کے جانے کے بعد تمہیں کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا؟ اور تم میری ہی نظروں کے سامنے تھیں لیکن ایک سوچ پر آکر میں رک جاتی۔ کیا تم وہی حجاب ہو میری بچپن کی دوست؟ اس کشمکش سے میں اس دن نکلی جب تمہیں انکل کے ساتھ دیکھا۔ وہ تمہیں بائیک پر لینے آئے تھے۔ میں انکل کو کیسے بھول سکتی تھی؟ تم میری ہی حجاب تھیں اس دن میری خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ میں تم سے کیفے ٹیریا میں ملنے آرہی تھی لیکن اس دن تمہارا جھگڑا ابراز حیات سے ہوگیا ہے۔ میں نہیں کہونگی وہ صحیح تھا لیکن حجاب تم؟ تمہارے الفاظ سن کر میں دنگ رہ گئی۔ بیشک میں تمہاری طرح دین سے اتنا قریب نہیں لیکن حجاب جب کوئی شخص بھٹکتا ہے تو اسے راستہ دکھاتے ہیں نہ کے اسے خوفزدہ کر کے آگے بڑھنے سے روکتے ہیں۔ حجاب، تمہیں نہیں پتا چلتا تمہارے الفاظ کس طرح خنجر بن کر دلوں میں لگتے ہیں۔ اگر تمہیں پتا چل جائے تو تمہیں اپنی اس زبان سے نفرت ہونے لگے گی۔ ''کافر'' مطلب جانتی ہو اس لفظ کا؟ ہمیں تو کافر کو کافر کہنے کا حق نہیں اور تم نے ایک مسلمان کو بلا خوف و جھجک کافر کہا۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''جو شخص کسی کو کافر کہہ کر پکارے یا خدا کا دشمن کہے اور وہ ایسا نہ ہو تو یہ کلمہ کہنے والے پر لوٹ پڑتا ہے۔''

یہ حدیث ہے۔ یقیناً تم نے پڑھی ہوگی۔ صرف پڑھنا نہیں عمل کرنا بھی فرض ہے۔ جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ فرض ہے اسی طرح غیبت، بدزبانی سے منع کیا گیا ہے۔ تو جو زبان سے تیر چلاتی ہو اس سے صرف دل آزاری نہیں ہوتی بلکہ یہ بدزبانی، غیبت ہے اور غیبت کرنا ایسا ہے جیسے اپنے بھائی کا کچا گوشت کھانا ہو۔ جانتی ہو انسانی فطرت کیا ہے؟ چلو چھوڑو میں تمہیں اپنا بتاتی ہوں پھر انسانی فطرت کا بتاتی ہوں۔ تمہیں پتا ہے رانیہ کے ساتھ ہوئے حادثے نے میری زندگی پر ایسا اثر کیا کہ میں اپنے ماں باپ سے قریب تر ہوتی گئی۔ چھوٹی سے چھوٹی بات آ کر اپنی ماں کو بتاتی۔ کلاس میں ہمیشہ ہر بات میں، میں آگے رہنے لگی۔ ماں باپ سے قریبی، سمجھو دنیا فتح کر لی۔ اچھی بری بات بلا خوف و جھجک ہر عمل بتاتی۔ پڑھائی میں تو نہیں خیر باقی ہر کمپیٹیشن میں پارٹیسپیٹ کرتی میرے سپورٹر میرے ماں باپ تھے۔ میرے بابا مولوی ہیں لیکن جانتی ہو اس بولڈ دنیا میں رہ کر میں نے یہاں کا طور طریقہ اپنایا۔ جینز شارٹ شرٹ یہ میں نارمل پہنتی ہوں لیکن حجاب کا ٹرینڈ دیکھ کر میں نے بھی وہ پہننا شروع کر دیا۔ اس دن میرا یونی میں پہلا دن تھا حجاب، مائیگریشن کی وجہ سے میرا ایک سال ویسٹ ہو گیا یہی وجہ ہے میں تمہاری جونیئر ہوں۔ اس دن میں حجاب پہن کر یونی آئی تو تمہارا دیا گیا طعنہ مجھے ضد دلا گیا۔ سب سے پہلے گھر آ کر میں نے حجاب اتارا اور سوچ لیا اب نہیں پہنوں گی لیکن پتا ہے حجاب، تمہارے الفاظ نے میرے دل پر وار کیا۔ کتنی ہی بولڈ ہوں آزاد خیال دل کمزور ہے۔ چھوٹی بات پر رونے لگتا لیکن اس دن ایسا حادثہ ہوا کہ حجاب تو چھوڑو میں نے نقاب کرنے کا

سوچا۔ ہاں وہ حادثہ حجاب۔ اسی دن امی اور میں بازار گئے۔ امی کی ڈانٹ پر میں نے حجاب کیا۔ امی سبزی خرید رہی تھیں میں وہیں تھی کہ اچانک سے ایک گاڑی سامنے آکر رکی اور گاڑی میں سے دو شخص نکلے۔ سر سے پیر تک مجھے غلیظ نظروں سے تکتے۔ ایک نے میرا ہاتھ پکڑ کے گاڑی میں لے جانا چاہا جب کہ دوسرے شخص نے اپنے ساتھی کو ہاتھ پکڑتا دیکھ کر جلدی سے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر کار اسٹارٹ کر دی۔ میں سر سے پیر تک کانپ رہی تھی لیکن اپنی جگہ سے ہلی نہیں۔ میری امی اس شخص سے میرا ہاتھ چھڑوا رہی تھیں کہ اس شخص نے بلیڈ نکال کر انکا ہاتھ زخمی کر دیا۔ میں جو بت بنی کھڑی تھی جسکے حواس مفلوج ہو گئے۔ میری چیخ نکل گئی ماں کی یہ حالت دیکھ کر۔ میری چیخ سن کر بینک کے پاس بیٹھا واچ مین الرٹ ہوا اور بھاگتا ہوا آیا۔ آس پاس لوگ بے حس بن کر ماں بیٹی کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ واچ مین کو آتا دیکھ کر اس شخص نے غصے میں بلیڈ سے میرا گلا کاٹا اور کار میں بیٹھ کر فرار ہو گیا۔ اور حجاب! میرا دل چاہا اسی وقت سجدے میں گر جاؤں۔ میں اس کی کس کس نعمت کا شکر ادا کروں؟ بلیڈ صرف اس کپڑے کو ہی کاٹ سکا جس سے میں نے حجاب لیا ہوا تھا۔ مجھے یقین نہ آیا حجاب موت میرے سامنے تھی، بالکل قریب چند انچ کا فاصلہ بھی نہ تھا اور نجانے کس نیکی نے مجھے زندگی دیدی۔ کہتے ہیں نا لاکھ برا چاہے لیکن ہوتا وہی جو خدا نے نصیب میں لکھا ہوتا ہے۔ انسان بے بس ہے حجاب اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں۔ میں جہاں تمہارے طنز سے آکر حجاب چھوڑ رہی تھی وہیں مجھے ایسی راہ ملی جس سے میں سر تا پیر بدل گئی۔ ان غلیظ نظروں سے بچنے کے لئے نقاب کرنے لگی اور حیرت ہے گرلز کومن روم میں، میں نقاب کے بغیر ہوتی ہوں پھر بھی تم نے میرے اس عمل پر کومپلیمنٹ نہیں دیا؟ پتا ہے کیوں حجاب؟ کیونکہ یہ انسانی فطرت ہے۔ کسی میں ننانوے اچھائیاں دیکھیں اور ایک برائی تو ان ننانوے اچھائیوں کو آگ میں جھونک کر اس

ایک برائی کو اچھالتی ہیں جبکہ اسلام کا مزاج ہے کسی میں ننانوے برائیاں دیکھو اور صرف ایک اچھائی دیکھو تو ان ننانوے پر پردہ ڈال کر ایک کے گن گاتے پھرو۔ تم نے وہی کیا حجاب، میں نیک نہیں لیکن حجاب میں اتنی بری بھی نہیں کہ تم مجھے یہ کہتی پھرو عاشق سے بات کرتی ہوگی۔ نہیں حجاب میرا نکاح تو میٹرک میں ہی ہوگیا تھا لیکن آج تک میں نے اپنے شوہر سے جائز ہوتے ہوئے بات نہیں کی۔ میں نفس کی غلام نہیں حجاب، میرا شوہر سامنے رہ کر بات کرتا ہے لیکن کالز میسجز یہ سب اسے پسند نہیں اور آج جانتی ہو تمہیں خط کیوں لکھا؟ اگلے ہفتے میری رخصتی ہے۔ میں چاہتی ہوں تم شوہر کے ساتھ آؤ لیکن یہ حجاب نہیں مجھے پہلے والی میری حجاب چاہیے جو پاک دل کی مالک تھی۔ جو غیبت بدزبانی نہیں جانتی تھی۔ تم میں جانتی ہو کیا برائیاں ہیں؟ ہر انسان میں ہوتی ہیں لیکن حجاب انہیں بہت کم راہ دکھانے والے ملتے ہیں۔ تمہیں تو ہر راہ میں ملا تمہاری دوست جو پیر یہ اور شوہر کی صورت میں لیکن تم پتھر رہیں۔ حجاب، ڈرو اس وقت سے جب تمہاری پکڑ ہوگی۔ دین تو کہتا ہے ناچنے والی سے نفرت نہ کرو تم نیک لوگوں میں عیب ڈھونڈتی پھرتی ہو؟ اپنے اندر جھانکو حجاب، اوروں کو نہ دیکھو۔ جو اوروں کو دیکھتا ہے اور اپنے اندر نہیں جھانکتا اسے توبہ بھی نصیب نہیں ہوتی۔

اور حجاب جانتی ہو، سب سے زیادہ جہنم میں دخل دینے والا عمل بدزبانی ہوگا۔ بدزبانی غیبت، تنقید، طنز اور تبصرے کبھی کبھی ہمیں پتا نہیں چلتا ہماری زبان سے نکلے الفاظ ہمارے لئے ہی آزمائش بن جاتے ہیں۔ جیسے تمہارے لئے بنے۔ تمہیں پتا ہے خوفناک گناہ کیا ہے؟ ایک پیسے کا تکبر ہوتا ہے، ایک نیکی کا تکبر ہوتا ہے، ایک مال کا تکبر ہوتا ہے، ایک علم کا تکبر ہے، ایک دولت کا تکبر ہے، ایک اپنے عمل کا تکبر ہے، مال کا تکبر یہ چھوٹی چیز ہے لیکن نیکی کا تکبر خوفناک گناہ ہے۔ ایک واقعہ ہے حجاب غور سے سنو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لے جا رہے تھے کہ ڈاکو کی نظر ان پر پڑی۔ ڈاکو چوٹی پر رہتا تھا جب اس نے نورِ نبوت دیکھا۔ کہا یا اللہ میری توبہ اور نیچے اتر کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے چل دیا۔ وہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کے صحابہ کرام بھی تھے جنہیں حوارین رسول کہا گیا ہے۔ اللہ نے انہیں حوارین کا خطاب دیا۔ یہ صحابہ کرام ڈاکو کو دیکھ کر کہتے ہیں ہم۔ صرف ہم۔ کہا انکا مطلب تھا وڈا آیا نیک پاک تو کہاں سے آرہا قاتل ڈاکو بدکار شرابی تو کیا کر رہا ہے؟ حجاب، انہوں نے کچھ نہ کہا بس ایک لفظ ہم جو اللہ کو پسند نہ آیا کیونکہ یہ تکبر ہے تبھی وہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے۔ کہا یا نبی اللہ میں اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ آپ کے پیچھے دو آدمی چل رہے ہیں میرے اللہ نے کہا ہے ایک میرا مجرم ہے اسے کہہ اللہ تجھے کہہ رہا ہے تو آج سے نئی زندگی شروع کر۔ تیرے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے گئے اور یا نبی اللہ ایک آپ کا حواری چل رہا ہے اسے اس کے لئے اللہ کا پیغام آیا ہے کہ تو بھی نئی زندگی شروع کر میں نے تیری پچھلی ساری نیکیوں کو ضائع کر دیا۔ تو ٹھیکیدار ہے میرے بندے کا تو کون ہے ہم کرنے والا؟

حجاب، تم بتاؤ کون ہو تم اس کے بندے کو کافر کہنے والی؟ ناپاک کہنے والی؟ وہ ہے بھی تو اللہ کا گنہگار ہے میں ہوں تو اللہ کی گنہگار ہوں۔ تم کون ہو اللہ اور میرے درمیان آنے والی؟ تمہیں کوئی حق نہیں۔ تم اللہ اور میرے درمیان آؤ۔ کوئی حق نہیں کسی کو کافر کہنا۔ خود کو اس سے برتر سمجھنا۔ تم کیسے جانتی ہو آب حیات سے بھی تمہارا شوہر پاک نہیں ہوگا؟ حجاب، میری پیاری دوست، نیکی کا تکبر یہ چھوڑ دو۔ چھوڑ دو اسے یہ تمہارے نیک اعمال ضائع کر دیگا۔ یہ تکبر تمہیں مٹی میں ملا دیگا۔ توبہ کر لو۔ حجاب، آسمان جتنے گناہ بھی توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں۔ توبہ کر لو اس سے پہلے کہ توبہ بھی نصیب نہ ہو۔ تم اپنی بدزبانی سے اپنے دین کو آگ لگا رہی ہو۔

تمہاری بدزبانی سے اگر میں بھٹک سکتی ہوں تو تمہارا شوہر کیوں نہیں؟ حجاب، تمہاری آمد نے اسے بدل دیا ہے۔ اچھا انسان وہ پہلے بھی تھا بس حقوق اللہ پر عمل نہیں کرتا تھا۔ یونی میں ہر دفعہ وہ ڈونیشن دیتا ہے۔ جانتی ہو کوٹھے سے تین بچوں کو اڈوپٹ کیا تھا اس نے تین سال پہلے۔ انکا خرچہ بھی وہی اٹھاتا ہے۔ اب تو پانچ وقت نمازی ہے اب تو قدر کرلو؟ تمہارے لئے میں نے اسے ٹوٹتے دیکھا ہے۔ اپنی آنکھوں کے سامنے۔ رات بھی وہ آیا تھا۔ کہہ رہا تھا انا پرست لڑکی کو دل دیا ہے۔ بابا ہنس رہے تھے کہہ رہے تھے انا مرد کی ہو یا عورت کی، برباد ایک خوشگوار گھر ہوتا ہے۔ سچ کہوں تم دونوں انا پرست ہو۔

لوٹ جاؤ۔

نیکی کا تکبر چھوڑ دو۔

نافرمان بیوی بننا چھوڑ دو۔

بچالو خود کو جہنم کی آگ سے۔

تمہاری دوست

عائشہ۔ فقط اتنا جب لوٹو تو انا پرست لڑکی کا بنا بت توڑ کر آنا۔

حجاب کے ہاتھوں سے خط چھوٹ کر نیچے جا گرا۔ آنسو کسی ندی کی طرح اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔ آج پہلی بار شاید اللہ کا خوف اس کے دل میں جاگا تھا ورنہ وہ اس حد تک کیسے گر سکتی ہے؟ آج اسے لگا تھا اس نے اپنی زندگی کے ماہ و سال ضائع کر دیے۔ اتنی عبادت کا کیا فائدہ؟ جب وہ اللہ کے بندوں کا دل دکھاتی رہی ہے؟ اپنی کی نیکی اپنے ہاتھوں سے ضائع کرتی رہی ہے۔ اس جسم میں روح نام کی کوئی چیز نہیں تھی بس یہ آنکھیں پانی بہا رہی تھیں ورنہ ہاتھ پیر ساکت تھے۔ کوئی حرکت نہیں تھی اس کے وجود میں۔ نجانے کتنے ہی لمحے

یونہی گزر گئے کہ اچانک اذان کی آواز نے اس کے جسم میں حرکت پیدا کی۔ وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپائے پھوٹ پھوٹ کے رو پڑی۔ اس کا پورا وجود ہچکیاں لے کر رو رہا تھا تبھی اسے عائشہ کی بات یاد آئی۔

"توبہ کرلو حجاب، آسمان جتنے گناہ بھی فقط توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں۔"

وہ تیر کی تیزی سے اٹھی، وضو کیا اور نماز ادا کی۔ کتنے ہی دیر دعا میں رونے کے بعد توبہ کرنے کے بعد اسے احساس ہوا اللہ اس وقت تک معاف نہیں کرتا جب تک وہ بندہ معاف نہ کرے۔ توبہ کر کے جہاں اسے سکون محسوس ہوا وہیں یہ خیال دل میں آیا۔ وہ جائے نماز رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ زبان سے بس بار بار ایک لفظ ادا ہو رہا تھا، استغفار۔ وہ آ کر بیڈ پر بیٹھی اور سائیڈ سے فون اٹھا کر دھڑکتے دل کے ساتھ ایک نمبر ڈائل کیا آج پہلی بار اس کا دل اتنی تیزی سے دھڑکا ہے۔

"ہیلو؟" پہلی ہی رنگ میں دوسری طرف سے کال پک کی گئی۔ جیسے بیٹھا ہی اسی کی کال کے انتظار میں ہو۔

"ا۔ابر۔ابراز۔" آنسوؤں کا پھندا اس کے حلق میں اٹک گیا۔ دوسری طرف اس کی بھرائی ہوئی آواز سن کر وہ بے چین ہو گیا۔

"حجاب! کیا ہوا رو کیوں رہی ہو؟" اس کے لہجے کی بیقراری حجاب کو مزید شرمندہ کر گئی۔

"م۔مجھ۔ مجھے امی۔ کی یاد آ رہی ہے۔" لڑکھڑاتے لہجے میں کہہ کر حجاب نے منہ پر سختی سے ہاتھ رکھا۔ اس کے گال نا چاہتے ہوئے بھی بھیگ گئے۔ وہ اسوقت اس کے سینے سے لگی بچوں کی طرح رونا چاہتی تھی۔

"کبھی میری نہیں آئی؟ چھوڑو پھر ان سے مل آؤ۔" ابراز کے لہجہ میں بے بسی تھی۔ حجاب کا

دل ٹوٹ پڑا۔

''گاڑ۔گاڑی نہیں۔ مجھے تم گاڑی سکھاؤ ابھی۔'' حجاب نے آنسو پونچھتے بیتابی سے کہا۔

وہ جانتی تھی اس کی ایک پکار پر وہ بھاگا چلا آئے گا۔ بس ایک بار سامنے آجائے وہ۔

''ابھی؟ اوکے ٹوئنٹی منٹس۔'' کہہ کر ابراز نے بغیر سنے اس کی کال کاٹ دی۔

☆.....☆.....☆

''آپ؟'' حجاب جو گیٹ کے پاس نقاب کیے بیقراری سے ابراز کا انتظار کر رہی تھی اس کی ریسپشنسٹ کو دیکھ حیران رہ گئی۔

''جی میم، مجھے سر نے بھیجا ہے یہ کار ایک ہفتے تک رینٹ پر لی ہے جب تک آپ کی اپنی کار نہیں آجاتی۔'' وہ کسی رٹے رٹائے سبق کی طرح بولتی اسے مایوس کر گئی۔ ریسپشنسٹ نے اس کی طرف چابی بڑھائی جسے تھامے بغیر حجاب نے کہا۔

''آپ کے سر کہاں ہیں اس وقت؟'' حجاب کو رونا آرہا تھا۔ اس قدر بے رخی پر۔

''وہ میم علیزہ کے ساتھ ایک بنگلہ دیکھنے گئے ہیں۔ میم، آپ بیٹھیں نا، سر نے کہا ہے میں آج کی پروگریس کا انہیں بتاؤں۔''

حجاب کا دل علیزہ کا نام سن کر رک گیا۔ کل رات کی بات اسے شدت سے یاد آئی۔

''صرف منہ مارتا ہوں نا؟ ایسا نہ ہو تمہاری یہ بے اعتنائی دیکھ کر کسی دن دوسری شادی کر لوں۔'' کچھ دیر پہلے کا وہ پچھتاوا کہیں اڑن چھو ہو گیا۔ بس یاد آیا تو اس ستمگر کی بے رخی۔ وہ خاموشی سے آکر کار میں بیٹھ گئی۔

رانیہ کے جانے کے بعد عائشہ بھی اسے چھوڑ کے چلی گئی۔ رانیہ کے ماں باپ انصاف کے لئے عدالتوں کے چکر کاٹتے رہے لیکن رانیہ کی باڈی نہ ملنے کی صورت میں وہ کیس ہی بند

ہو گیا اور ساتھ فہیم احمد بیوی بچی کو لے کر فرار ہو گیا۔ تب سے حجاب کو ہر شخص میں ایک فہیم احمد نظر آتا۔ وہ دن جب ابراز نے شراب کے نشے میں اسے بے نقاب کرنا چاہا جب بھرے مجمع میں اس نے واقعی بے نقاب کیا وہ گندی نظریں، حجاب کی آنکھوں کے سامنے ایک ایک لمحہ گھوما۔ وہ شعر و شاعری، انا پرست حجاب تاثیر؟ اور وہ خود انا کا مارا انسان۔ میری روتی آواز میری آمد کو ٹھکرا گیا۔ آج تک کب میں نے اسے بلایا؟ آج سے پہلے اسے کال کر کے کب خود سے بات کی؟ حجاب کی آنکھیں مسلسل بہہ رہی تھیں۔ اس کا نقاب بھیگ چکا تھا۔

''میم۔''

وہ اپنی سوچوں سے چونکی اور رخ موڑ کر دیکھا۔ وہ سی ویو پہنچ چکے تھے۔

''ہاں؟'' اس کی آواز ابھی بھی بھاری تھی۔

''سمجھ آیا؟ اب آپ کو دوبارہ ایکسپلین کرتی ہوں۔'' وہ کہتے ہی کار ریورس کرنے لگی۔

''تمہارا نام کیا ہے؟'' حجاب نے بمشکل اپنے آنسوؤں کو روکا جسکی وجہ سے اس کی آواز تک بھاری ہو رہی تھی۔

''منتہا۔''

''منتہا۔ م۔ مجھے شروع سے سمجھاؤ۔''

حجاب نے اپنی سرخ ناک رگڑی۔ منتہا نے اثبات میں سر ہلاتے کار اسٹارٹ کی۔ وہ اب منتہا کی ایک ایک کارروائی دیکھ رہی تھی کیونکہ اسے اپنے بچوں کے لئے ڈرائیونگ سیکھنی تھی۔ کسی پر ڈیپینڈ نہیں ہونا تھا۔ لیکن ابراز حیات کی بے رخی نے آج وہیں وار کیا جہاں حجاب نے چھ سال پہلے اس کے دل پر کیا تھا۔

☆.....☆.....☆

ڈائننگ ٹیبل پر وہ کھا کم رہی تھی بلکہ اس کی نظریں بار بار ابراز کی طرف اٹھتیں جو اپنی ماں سے نجانے کس پارٹی میں جانے کے لئے انکار کر رہا تھا۔ وہ اس سے بے نیازی برتتے مزے سے کھانا کھاتا رہا۔ کافی تک اس نے ملازمہ سے کہہ کر بنوائی۔

وہ آنسو پیتی بار بار اسے دیکھتی رہی۔ کھانے کے بعد بھی وہ آ کر ٹی وی لاؤنج میں بیٹھ گیا۔ جہاں بچے اپنا فیوریٹ شو M.A.D دیکھ رہے تھے۔

حجاب نے سوچا وہ بھی جا کر اس کے پاس بیٹھے۔ وہ اس سوچ پر عمل کرنے لگی تھی کہ ڈائننگ ٹیبل پر رکھا ابراز کا فون بجا۔ حجاب وہیں کھڑی تھی اس نے فون اٹھا کر نام دیکھا۔ علیزہ کا نام دیکھ کر اس کی پیشانی پر بل نمایاں ہوئے۔ وہ غصے سے تیز قدم اٹھاتی ابراز کے پاس آئی اور فون اس کی گود میں پھینکا۔

''کال آ رہی ہے۔ فون سائلنٹ پر مت رکھا کرو۔ کل کو کسی کو اٹیک آ جائے تم بے خبر بیٹھے رہو گے۔'' وہ سنجیدگی سے کہتی اسے مسکرانے پر مجبور کر گئی۔

''اتنا غصہ کیوں آ رہا ہے؟ تمہاری سوتن کا فون ہے کیا؟'' مزے سے کہہ کر ابراز نے کال پک کی جبکہ وہ آنسو پیتی دوڑتی ہوئی کمرے میں آ گئی۔

''میں ہی بری ہوں اور وہ خود کیا ہے؟ پارسا پانچ وقت نماز پڑھیں گے۔ اسے تو کلمے بھی نہیں یاد ہونگے عائشہ سب جھوٹ کہتی ہے جھوٹ۔ اس جیسا شخص کبھی نہیں بدل سکتا۔''

وہ تکیے میں منہ دیے رو دی۔ دل اور دماغ کی جنگ نے اسے پاگل کر دیا۔ وہ جو عورتوں کو دیکھتا ہے مجھے کیوں نہیں دیکھتا؟ مجھے سے پیار کرتا ہے تو علیزہ سے کیوں بات کر رہا ہے۔ صبح سے اگنور کر رہا مجھے۔ کتنی ہی دیر وہ تکیے میں منہ چھپاتی رو دی۔ ہوش اسے تب آیا جب پرنیا نے اسے اٹھایا۔

''مما نیند نہیں آ رہی۔'' پرنیا نیند میں جھول رہی تھی۔ حجاب نے اسے اٹھا کر بیڈ پر لٹایا۔ خود منہ دھونے واش روم میں چلی آئی۔ منہ دھو کر اس نے وضو کیا اور باہر آ گئی تب تک احتشام بھی روم میں آ چکا تھا۔

☆.....☆.....☆

''Sweet heart i will be there. just few more minutes''

وہ اپنے بال ٹاول سے رگڑتا اس کے سامنے آ کھڑا ہوا جو پرنیا کو سلا رہی تھی۔ ساتھ احتشام کو ڈانٹ رہی تھی جس کا سونے کا ارادہ نہیں تھا۔

''مس یو ٹو بے بی، آج رات تمہارا ہی ہوں۔''

وہ بغور اسے دیکھتے کہہ رہا تھا جو اس کی رات والی بات پر خون کے گھونٹ پی کر رہ گئی۔ ابراز اس کے چہرے پر کچھ کھوجنا چاہتا تھا لیکن آج بھی وہ چہرا بیتاثر تھا۔

''اٹھو کپڑے نکالو۔'' وہ فون رکھتے ہی اس کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ اٹھ کر اس کے کپڑے نکالنے لگی۔ لیکن آج نجانے کیوں اس کا دل رو رہا تھا۔ آج تک ایسا کبھی نہیں ہوا، اسے کوئی فرق نہیں پڑا، وہ تو خود یہی چاہتی تھی وہ اس کے قریب نہ آئے بھلے کسی اور کے پاس جائے لیکن اس کے آس پاس نہ رہے۔

''ڈیڈ، آئی وانٹ اسپورٹس بائیک۔'' احتشام آ کر باپ سے لپٹ گیا جو پرنیا کی پیشانی چوم رہا تھا۔

''او کے کل گھر واپسی پر تمہاری بائیک تمہارے سامنے ہوگی۔''

''سچی ڈیڈ، آئی لو یو۔'' احتشام نے خوشی سے اپنے باپ کو گلے لگایا۔ اس کی نظریں بار بار

حجاب کی طرف اٹھتیں اور مایوس ہو کر واپس لوٹتیں۔ اب وہ موبائل پر احتشام کو کچھ بائیکس کی پیکس دکھانے لگا پھر اس کی پسند پر کال کر کے آرڈر کی جو کل فیکس احتشام کی اسکول اوف ٹائمنگ میں ڈیلیور ہو گی۔

''حلیم بنا رہی ہو یا شرٹ پریس کر رہی ہو؟''

وہ کوشش کرتا بچوں کے سامنے لہجہ نارمل رکھے۔

''شرٹ جل گئی۔''

آج پہلی بار اس نے کوئی ایسی حرکت کی تھی۔ شرٹ جان بوجھ کے جلائی۔ وہ خود نہیں جانتی کیوں؟

وہ جو کب سے اسے دیکھ رہا تھا جھٹکے سے اٹھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کے کھینچتے ہوئے اسے ٹیرس پر لے آیا جو انکے روم میں ہی گلاس وال دھکیلتے آجاتی۔ احتشام اس کے فون سے گیم کھیلنے لگ گیا تبھی انکے عمل سے بے خبر رہا۔ کمرہ آخری فلور پر ہونے کی وجہ سے ٹیرس کی اونچائی کافی وسیع تھی۔ ابراز نے اسے ایک بازو سے پکڑ کے نیچے کی طرف دھکیلا۔ ٹیرس کی اونچائی دیکھ کے بھی اسے ڈر نہ لگا۔ وہ موت کا منظر بخوبی دیکھ سکتی تھی۔ اتنی اونچائی سے گرنے کے بعد شاید ہی کسی کی سانسیں واپس آئیں۔ آج موت یا ابراز کی شعلہ برساتی آنکھیں بھی حجاب کو خوف میں مبتلا نہ کر سکیں۔ کوئی ڈر و خوف نہیں تھا۔ ڈر تو اسے خود سے لگ رہا تھا آج۔ ہاں یہ ڈر ہی تھا جس کی وجہ سے وہ بے چین تھی، جس سے اس نے شدید نفرت کی بد عائیں دیں آج اسی کے لیے اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ اسے ڈر لگ رہا تھا دل کے اس شور سے اس کا اپنا دل اسے دھوکا دے رہا تھا۔

''کیا چاہتی ہو؟ بولو یہیں سے پھینک دوں تمہیں؟ مجھے اور میرے بچوں کو تمہاری کوئی

ضرورت نہیں تو زندہ رہ کر کب تک یہ دن بھر آنسو بہا کر نحوست پھیلائے رکھو گی؟ ظلم ہوا ہے نا تمہارے ساتھ؟ بیزار ہونا اس زندگی سے؟ تو آسان حل یہی ہے ہمیں بھی تمہاری ضرورت نہیں۔ گو ٹو ہیل۔"

ابراز کی سنجیدہ آنکھیں اور آگ برساتا لہجہ بھی اسے خوفزدہ نہ کر سکا۔ دوسرے ہاتھ سے اس نے ابراز کا بازو پکڑا اور اس کے سینے سے لگی بلک اٹھی۔

"پتا نہیں میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ میں خود نہیں جانتی۔ مجھے بس سونا ہے۔ ڈھیر سارا سونا اور کبھی نہیں اٹھنا۔"

وہ ظالم لڑکی کیا کہہ گئی تھی۔ اسے خود اندازہ نہیں تھا جبکہ ابراز اس کے آخری الفاظ سن کر جی جان سے کانپ اٹھا تھا۔

"تم کون ہو جینے مرنے کا فیصلہ کرنے والی۔ آئندہ مرنے کا نام لیا تو زبان کاٹ دونگا۔" سختی سے اسے خود میں بھینچے وہ اس کی کمر کے گرد گرفت سخت کر چکا تھا۔

"کیا پریشانی ہے؟ کیوں اتنی ڈل ہو رہی ہو؟" کچھ لمحوں بعد جب رونے کی شدت میں کمی آئی تب ابراز نے ٹھوڑی سے پکڑ کے اس کا چہرہ اونچا کیا۔

"پتا نہیں۔" آواز رندھی ہوئی تھی۔

"کسی نے کچھ کہا؟" اب کی بار محبت سے دونوں ہاتھوں سے اس کا چہرہ تھاما۔

"نہیں۔" وہ نفی میں سر ہلانے لگی۔

"پھر؟" محبت بھرا لہجہ ایک بار پھر وہ اپنی ہی نفرت سے ہار گئی۔ یہ وہ نہیں تھا جو اسے روتا دیکھ کر پرسکون ہو جاتا یہ تو کوئی اور ہی تھا۔

"دل میں درد ہو رہا ہے۔" آنسوؤں کا سیلاب ابراز کے ہاتھ بھگو گیا۔ دل کا درد مزید

بڑھ گیا۔

''کیوں؟'' ابراز کو آج ان آنکھوں میں اپنا عکس صاف دکھائی دیا۔

''پتا نہیں۔'' وہ نظریں چرا گئی۔ ابراز کے دونوں ہاتھ جو اس کے چہرہ تھامے ہوئے تھے انہیں جھٹکا۔ آخر کب تک وہ جان بوجھ کر ابراز کی محبت سے انجان رہے گی۔

''کیا پتا ہے؟ میری آنکھوں میں دیکھ کر جواب دو۔'' وہ کہاں اس سے ہارنے والا تھا۔ ایک ہاتھ اس کی کمر کے گرد حمائل کیا جبکہ دوسرے ہاتھ سے اس کی ٹھوڑی پکڑ کے سر اونچا کیا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ ان آنکھوں میں آج نہ نفرت تھی نہ انا۔ بس محبت تھی اپنی بیوی کے لئے۔ ایک بار پھر اسے وہ خط یاد آ گیا۔ وہ اس کی شرٹ دونوں ہاتھوں کی مٹھی میں جکڑے اس پر سر رکھے رو دی۔

''یہی کہ مجھ سے کوئی راضی نہیں۔ کوئی بھی نہیں۔''

''کون نہیں ہے۔'' وہ نرمی سے اس کی پیٹھ تھپکنے لگا۔ دل ہی دل میں آج وہ بہت خوش تھا۔ اسے یقین ہو چلا تھا محنت رائیگاں نہیں جاتی۔

''اللہ۔'' ابراز کے حرکت کرتے ہاتھ رک گئے۔ چند لمحے آسمان کو تکتے جیسے وہ سب منظر ذہن میں ریوائنڈ کر رہا تھا۔ پھر اسے دونوں کندھوں سے تھامے جنونی انداز میں اگلا سوال دغا۔

''اور۔''

وہ خاموش رہی۔

''پلیز بولو نا؟ آج چپ مت رہو۔ تمہاری چپ میری جان لے لے گی۔''

''شوہر۔'' رندھی ہوئی آواز کے ساتھ اس کے حلق سے الفاظ برآمد ہوئے جس نے اس

کے شوہر کو زندگی کی نوید سنائی۔

''مانتی ہو شوہر اسے؟'' خوشی، بے یقینی۔ کیا کیا نا تھا اس کے شوہر کی آنکھوں میں۔

''ہاں۔'' وہ جھکا تھا اور اس کی بے داغ پیشانی چومی۔ آج یہ لمس اسے سکون بخش رہا تھا۔ نہ گھن آئی نہ نفرت ہوئی بلکہ محبت بھرا لمس اس کی آنکھیں نم کر گیا۔ یہی تو ہے جو اسے بے چین کیے ہے۔ یہ محبت ہاں آج وہ ہار گئی اپنے شوہر سے، اس دل سے جہاں وہ بستا ہے۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کے کمرے میں لے آیا۔

''بیٹھو۔'' اسے بیٹھنے کا کہہ کر خود اس کی گود میں سر رکھے لیٹ گیا۔ نم آنکھوں سے وہ اس کا روشن چہرہ دیکھ رہی تھی جو اسے ہمیشہ خوفناک لگتا تھا۔ آج وہ چہرہ اسے خود سے زیادہ خوبصورت اور روشن لگ رہا تھا۔

''میرا سر دباؤ۔'' اگلا حکم جاری کیا لیکن وہ یک ٹک اسے دیکھے گئی۔

''تم سے کہہ رہا ہوں۔ کہاں ہو۔'' وہ جو آنکھیں موندے لیٹا تھا۔ اسے حرکت کرتا نہ دیکھ کر آنکھیں کھولے تھوڑے سخت لہجے میں بولا۔ وہ کپکپاتے ہاتھوں سے اس کا سر دبانے لگی۔ آج سے پہلی ایسی کوئی خواہش ابراز نے نہیں کی تھی۔ اگر کہتا بھی تھا تو صرف چرانے کے لئے لیکن آج جہاں وہ بدلی تھیں وہیں ابراز بھی اس میں تبدیلیاں دیکھ چکا تھا شاید تبھی آج ابراز نے پہل کی۔

''بس چھوڑو یہاں آ کر میرے ساتھ لیٹو۔'' پانچ منٹ بھی نہیں ہوئے ہونگے کہ ابراز نے اگلا حکم سنایا۔ اس نے دھیرے سے اس کا سر اپنی گود سے ہٹا کر وہاں تکیے پر رکھا۔ جھجکتے ہوئے وہ دوسری بات پر عمل کرنے کے لئے بیڈ پر جھکی تھی۔ اس کا ارادہ بچوں کی سائیڈ پر سونے کا تھا جو بیڈ کی دوسری سائیڈ پر سو رہے تھے۔

''یہاں سر رکھو۔'' اپنا بازو پھیلائے وہ اسے اپنے پاس سونے کی دعوت دے رہا تھا۔

''اتنا سوچ کیا رہی ہو شرافت سے یہاں آؤ میں اٹھا تو تم جانتی ہو۔'' رعب دار لہجے میں وہ اسے دھمکی دے کر پاس آنے پر مجبور کر گیا۔ وہ کچھ جھجک کر اس کے پاس آئی اور آنکھیں موند کر اس کے پھیلائے بازو پر سر رکھ دیا۔

''میری طرف دیکھو۔''

''پلیز۔'' وہ کروٹ ابراز کی سائیڈ لے کر اس کے سینے میں منہ چھپا گئی۔ آنکھیں کھولنے کی اس میں ہمت نہ تھی۔ وہ جو خود کو ہمیشہ اس سے بہتر سمجھتی تھی آج کہیں سے وہ اس باوقار شخص کی ایک انگلی برابر بھی نہ لگ رہی تھی۔ اس کے شوہر نے بھی ضد نہ کی۔ بس اسے سختی سے خود میں بھینچ لیا۔

☆.....☆.....☆

وہ صبح نماز کے لئے اٹھی تو ابراز کہیں نہیں تھا۔ رات کا منظر یاد آتے ہی اسے خود پر حیرت ہوئی۔ لگ رہا تھا جیسے وہ کسی خواب کی کیفیت سے بیدار ہوئی ہو۔ وہ اپنی سوچوں کو جھٹک کر بالوں کا جوڑا بنا کر اٹھی وضو کیا اور نماز ادا کی۔

''وہ کہتا ہے میں بدل گیا ہوں۔ اگر بدل گیا ہے تو کہاں ہے؟ آج پھر وہ اپنی جیسی عورتوں کے پاس گیا ہے۔ ایسے انسان کبھی نہیں بدلتے۔ کبھی نہیں۔ آج مجھے جھکا کر وہ چلا گیا۔ لیکن میں جھکنے والوں میں سے نہیں۔ وہ مر بھی جائے تب بھی کبھی اقرار نہیں کرونگی۔ یہ راز صرف میرے اندر دفن رہیگا کہ میں ایسے انسان سے محبت کرتی ہوں جو میری محبت کیا؟ نفرت کے لائق بھی نہیں۔ عائشہ کہتی ہے میں نیکی کا تکبر کرتی ہوں۔ نہیں میں نیکی کا تکبر نہیں کرتی لوگوں کو انکا اصل چہرہ دکھاتی ہوں جسے تنہائی میں دیکھنے سے بھی وہ ڈرتے ہیں۔ میں

نہیں کرتی غرور میں سچ کہتی ہوں جو انہیں کڑوا لگتا ہے اور وہ کہتی ہے میں خوش نصیب ہوں ایسا شوہر پا کر لیکن مجھ سے برا بدنصیب کون ہوگا؟ وہ پاگل انجان ہے۔ اس نے محبت جگا تو دی میرے دل میں لیکن وہ اس شخص کے دل میں نہیں جگا سکتی جو صرف خود سے محبت کرتا ہے۔" وہ دعا مانگ کر آنسو پونچھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ جائے نماز رکھتے وہ پیچھے مڑی تھی تبھی دروازہ کھول کر ابراز شلوار قمیض میں ملبوس اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"تم۔ تم تو چلے گئے تھے؟" وہ اسے یکدم سامنے کھڑا دیکھ کر بوکھلا گئی۔

"تو واپس نہیں آ سکتا؟" وہ قدم اٹھاتا اس کے قریب تر آ رہا تھا۔

"تمہیں کیا لگا عیاشی کرنے گیا ہوں۔" وہ اس کے اسقدر قریب آ گیا کہ حجاب کا سر اس کے دل سے ٹکرایا۔ اس کا قد بمشکل ابراز کے دل تک آتا۔ وہ اس کی طرف جھکتے ہوئے اس سے پوچھ رہا تھا۔ ہونٹوں پر ایک بے بس سی مسکراہٹ تھی۔ حجاب شرمندگی سے نظریں جھکا گئی۔

"عرصہ ہوا ہے۔ ایک لڑکی نے دل پر قبضہ جما لیا تب سے یہ دل بے بس ہے کہیں اور جانے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتا۔" خاموش پا کر ابراز نے محبت سے اس کی پیشانی چومی۔ وہ اس کی سوچ سے کیسے انجان رہ سکتا تھا پل پل تو اسی کو پڑھتا آیا تھا۔

"ان چھ سالوں میں ایسی سکون بھری نیند لی تھی؟" بات بدلنے کو اس نے کل رات والا واقعہ دوہرایا۔

"نہیں۔" اپنے دونوں ٹھنڈے ہاتھ اس نے ابراز کے سینے پر رکھ دیئے۔

"تم کہاں چلے گئے تھے صبح؟" اب وہ اس کی قمیض کے بٹنوں کو چھیڑ رہی تھی۔ ابراز یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا جس سے وہ کنفیوز ہو کر نظریں جھکا گئی۔

''تم نے مس کیا؟''

پل بھر کو اس نے ابراز کو دیکھا اور واپس نظریں جھکا لیں۔ ہونٹوں پر خوبصورت شرمگین مسکراہٹ تھی۔

''تم پاس نہیں تھے تو میں گھبرا گئی۔''

''ہمیشہ رہونگا اگر اجازت دو تو۔'' وہ اس کی طرف جھکتا ہوا معنی خیزی سے بولا۔

''آج تک مجھ سے کب اجازت لی ہے۔'' حجاب نے خفگی سے کہتے ہی اسے دور دھکیلا اور بیڈ کی سائیڈ کارنر پہ جا کر بیٹھ گئی۔

''اگر احتشام اور پرنیا کی بات ہے تو وہ میرا حق ہے، چلو تھرڈ جو آیا تمہاری مرضی سے ہوگا۔'' دھیرے دھیرے اس کی طرف قدم بڑھاتے وہ اس کے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ رہا تھا، آنکھیں حیا سے جھکی ہوئی تھیں۔ ناک اور گال کچھ شرم اور سردی کی شدت سے سرخ پڑ چکے تھے۔ وہ ایک گھٹنے کے بل ٹھنڈی زمین پر اس کے ہاتھ تھام کر بیٹھ گیا۔

''آج سے پہلے تم کہاں تھیں؟ یہ خوبصورت منظر دیکھنے کے لئے جتنا میں تڑپا ہوں تم جان بھی نہیں سکتیں۔ ساری دولت لوٹا دوں تب بھی فائدہ نہیں یہ منظر دنیا کی کوئی دولت خرید نہیں سکتی۔'' وہ خاموش رہی۔ ابراز کی باتیں سن کر ویسے ہی اس کا دل تیز دھڑک رہا تھا اب تو اس نے آنکھیں بھی سختی سے میچ لیں۔

''محبت ہے شوہر سے۔'' سوال ایسا تھا کہ وہ اسے دیکھنے پر مجبور ہوگئی۔ پوری آنکھیں کھولے وہ اسے تک رہی تھی۔

''ایسے دیکھ رہی ہو جیسے موت کی خبر سنا دی ہو۔'' دکھ بھرے لہجے میں کہہ کر اس نے ہاتھ کی پشت پر ہونٹ رکھنے چاہے تو حجاب نے ارادہ بھانپتے ہی جھٹ سے ہاتھ کھینچے۔

''سوری۔''

وہ اپنی بے اختیاری پر جی بھر کے شرمندہ ہوئی۔حجاب کے چہرے پر بل بھر کو مسکراہٹ آ کر غائب ہوگئی جیسے اسی جواب کی امید تھی۔

''میری لیے دعا کروگی؟'' وہ امید لگائے محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتے گویا ہوا۔

''جی۔جی۔'' نجانے کیسا ڈر و خوف تھا جو ابھی تک اسے جکڑے ہوئے تھا۔ابراز کی کسی بات پر حجاب کو اعتبار نہ تھا۔

''دعا کرنا میں ہار جاؤں زندگی کی پہلی بازی ہے جو میں ہارنا چاہتا ہوں۔آج تک صرف جیتنے کی خواہش کی ہے آج پہلی مرتبہ میں نے اس سے ہارنے کی خواہش کی۔تم بھی بولوگی تو وہ میری دعا ضرور قبول کریگا۔میں جیتنا نہیں چاہتا۔اگر میں جیتا تو اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھونگا۔جو مجھے بہت عزیز ہے۔بہت۔'' وہ اس کا ہاتھ جو گود میں رکھا تھا نرمی سے سہلاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔حجاب کو اس کی آواز رندھی ہوئی لگی۔

''میرے کپڑے نکال دو۔آٹھ بجے کی فلائٹ ہے،ارجنٹ پہنچنا ہے وہاں میٹنگ اٹینڈ کر کے چار بجے تک لوٹ آؤنگا۔'' وہ کہتا ہوا اس کا ہاتھ چھوڑ کے اٹھ کھڑا ہوا۔

☆.....☆.....☆

''میں خود ڈرائیو کرونگی آپ بس دیکھیں۔'' منتہا نے بے بسی سے اسے دیکھا جو ضد کر کے خود کار چلا رہی تھی۔ابھی وہ دونوں بچوں کو اسکول چھوڑ آئے تھے۔منتہا کے منع کرنے کے باوجود ضد کر کے ڈرائیونگ اس نے خود کی۔

''میم،آرام سے۔جلد بازی کیسی؟'' منتہا نے دوسری دفعہ اسے ٹوکا۔

''دیکھتی رہیں بس۔'' حجاب کا آج موڈ بہت اچھا تھا۔خوشی اس کے چہرے سے جھلک

رہی تھی۔آج بار بار اسے ابراز کی ایک ایک بات یاد آ رہی تھی جسے یاد کر کے اس کی خوشی دوگنی ہو جاتی۔ابراز کا اظہار اس کی رگ رگ میں سکون کی لہر دوڑا گیا۔وہی تو اس کے سامنے جھکا تھا؟اعتراف کیا تھا۔محبت کا دعویدار تھا۔دل چاہ رہا تھا اس کے آفس جا کر ایک دیدار کرے لیکن۔اسے خود نہیں پتا اس کے سامنے دھڑلے سے بولنے والی آج کیوں اس سے شرما رہی ہے؟

☆.....☆.....☆

بچے کو وہ لاکھ پڑھانے کی کوشش کرتی لیکن وہ ہاتھ ہی نہیں آتے اسلئے حجاب نے انہیں پاس ہی ایک ٹیوشن میں لگایا تھا جو کے ایک فیمیل ٹیچر تھیں۔

''گڈ ایوننگ میم۔'' وہ بچوں کو ٹیوشن چھوڑ کر گھر کے لیے نکلی تھی۔ابھی وہ ایک اسٹاپ پر رکی تھی کہ اسے ابراز کے آفس سے کال وصول ہوئی جسے دیکھ کر وہ حیران رہ گئی۔

''گڈ ایوننگ، جی کہیں آج مجھے کیسے یاد کیا؟'' فون رسیو کرتے ہی وہ نہایت مؤدب لہجے میں گویا ہوئی۔

''میم، وہ سر امپورٹنٹ میٹنگ میں ہیں۔انہیں ارجنٹ ایک فائل چاہیے جو انہوں نے آپ کی کار میں رکھی تھی۔'' منتہا ایک ہی سانس میں بولتی اسے حیران و پریشان کر گئی۔

''میری کار؟ آر یو شیور؟ ان کی اپنی کار ہے میری کار میں کیوں رکھیں گے؟'' سگنل کی گرین لائٹ ہوتے ہی وہ اپنی کار آگے بڑھا گئی۔اسے عجیب سا لگ رہا تھا۔ابراز تو کبھی اس کی کار لے کر ہی نہیں گیا پھر فائل کیسے رہ گئی؟

''آئی ڈونٹ نو میم، آپ سیٹ کور میں چیک کریں۔سر نے وہیں کا بتایا تھا۔'' اپنی سوچوں میں الجھی۔وہ کوئی پارکنگ ایریا دیکھ کر کار روکنے کا سوچ رہی تھی کہ دوسری طرف کی بات سن

کر گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

''ویٹ آ منٹ۔'' ایک شاپ کے باہر اسے خالی جگہ ملی جہاں آس پاس کافی گاڑیاں کھڑیں تھیں۔ اس نے کار ریورس کر کے وہیں کھڑی کی اور خود فون وہیں فرنٹ سیٹ پر رکھ کر کار سے باہر نکل کر پچھلی سیٹ کورز دیکھنے پیچھے والی سائیڈ آ گئی۔ پچھلی سیٹ کور میں اندر ہی ایک فائل رکھی تھی جسے دیکھ وہ حیرت زدہ رہ گئی اور فائل لے کر فرنٹ سیٹ پر آ بیٹھی۔ ساتھ سیٹ پر پڑا فون کان سے لگایا۔

''ہاں ہے اوکے۔ میں خود لے آتی ہوں ویسے میٹنگ کب تک ختم ہو گی؟'' فائل رکھ کے اس نے فوراً کار اسٹارٹ کی۔

''میم، جلد ہی تقریباً دس منٹ میں۔ آپ کے پاس جو ہے وہ اوریجنل ہے اس کی کاپی ہمارے پاس ہے، وہ میٹنگ کے لئے نہیں ہے بس کلائنٹس کو دینی ہے۔''

''اوکے۔'' وہ ابھی بھی حیرت کا شکار تھی۔ فون کاٹ کر وہ آفس کی طرف چل دی۔

''یہ لیں فائل۔'' تقریباً بیس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد وہ آفس پہنچی اور آتے ہی سامنے بیٹھی منتہا کو فائل پکڑا دی۔

''تھینک یو میم۔'' مسکراتے ہوئے منتہا نے فائل تھامی۔ وہ جانے ہی لگی تھی کہ اسے ابراز کا خیال آیا کیوں نہ وہ اس سے ملکر جائے؟ دل کے شور پر وہ خود حیران تھی۔

''ویسے سر کہاں ہیں؟'' جھجکتے ہوئے اس نے پوچھ ہی لیا لیکن اسے سمجھ نہیں آئی وہ ابراز ہے اس کا شوہر آخر ملنے میں جھجک کیسی؟

''میم، وہ اپنے کیبن میں ہیں۔'' لڑکی نے رائٹ سائیڈ پر اشارہ کیا۔

''کوئی ہے تو نہیں اندر؟'' اس نے جاننا مناسب سمجھا۔

''میم علیزہ۔'' ایک قدم کیبن کی طرف بڑھایا تھا کہ یہ نام سن کر ٹھٹک کر رک گئی۔
''یہ کون ہے؟ آج سے پہلے تو نہیں تھی؟'' وہ خود نہیں جانتی لہجے میں غصے کی رمق کیسے آئی ؟

''س۔ر۔سر۔ک۔ک۔کی و۔ا۔وائف۔'' منتہا ڈرتے ڈرتے بمشکل بول پائی۔
ساتھ ایک قدم پیچھے ہوئی کہ کہیں سامنے رکھا کرسٹل ہی سر پر نہ دے مارے۔
''دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟'' وہ چلا اٹھی۔
''سوری ہونے والی۔ نیکسٹ ویک انکی شادی ہے۔'' ایک ہی سانس میں بولتے وہ تھوڑا اور پیچھے کھسکی۔
''کس نے کہا، پاگل ہو تم۔'' دانت پیستے وہ گویا ہوئی۔
''م۔میں م۔آپ۔کی۔ک۔کسی۔سے بھی پوچھ لیں۔صبح سر نے اناؤنس کیا تھا۔'' منتہا کہتے ہی فائل اٹھا کے دوڑی جبکہ وہ ایک ایک قدم اٹھاتی ابراز کے کیبن کی طرف بڑھی۔
سامنے کا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔ سامنے رکھے لیپ ٹاپ پر وہ دونوں کسی سے ہنس ہنس کے باتیں کر رہے تھے۔
وہ ماؤف ذہن کے ساتھ ایک ایک قدم پیچھے بڑھا رہی تھی۔ سامنے نظر آتا منظر پل پل دھندلا رہا تھا۔ دماغ میں دھماکے ہو رہے تھے اور۔ دل۔ دل غم کی شدت سے پھٹ رہا تھا۔
''صرف منہ مارتا ہوں نا؟ ایسا نہ ہو تمہاری یہ بے اعتنائی دیکھ کر کسی دن دوسری شادی کر لوں۔'' وہ چیخ رہا تھا۔ اس کے کانوں میں بار بار یہی جملہ دوڑ رہا تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھے۔ وہ اس آواز سے دور جانا چاہتی تھی۔ اس دوغلے انسان سے دور۔ وہ یکدم بھاگتی ہوئی گلاس وال دھکیل کر باہر آ گئی۔ آنسو بیدردی سے رگڑتے اس نے کار

اسٹارٹ کی۔

"کبھی پاس بیٹھ کر محسوس کرنا، نہ شراب کی بو آئے گی نہ نشے میں دھت ملے گا۔"

"تم بہت خوب صورت ہو پر افسوس خوب سیرت نہیں۔"

"دین تو کہتا ہے ناچنے والی سے نفرت نہ کرو۔ تم نیک لوگوں میں عیب ڈھونڈتے پھرتے ہو؟"

"تمہیں حق نہیں تم میرے اور اللہ کے درمیان آؤ۔"

دماغ پر مسلسل ہتھوڑے پڑ رہے تھے۔ یہ آوازیں اسے جینے نہیں دے رہی تھیں۔ اگر یہ بند نہ ہوئیں تو یقیناً وہ پاگل ہو جائے گی۔ آج وہ کسی ننھے بچے کی طرح سسک کے رو رہی تھی۔

شام کے اس ٹائم جہاں سڑکوں پر گاڑیوں کا ہجوم تھا۔ وہ بلا خوف و جھجک فل سپیڈ میں گاڑی دوڑائے جا رہی تھی۔ وہ کہیں دور جانا چاہتی تھی جہاں یہ آوازیں نہ ہوں، کوئی نہ ہو بس وہ۔ اکیلی، تنہا کسی ویرانے میں۔ جہاں اسے اپنی آواز تک نہ سنائی دے۔ بس خاموشی ہو۔ صرف خاموشی۔

فل سپیڈ سے کار آگے بڑھاتے اس نے یوٹرن لیا۔ ہاتھ کی پشت سے آنکھ کو رگڑا تو سامنے کا منظر کچھ واضح ہوا۔ سگنل کی ریڈ لائٹ دیکھ کر بھی وہ نہ رکی۔ اسے بس ان آوازوں سے دور جانا تھا۔ ابھی وہ اگلا سگنل توڑتی کہ اس سے پہلے اس کا موبائل رنگ ہوا۔ اس نے بنا دیکھے کپکپاتے ہاتھوں سے فون اٹھایا۔

"ہیلو۔"

دوسری طرف کی آواز سن کر وہ ہچکیاں لے کر رو دی۔

"بابا! سب ختم ہو گیا۔ سب دھوکے باز ہیں یہاں۔ ہر کسی کو میں مجرم لگتی ہوں۔ عائشہ بھی

مجھے غلط کہتی ہے، اور اس دھوکے باز نے دوسری شادی کر لی۔ مجھے برباد کر کے وہ سکون میں ہے۔ اسے نہ کل میری پرواہ تھی نہ آج ہے۔ سب جھوٹ بولتے ہیں۔ سب۔ آپ نے بھی میرے ساتھ غلط کیا۔ کاش مجھے سے ایسی زندگی کی التجا کرنے سے پہلے مار دیتے۔ اب دیکھیں یہ آوازیں یہ مجھے مار دینگی۔ بابا مجھے مار۔ آ۔ آ۔ آ۔" ٹائروں کی چڑچڑاتی آواز فون کے دوسری سائیڈ سنتے شخص کا دل ہلا گئی۔

"حجاب۔" وہ چیخے۔

"ٹوں۔ ٹوں۔ ٹوں۔"

دوسری طرف فون بند ہو چکا تھا۔

☆.....☆.....☆

ہوش وحواس کھونے سے پہلے اس نے ایک چہرہ دیکھا تھا۔ وہ چہرہ اس نے زندگی میں دوسری بار دیکھا تھا اور وہ چہرہ کیوں دیکھا تھا؟ اس کا ذہن اس وقت کچھ بھی سوچنے کی صلاحیت میں نہیں تھا۔ اس نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں لیکن یہ کیا، اسے ہر طرف اندھیرا دکھا، اس نے ہاتھ اٹھا کر آنکھ رگڑنی چاہی تو ہاتھ میں لگی کسی شے کی وجہ سے وہ ہاتھ نہ اٹھا سکی۔

"حجاب! تمہیں ہوش آ گیا میرے بیٹے۔ ڈاکٹر۔ ڈاکٹر۔" تاثیر صاحب کو ایک کال وصول ہوئی تھی ہسپتال سے جنہوں نے حجاب کے ایکسیڈنٹ کی خبر انہیں دی۔ وہ تو فون پر دھماکے کی آواز سن کر اتنے خوفزدہ ہو گئے کہ انکا جسم حرکت کرنے سے قاصر تھا۔ اس کال کے آتے ہی انہوں نے بیتابی سے فون اٹھایا۔ انہیں لگا تا تھا حجاب کا فون ہو گا لیکن حجاب کے نمبر سے انہیں جسکی کال وصول ہوئی تھی انکے ہوش اڑا گئی، وہ آمنہ اور اسامہ کو لے کر ہسپتال پہنچے۔ اور اب کب سے آپریشن تھیٹر کے باہر حجاب کے ہوش میں آنے کے انتظار میں تھے۔

”با۔بابا۔ لائٹ۔ لائٹ جلاؤ۔“ وہ آنکھیں کھولے دائیں بائیں دیکھتی کسی روشنی کی تلاش میں تھی۔ یہ اندھیرا اس کی جان لے رہا تھا۔

”لائٹ جلاؤ؟ بیٹے تم۔ لائٹ تو جل رہی ہے۔“ تاثیر صاحب کے دماغ میں یکدم دھماکہ ہوا۔ انہیں لگ رہا تھا وہ پاگل ہو جائیں گے۔ کیا انکی بیٹی؟ حجاب؟ اب وہ نہیں رہی؟ کیا اس قوت سے محروم ہوگئی؟ یہ۔ یہ انکا دل بار بار انکے دماغ کی نفی کر رہا تھا۔

”بابا! مجھے نہیں دکھ رہا بابا۔ میں۔۔۔“ وہ چلا رہی تھی، چیخ رہی تھی۔ ڈاکٹرز نے آکر بمشکل اسے قابو کیا۔ نرس نے جلدی سے اسے نیند کا انجکشن دیا جسکی وجہ سے وہ واپس غنودگی میں چلی گئی۔

☆.....☆.....☆

وہ میرے سامنے رو رہی تھی۔ تڑپ رہی تھی اور میری بے بسی کی انتہا نہیں تھی میں اس کی تڑپ تک محسوس نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے چلانے کی آواز سن کر میں روم میں آیا۔ تاثیر صاحب کے پیچھے کھڑا اس کے دیکھنے کے انتظار میں تھا لیکن؟ لیکن وہ۔ اس نے مجھے نہیں دیکھا نہ اپنے بابا کو۔ اس کی نظریں کسی ایک نکتے پر نہیں تھیں۔ وہ نجانے کس کو ڈھونڈ رہی تھی؟ ایک پل کو میرا دماغ سُن ہو گیا۔ اگلے ہی لمحے اس کی چیخوں نے مجھے جھنجھوڑ دیا۔ جیسے پوچھ رہی ہو کیا ملا یہ سب کر کے؟ تم اس کے بندے کو آزمانے چلے تھے؟ کس نے تمہیں حق دیا ایک انسان کی زندگی کے ساتھ ایسا کھیل کھیلو؟ میں جو اپنی ماں باپ کی اصلیت پر نہیں رویا تھا، میں جو محبوب کے ٹھکرانے پر نہیں رویا تھا آج پھوٹ پھوٹ کے رو دیا۔ میرے سامنے وہ چیخ رہی تھی، چلا رہی تھی، اسے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا اور میں بزنس ٹائکون جسے ایک دنیا کہتی ہے کہ کوئی چیز ایسی نہیں جو اس شخص کے پاس نہ ہو یا وہ خرید نہ سکے؟

میں اس وقت کچھ نہ کر سکا۔ نہ اس درد کو محسوس کر سکا نہ اس اذیت کو جو وہ سہہ رہی تھی۔ میں گھٹنوں کے بل بیٹھا ہاتھوں میں چہرہ چھپائے بلکنے لگا اور میرے سامنے میری زندگی بن پانی کے مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی۔ کمرے میں اچانک قدموں کی آواز آئی جس کے کچھ دیر بعد وہ چیخیں آنا بند ہو گئیں۔ کسی مہربان سائے نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ میں نے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر سرخ سوجی آنکھوں کو اوپر اٹھا کے اس شخص کو دیکھا جس نے کچھ دیر پہلے مجھے یہاں سے جانے کے لئے کہا تھا۔

''اٹھو۔''

انکی بھاری آواز سے لگ رہا تھا۔ وہ بھی رونے والے ہیں۔ کس نے کہا مرد رویا نہیں کرتے؟! میں یکدم اٹھا، نظر سامنے اپنی بیوی کے بے خبر سوئے وجود پر پڑی۔ پاس ہی نرس اور ڈاکٹرز کھڑے تھے۔ تیزی سے قدم بڑھاتے میں واش روم میں چلا آیا۔ چہرے پر پانی کے چھینٹے مار کر بار بار ان آنسوؤں کو پانی کے ان قطروں میں چھپا کر ثابت کر رہا تھا مرد رویا نہیں کرتے۔ نہیں رویا کرتے۔ لیکن یہ جملہ سوچتے ہی آنکھیں پھر بھیگ جاتیں۔ میں کون ہوتا ہوں قسمت کا فیصلہ کرنے والا؟ میں نے کیسے اندازہ لگا لیا وہ میرے قدموں میں آ کر گرے گی؟ حاجی صاحب کے کہے وہ الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے تھے۔

''عورت کوئی بھی ہو
رشتوں میں ملاوٹ پسند نہیں کرتی
وہ جس سے بھی پیار کرے
اس کی حرکات کو نظروں میں رکھتی ہے
لڑتی ہے، جھگڑتی ہے

اپنے ہونے کا احساس دلاتی ہے
مگر شراکت کبھی برداشت نہیں کرتی۔"
آج میں ایک بار پھر بکھر گیا اور اس مرتبہ بھی سنبھالنے والا کوئی نہیں۔ میں۔
"ابراز حیات۔" میرا نام ابراز میرے ڈیڈ نے رکھا جس کے معنی ہیں "اہم، خاص۔ میں سمجھتا تھا میں اپنے ماں باپ، اپنے ددھیال ننھیال میں خاص ہوں۔ اپنے نام کی طرح اپنوں کی زندگی میں میری ایک خاص اہمیت ہے اور یہ سچ بھی تھا۔ میرے نانا رئیس خاندان کے اکلوتے بیٹے، کروڑوں کی جائیداد کے مالک تھے لیکن اس جائیداد کو سنبھالنے والا وہ وارث نہ تھا۔ یکے بعد دیگرے تین شادیاں بھی انہیں بیٹا نہ دے سکیں اور انکی تمام تر توجہ کا مرکز انکی بیٹی فیحہ رہی جو کہ انکی پہلی شادی سے ہوئی تھی۔
نانا نے اپنے لاڈ پیار سے انہیں اس حد تک بگاڑ دیا کہ کل وہ انکے سامنے دھڑلے سے ڈیڈ کو لے آئیں۔ اپنی ضد، بدتمیزی اور غیر اخلاقی حرکتوں سے انہوں نے نانا کو بلیک میل کر کے آخر ڈیڈ سے شادی کر لی۔ آئے دن موم کے افیئر اخباروں کی شان ہوتے اور نانا کی بنائی عزت پل بھر میں مٹی میں مل گئی۔ تنگ آ کر انہوں نے یہ شادی کروائی۔ نانا کے سرکل میں آج بھی ایسی فیملیز تھیں جو اس کروڑ پتی باپ کی بیٹی کو اپنے گھر کی عزت بنانا چاہتے تھے لیکن موم پر ڈیڈ کے عشق کا ایسا بھوت چڑھا تھا جو آج تک نہ اتر سکا۔ آج تک موم کے خلاف ڈیڈ ایک لفظ برداشت نہیں کرتے لیکن دادو کے سامنے وہ بھیگی بلی بن جاتے۔ آج تک وہ اپنے کپڑوں سے لے کر جوتے تک موم کی پسند کی گئی برینڈ سے منگواتے ہیں۔ آخر کیوں نہ منگوائیں، عزت دار زندگی چھوڑ کے غلامی جو کر بیٹھے ہیں؟ لیکن کیا یہ محبت تھی؟ عشق تھا؟ یا نفس کی غلامی؟ یہ وہ کہانی ہے جو دادی نے بچپن میں سنائی اور میں نے موم کو جنہوں نے جھوٹ قرار

دے کر مجھے سمجھایا۔ کبھی ''ساس'' سے ''بہو'' کی نیکی سنی ہے؟ یہ میری موم کے الفاظ تھے۔ اس دن کے بعد میں نے کبھی دادو سے موم کا نہیں پوچھا۔ نہ موم سے دادو کا۔ بس ڈیڈ سے سنا جو موم کے لئے کہتے۔

''She is my life''

''ہماری پسند کی شادی تھی جس سے کوئی راضی نہ تھا۔''

جب ڈیڈ سے پوچھتا تب وہ یہ کہتے میں نو سال کا تھا بس اپنے ماں باپ کی لو اسٹوری میں انٹرسٹ تھا تو سب سے پوچھتا یہ باتیں وقت رہتے میں بھول گیا۔

میں نے جب ہوش سنبھالا، خود کو ڈیڈ کے قریب پایا۔ ہی واز مائے آئیڈیل پرفیکٹ بزنس مین جنہوں نے گھر کے ساتھ باہر کی دنیا میں بھی ایک نام بنایا۔ انہوں نے مہوش اور میری ہر خواہش پوری کی۔ چھوٹی سی چھوٹی چیز لا کر دی۔ سب کچھ دیا، ہنسی ہماری ہونٹوں سے جدا تک نہ ہونے دی بس نہ دے پائے تو ٹائم لیکن مجھے ان سے گلہ نہیں تھا۔ میں ہمیشہ یہی سمجھتا رہا۔ وہ ہمارے لئے دن رات ایک کر کے محنت کر کے کماتے ہیں تاکہ ہماری خواہش پوری کر سکیں۔ موم پورا دن ہمارے ساتھ گزارتیں، چھوٹی سی چھوٹی چیز پر توجہ دیتیں، ڈانٹتیں، پیار کرتیں، اپنی نگرانی میں ناشتہ کرواتیں لیکن ڈنر؟ رات کے ہوتے ہی میرے موم ڈیڈ ایسے بدل جاتے جیسے ہمیں گود لیا ہو۔ ہم ان پر بوجھ ہیں۔ ہمیں ملازموں کے حوالے کر کے نجانے کہاں چلے جاتے۔ خیر میں اپنی زندگی میں خوش تھا۔ میرے پیرنٹس لوونگ تھے اور کیا چاہیے تھا۔ ایک پُر سکون زندگی۔ ڈیڈ اکثر چھٹیوں میں مجھے اور مہوش کو گاؤں بھیجتے جہاں دادا، دادی کا پیار میری اہمیت جگاتا۔

میرے دادا، دادی مجھے ہاتھوں کا چھالا بنا کر رکھتے۔ مجھے اپنے سامنے دیکھ کر جہاں دادا،

دادی خوشی سے بے قابو ہو جاتے وہیں میری چچیاں مجھے کھا جانے والی نظروں سے گھورتیں کیونکہ میرے کسی چچا کے یہاں بیٹا نہیں ہوا۔ میں اپنے خاندان کا واحد سہارا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مجھ جیسے ''عام'' انسان کو سب نے ''خاص'' بنا دیا۔ چاہے وہ میرے دادا، دادی ہوں یا نانا۔

دادی کی محبت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بیٹا تو ویسے ہی دادی کے قابو میں نہیں تھا لیکن کہتے ہیں نا اولاد سے زیادہ اولاد کی اولاد عزیز ہوتی ہے۔ وہی ہوتا تھا، ہمارے وہاں جاتے ہی دادی باقی بچوں کو بھول کر صرف ہماری خاطر داری میں لگ جاتیں۔ وہاں گھر میں دادی کی حکومت تھی۔ اور دادا سیاست دان تھے۔ گاؤں کا چھوٹا بڑا آدمی انکی عزت کرتا۔ دادا سیاست میں اس حد تک مدغم تھے کہ اولاد کو ''نیکی'' اور ''برائی'' کا فرق سمجھانا بھول گئے۔ یہاں تک کہ اولاد سے اس قدر غافل ہو گئے کہ گھر کی عزت کب بکی، انکو کانوں کان خبر نہیں ہوئی۔ لیکن میرے معاملے میں وہ مجھ پر جان چھڑکتے، سب کو بتاتے یہ میرا وارث ہے۔ میرے جگر کا ٹکڑا۔ وہاں سب کی نظریں مجھے احترام سے دیکھتیں جیسے میں انکا مالک ہوں۔

وہیں ان دنوں میری اکلوتی پھپھو اچانک سے بیٹی اور شوہر کے ساتھ ہمیشہ کے لئے ماں کے گھر آ کر بیٹھ گئیں۔ پھپھو کو دیکھ کر مجھے حیرت ہوتی۔ وہ پانچ وقت نمازی، نیک عبادت گزار خاتون تھیں اور انکا شوہر فہیم احمد غلیظ نظروں سے گھر کی عورتوں کو گھورنے والا ایک ہوس پرست مرد۔ اس وقت میں تیرا سال کا تھا۔ میری ہمت نہیں تھی گھر کے داماد کے خلاف کچھ کہوں یا اس کی عقل ٹھکانے لگاؤں۔ جب تک اس کے نظریں چچیوں پر تھیں میں خاموش رہا لیکن جب اس کی گندی نظر مہوش پر پڑی میرا ضبط جواب دے گیا۔ میں نے ڈیڈ کو کال کر کے ڈرائیور کو بلایا اور شہر آ گیا۔ اس کے بعد سے جب موم ڈیڈ نے جانے کا کہا میں نے انکار کر دیا اور اس انکار سے سب سے زیادہ خوشی موم کو ہوتی کیونکہ انہیں دادی سے سخت چڑ تھی جو موم کے

کپڑوں، رہن سہن کو ناپسند کرتی تھیں۔

میں اپنی زندگی میں خوش تھا کیونکہ میں ''خاص'' تھا۔ میری ٹکر کا کوئی نہیں تھا نہ مجھے ٹھکرانے والا لیکن سب سے پہلے مجھے اس ''خاص'' لفظ سے اس دن نفرت ہوئی جب میں نے خود کو اکیلا محسوس کیا۔ میں بورڈ ایکزیمز کی تیاری کر رہا تھا۔ ڈیڈ کے کچھ دوست اپنی بیویوں کے ساتھ ڈنر کرنے ہمارے یہاں آئے تھے۔ مہوش اپنے روم میں سو رہی تھی۔ میں پڑھائی کر کے بور ہو گیا تھا تو نیچے کا ایک چکر لگایا۔ ڈیڈ کے سب دوستوں سے خوش اسلوبی سے ملا۔ ڈیڈ نے فخر سے وہاں میری ذہانت کی تعریف کی۔ وہ آج بہت خوش تھے۔ اس خوشی کی وجہ مجھے تو معلوم نہ تھی لیکن دل سے دعا نکلی ایسی خوشیاں انہیں بار بار نصیب ہوں لیکن مجھے پتا ہوتا وہ خوشی میرا وجود مٹا دیگی میں اپنے باپ کی دولت پر لعنت بھیجتا۔ کچھ دیر انکے ساتھ بیٹھ کر میں وہاں سے اٹھ کر روم میں چلا آیا۔

نجانے رات کا کونسا پہر تھا کہ میں نیند سے بیدار ہوا۔ شاید پڑھتے پڑھتے میری آنکھ لگ گئی تھی۔ میں اٹھا، میرے قدم کچن کی طرف رواں تھے کہ مجھے موم کی خوبصورت ہنسی سنائی دی۔ میری آنکھوں میں جہاں خوشی سے چمک ابھری، وہیں ہونٹوں پر مسکراہٹ۔ میری موم ماں کم میری دوست زیادہ تھیں۔ میں سمجھ گیا ڈیڈ نے انہیں کوئی سرپرائز دیا ہوگا۔ اکثر ڈیڈ کے یونیک سرپرائزز سے وہ خوش ہوتیں۔ اپنی دوستوں کو دکھاتی پھرتیں۔

میں خوشی سے اس ہنسی کے تعاقب میں گیا۔ لیکن اپنے آنے پر جہاں مجھے پچھتاوا ہوا، وہیں موت کی شدت سے میں نے دعا کی۔ موم بلیک بیکلیس ساڑھی میں ڈیڈ کے دوست کے ساتھ تھیں۔ وہ موم کو کھینچتے ہوئے اس روم میں لے جا رہے تھے جو اکثر مہمانوں کے یوز میں ہوتا اور موم، وہ خوش تھیں۔ کمرے کا دروازہ کھولتے ہی وہ اندر گئے اور میری موم کو جھٹکے

سے کھینچ کر اندر کیا اور جس طرح ٹھاہ کی آواز سے وہ دروازہ بند ہوا اسی طرح میرے دل کا دروازہ میری ماں کے لئے ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔ میں نے منہ پر ہاتھ رکھا، میری حالت خراب ہو رہی تھی۔ میں بالکنی کی طرف دوڑا۔ میری الٹیاں رُکنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔ میں پاگل ہو رہا تھا۔ میرا دل پھٹ رہا تھا۔ نہ مجھے رونا آ رہا تھا نہ مجھے میری ماں سے نفرت ہو رہی تھی۔ میں بے حس ہو چکا تھا میری ماں کی ہنسی نے میرے احساس کو روند ڈالا۔ میں بے حس بن گیا۔

''را۔ رازی۔۔ ک۔ کیا ہوا م۔ مائے بوائے۔'' میری کھانسے کی آواز سن کر ڈیڈ جو کچن کے پاس والے روم میں تھے باہر آئے۔ انکی آنکھیں لال تھیں اور آواز میں لڑکھڑاہٹ۔

''ڈی۔ ڈیڈ۔ م۔ موم۔'' میں نے خون آلود آنکھوں سے انہیں دیکھتے کہا۔ الٹیوں کی وجہ سے میری آنکھوں میں گرم پانی جمع ہو چکا تھا۔ یہ پانی موم کی وجہ سے نہیں بلکہ اس حالت کی وجہ سے تھا جس کی وجہ موم تھیں۔

''Come on.. chil my..boy''

میرے ڈیڈ سب سمجھ گئے۔ انہوں نے عام سے لہجے میں کہا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں اور اس دن میرے آئیڈیل کا بنا بت چکنا چور ہو گیا۔

میرے ڈیڈ کا ''Chill my boy'' کہنا مجھے ان سے نفرت کرا گیا۔ اس کے بعد ہاتھ میں تھامی شراب انہوں نے زبردستی میرے منہ میں انڈیلی۔ میں سترہ سال کا نوجوان لڑکا اپنے باپ کے ہاتھوں نشے میں مبتلا ہوا۔ وہ ہنسے، زہر میرے کان میں انڈیلا۔

''چھ۔ چھوٹ۔ چھوٹی۔ با۔ باتوں۔ سے پریشان نہیں ہوتے۔ مزہ چکھو اس کا۔''

وہ شراب کی بوتل میرے ہاتھوں میں تھما کر چلے گئے اور میں نے انکے جاتے ہی ایک اور

لمبا سپ لیا۔ میری رگ رگ میں نشہ سا دوڑنے لگا۔ وہ غم جو تھا اب یاد بھی نہ رہا ''غم'' تھا بھی؟ کون سا غم؟ مجھے یاد نہیں آیا۔ میں لڑکھڑاتے قدموں سے بمشکل اپنے کمرے تک پہنچا اور پوری بوتل خالی کر کے بیڈ پر لیٹ گیا۔ مجھے یاد ہے غنودگی میں جانے سے پہلے میرے ہونٹوں پر خوبصورت مسکراہٹ تھی جو ثبوت تھا میری اذیت کا کہ میں کھوکھلا ہو چکا ہوں۔

اس واقعے کے بعد میں اپنے موم ڈیڈ سے دور ہو گیا۔ میری موم میرے بال بھی سنوارتیں، میں انکا ہاتھ جھٹک کر گھر سے ہی نکل جاتا۔ ڈیڈ سے بھی اب دور رہتا۔ وہ پاس آتے تو ایک زخمی نظر سے انہیں نوازتے کمرے میں بند ہو جاتا۔ اس رات کے بعد میں نے ہر چیز پر غور کیا۔ میری ماں ہی نہیں باپ بھی۔ یہ امیر لوگ عزت بھیج کر وہاں اپنے محل بنواتے ہیں جہاں کھوکھلے لوگ رہتے ہیں جنکا دل اندر سے مر چکا ہوتا ہے۔

مجھے ایک بات ہمیشہ عجیب لگتی جس عورت کے پاس تفصیل لینے جاتا وہ ایک دوسرے سے میلوں دور لگتیں۔ میرے ماں باپ کی محبت کی داستان سب نے اپنے الفاظوں میں سنائی جسکا میں نے ایک الگ رخ بنا کر اپنے ذہن میں فیڈ کیا جو سچائی سے بالکل مختلف تھی۔ دادو ہو یا موم یا چچیاں سب اپنی زبان بولتیں۔ اصل حقیقت مجھے نانا کے گھر پتا لگی۔ ان کے ڈاکومنٹس سے۔ ہم دونوں اکثر کیرم کھیلتے ہر سنڈے میں انکے گھر جاتا۔ وہی دن تھا جب پتا لگا میرے نانا بھی انہی لوگوں میں سے ایک تھے جس نے بیوی کی عزت بیچ کر یہ دولت کمائی اور ساری زندگی یہ دولت کمانے والا بیٹے کے لئے روتا رہا۔ میں اس وقت ہنسا تھا میری کھوکھلی ہنسی اس ویرانے میں گونج رہی تھی جس شخص نے تباہ کیا۔ اتنا پیسا کمایا آج وہ دوسروں کی زندگیاں تباہ کر کے اب پچھتا رہا ہے۔ جب ماں باپ آگے تھے تو بچے کہاں پیچھے رہتے؟

نانا کی ایک ایک ڈیلنگ کی پوری خبر تھی اس فائل میں، ساتھ اس آدمی کا نام جسکی عزت کا

جنازہ نکال کر نانا نے یہ ڈیل فائنل کی۔ موم کی رپورٹس میرے ہاتھوں لگیں۔ میری پیدائش سے تین سال قبل انکا ابارشن ہوا تھا۔ میرے اندر احساس تھا کہاں جو رپورٹس دیکھ کر کچھ محسوس ہوتا؟ میں بے تاثر چہرے کے ساتھ ایک سے ایک دردناک راز اپنے دل میں حفظ کر رہا تھا۔ میرے ہاتھ ڈیڈ کے کچھ پیپرز لگے۔ ڈیڈ نانا کے ایک عام امپلوائے تھے۔ یقیناً وہ شادی اسی راز کو چھپانے کے لئے کروائی گئی تھی۔ محبت، عشق؟ کیا کیا کہانی نہیں سنائی دادو نے اپنوں نے اور نکلا کیا؟ دولت کے پجاری۔

نم آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر اس کاغذ پر گرا جس نے میرے اندر کے حیوان کو جگایا۔ نانا نے سیونٹی فائیو پرسینٹ پراپرٹی میرے نام کی باقی ڈیڈ کے۔ اب کوئی شک نہ تھا عزت بچانے کے لئے دولت کا سودا کیا۔ فائدہ جب انسان کی اپنی نظروں میں کوئی عزت نہ ہو؟ میں اس کاغذ پر تھوکتا ہوا اسے پیروں تلے روندتا ہوا وہاں سے نکل آیا۔

میرے ڈیڈ میرا بدلتا رویہ دیکھ پریشان ہوتے تھے۔ میں انہیں دھڑلے سے جواب دیتا اور اس دن میرے ہاتھوں انکی ایک اور کمزوری لگی۔

"رازی کیا حرکت ہے؟ دادو کے پاس کیوں نہیں جا رہے۔ مہوش کو بھی لے جاؤ دیکھو وہ دن رات تمہیں یاد کرتی ہیں۔"

"سو واٹ؟" میرا پرسکون جواب انہیں غصہ دلا گیا۔ ایک ماہ سے وہ میری بے اعتنائی دیکھ رہے تھے۔

"شٹ اپ کل تم جا رہے ہو اینڈ دیٹس فائنل۔"

انکی گرج دار آواز نے میرا دماغ گرم کر دیا۔ میں نے پاس پڑی ڈائننگ ٹیبل پر رکھی چھری اٹھا کر کلائی پر رکھی۔ میری یہ حرکت دیکھ ڈیڈ تیر کی تیزی سے الرٹ ہو کر میرے قریب آئے۔

بس اس کے بعد سے انہوں نے مجھے کسی چیز کے لئے فورس نہ کیا۔ میں اپنے آپ میں سلگنے لگا۔ بس دوست تھے میرے جنکے ساتھ بیٹھ کر زندگی پرسکون لگتی لیکن تنہائی میں اکثر رات کو ڈیڈ کے روم سے شراب کی بوتل لے آتا اور گھنٹوں بیٹھ کر اس سے سکون تلاش کرتا۔ ایک دو بار موم مجھ سے ہمدردی جتانے آئیں میں گھر سے ہی نکل گیا۔ ماں تھیں اس کے بعد سے کبھی مجھ سے کچھ نہ کہا اس ڈر سے کہ باہر نہ چلا جاؤں۔ گھر میں ہوں تو انکی نظروں کے سامنے رہتا تو ہوں۔ اس کے بعد سے گھر میں یہ بے حیائی کا سلسلہ بھی بند ہو گیا لیکن انسان اپنی فطرت سے کب بدلا ہے؟ دونوں میاں بیوی اکثر راتوں میں غائب رہتے لیکن اب تو مجھے فرق بھی نہیں پڑتا۔

میں نے انٹرمیڈیٹ کے رزلٹ کے بعد یونیورسٹی میں ایڈمیشن لیا۔ اس دوران کافی لڑکیوں سے دوستی ہوئی لیکن کسی کو بھی خود سے قریب نہ کیا۔ نہ یونیورسٹی کا ایسا ماحول تھا کہ لڑکے لڑکیاں ہاتھوں میں ہاتھ لئے گھومیں۔ اس دوران میں کوشش کرتا مہوش بھی موم ڈیڈ کے اس سچائی سے انجان رہے ہر کسی میں ہمت نہیں ہوتی کہ نشان کے ہوتے ہوئے زخم کو چھپائے۔

میری دوستی ڈیڈ کے سرکل کے کچھ لڑکے لڑکیوں سے ہوئی، جو انکے دوستوں کے بچے تھے۔ ان سے ملاقات گھر کی ہی ایک پارٹی میں ہوئی۔ وہ میری طرح ہی تھے کھوکھلے لیکن نہیں وہ خوش تھے۔ شاید حقیقت کو جلد ہے ایکسپیٹ کر گئے تھے۔ اب سمجھ آئی ڈیڈ کی پارٹی رکھنے کی وجہ اپنے جیسوں سے دوستی تھی۔ میری سوچ یقیناً سچ تھی کیونکہ اس دن وہ سب خود میری طرف دوستی کا ہاتھ لئے بڑھے تھے جن میں سے مہک ارسلان اور ابریش بھی ایک تھی۔

زندگی بس گزر رہی تھی۔ جب تک ''وہ'' نہیں تھی۔ اس کے آنے سے ہلچل مچی۔ وہ مجھے''

مختلف'' نہیں لگتی تھی میری سوچ نے اسے ''مختلف'' بنایا تھا۔اس دن میں نشے میں دھت تھا۔ میری ایک چھوٹی سی غلطی نے اس کے اندر غلط فہمی کا پہاڑ پیدا کر دیا۔

وہ دن مجھے آج تک نہیں بھولا۔کانووکیشن ڈے جس دن ہم دوستوں نے خوب جشن منایا تھا۔یونی سے آکر میں کلب چلا آیا جہاں پر ابریش اور ارسلان کے گروپ نے مجھے گھیر لیا۔

''ٹریٹ دو۔''

اس ٹریٹ کے چکر میں میری حالت خراب ہوگئی۔جشن منانے میں اس قدر مدہوش تھا کہ کتنی شراب کی بوتلیں حلق سے اتاریں اندازہ نہ رہا۔ابریش مجھے گھر تک چھوڑنے آئی لیکن اس دن نشے نے میرا دماغ ماؤف کر دیا۔نجانے کیسی طلب تھی کہ میں ضد کر کے ابریش کو اپنے ساتھ گھر کے اندر لے آیا۔میرا ارادہ وہی تھا جو ہر ہوس پرست مرد کا ہوتا ہے اور ابریش میری اس طلب سے انجان نہیں تھی۔وہ شاید میری زندگی کا پہلا ایسا گناہ تھا۔اس سے پہلے یہ سوچ میرے دل میں کبھی نہیں آئی۔ہوش میں میری عورت سے نفرت مجھے اس کے پاس جانے نہیں دیتی لیکن اس دن نشے نے مجھے ہرا دیا تھا۔ہاں وہ نشہ ہی تھا جس نے ہر گناہ وثواب کا فرق، پہچان میرے دماغ سے مٹا دی۔لیکن اندر آتے ہی میں نے پہلی بار اسے اپنے گھر میں دیکھا تھا۔نہ اس گھر میں مہوش دوپٹہ پہنتی تھی نہ موم۔میں مدہوشی کے عالم میں پلر کے پیچھے چھپے وجود کی طرف کھنچتا چلا گیا۔

میرے دل کو سکون تب ملا، قرار تب آیا جب میں نے اس کی آنکھوں میں اپنے لئے ڈر دیکھا اور وہ میری زبان سے اپنا نام سننے کے بعد اس کی رہی سہی جان بھی نکل گئی۔مجھے نشے میں علم نہیں تھا۔میں کیا کر گیا نہ میری وہ ہنسی میرے ہوش میں رہنے کی گواہ تھی نہ وہ حرکت۔ میں اس کا نقاب ہٹانا نہیں چاہتا تھا۔مجھے اس وقت خود کا ہوش نہیں تھا اسے کیا یاد کرتا۔اگلے

دن ابریش کے منہ سے رات کا لفظ سن کر میں حیران رہ گیا اور اپنی کلائی دیکھی جہاں پر ہلکا سا بلیڈ کا کٹ تھا۔ لیکن اس دن عجیب بات یہ ہوئی میں اپنی زندگی کا پہلا گناہ کرنے جا رہا تھا۔ حرام رشتہ بنانے جا رہا تھا لیکن اس کی آمد نے مجھے گمراہی میں جانے سے بچا لیا۔ میں خود حیران تھا اس دن کیسے نفس پر قابو پا لیا؟

☆.....☆.....☆

اس واقعہ کے بعد میں حجاب تاثیر کو بھول نہ سکا۔ وہ میرے ذہن پر سوار نہیں تھی لیکن مہوش جو اکثر اپنی دوستوں کا ذکر کرتی اور میں بے دلی سے سنتا اب پورے کان کھول کر حجاب تاثیر سے متعلق ایک ایک بات سنتا۔

''رازی! اسے پتا نہیں کیا ہو گیا کہ اچانک چلی گئی۔ کھانا بھی نہیں کھایا اور بہت ڈری ہوئی تھی۔'' مہوش نارملی چپس کھاتے کل رات کی بات بتا رہی تھی اور میں ٹریڈمل پر کھڑا پسینہ سے شرابور ہوتا رننگ میں مگن غور سے اسے سن رہا تھا۔ آخر ذکر جو حجاب تاثیر کا تھا۔ یہ نام نجانے کیوں اتنا اٹریکٹ کرتا تھا۔

''حجاب۔'' میرے لبوں نے بے آواز جنبش کی۔

''ہمم۔'' میں نے ٹریڈمل کو آف کر کے پاس پڑے ٹاول سے پسینہ پونچھا۔ اس وقت اکثر میں جم میں ہوتا اور مہوش آ کر مجھ سے دن بھر کی باتیں اسی وقت کرتی۔ مہوش کو میں نے خود سے بیحد قریب کیا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا ایک اور امیر باپ کی بگڑی بیٹی اس گھر سے نکلے کیونکہ ماں باپ کا گہرا اثر اولاد پر پڑتا ہے۔ مثال میرے ساتھ میری موم کی ہی تھی۔ موم کو انکے باپ نے بگاڑا، مجھے میرے باپ نے۔ سکون کا حل بتا کر اندھیری گلیوں میں بھٹکا دیا جہاں میں آج تک سکون کی تلاش میں بھٹک رہا ہوں۔

''ایم بی اے یہیں سے کر سکتے ہو ضروری نہیں باہر جا کر کرو۔'' ڈیڈ نے میرے دبئی جانے کا سن کر ہی دانت پیسے۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں وہ مجھے فورس نہیں کر سکتے۔

میں اس وقت جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ صبح پانچ بجے کی میری فلائٹ تھی۔ ڈیڈ کو جیسے ہی اپنے مینیجر کے ذریعے میرے جانے کا پتا لگا وہ مجھ سے لڑنے میرے کمرے میں چلے آئے۔

''مشورہ نہیں مانگا، بتایا ہے کل جا رہا ہوں۔'' میں نے سکون سے جواب دے کر انہیں آگ بگولہ کر دیا۔

''تمیز سے بات کرو۔ ایسا کیا کیا ہے میں نے جو میرے سر پر سوار رہتے ہو؟'' ڈیڈ نے اپنی عادت کے مطابق قریب ہی ڈریسنگ پر رکھا پرفیوم اٹھا کر غصے سے دیوار پر دے مارا۔

''عزت کا جنازہ نکالا ہے ڈیڈ۔'' میں تھا تو انکا بیٹا، ہاتھ میں پکڑی شرٹ جو سوٹ کیس میں ڈالنے لگا تھا غصے سے پٹخی۔

''آپ نے میری موم کو سدھارنے کے بجائے انہیں سونے کے انڈے دینی والی مرغی بنا دیا؟ ایسی کونسی بھوک ہے جو مٹتی نہیں؟ کون سا لالچ ہے جو ختم نہیں ہوتا؟'' میری چیخیں اتنی بلند تھیں کہ کمرے کے در و دیوار کانپ اٹھے۔

''میں اکیلا نہیں ہوں ان سے جا کر کیوں نہیں پوچھتے؟ اور تمہاری موم کو میں نے سر پر بندوق رکھ کر نہیں کہا وہ خود راضی ہوئی تھی۔ یہ پیسہ ہے ہی بڑی ذلیل چیز، غریب امیر بننے کی لالچ میں کماتا ہے اور امیر، امیر تر ہونے کی لالچ میں۔ یہ بھوک نہ مٹتی ہے نہ ختم ہوتی ہے اور تمہاری موم بھی انہی میں سے ایک ہیں۔'' سرد لہجے میں کہہ کر انہوں نے اپنا دفاع کیا۔

''سلام ہے آپ جیسے شوہر پر۔ آپ کی تعریف میں یقین جانیں الفاظ نہیں ہیں میرے پاس۔ ناؤ ڈونٹ یو ڈیر ٹو انٹرفیئر ان مائے میٹر اور نہ مجھے روکنے کی کوشش کرنا۔'' وہ چلاتے

رہے میں ان سنی کرتا پیکنگ کر کے ائیر پورٹ پہنچا۔ میرے کچھ یونی فیلوز بھی وہیں سے ایم بی اے کرنے میرے ساتھ جا رہے تھے جن میں ایک میرا جگری دوست عاصم بھی میرے ساتھ تھا۔ میرے باہر آنے کا مقصد صرف گھر سے دور رہنا تھا۔ اس ماحول سے دور رہنا جہاں کے در و دیوار مجھے وحشت میں مبتلا کرتے۔ یہاں آنے سے پہلے میں ایک آخری دھمکی اپنے ڈیڈ کو دینا بھولا نہیں تھا۔

''میرے پیچھے اگر میری بہن کے ساتھ کوئی کھیل کھیلا تو یاد رکھیے گا صرف جنازے اٹھیں گے اس گھر سے۔''

''اتنا گرا ہوا سمجھتے ہو کہ میں اپنی ہی بیٹی؟''

ڈیڈ کو مجھ سے ایسی بات کی امید نہ تھی۔ انکا چہرہ غم و غصے کی شدت میں سرخ پڑ گیا لیکن اگلے ہی لمحے میرے جواب نے انہیں خاموش کر دیا۔

''مرد کی عزت کا پتا اس کے گھر کی عورت سے چلتا ہے۔''

ڈیڈ کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرایا۔ میں انہیں اس عالیشان محل میں تنہا چھوڑ کر امریکا چلا آیا۔ لوگ اپنے گھروں میں سکون ڈھونڈتے ہیں۔ میں پرائے ملک میں سکون کی تلاش میں بھٹکتا رہا۔ یہاں تین سالوں میں میں نے صرف تنہائی، اذیت، ڈگری اور لاتعداد دوست پائے۔ دوست بھی ایسے جو دل کے حال کھول کر بیٹھ جائیں۔

میں اس دن خوش تھا۔ سب نے ملکر میرا برتھ ڈے سیلیبریٹ کی یہ سرپرائز عاصم کی طرف سے تھا۔ میں بات بات پر ہنس رہا تھا۔ صبح سے ہی موم، ڈیڈ، مہوش اور فرینڈز کی کالز وصول کر کے برتھ ڈے وشیز لے رہا تھا۔

میں دوستوں کے ساتھ بیٹھا حرام سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ ساتھ ہی ایک مسلم دوست

بیٹھا تھا۔اس کی نظریں کافی دیر سے مجھ پر ٹکی تھیں۔اس نے جھک کر میرے کان میں نہایت دھیمے لہجے میں کہا۔

''تمہاری مسکراہٹ کھوکھلی ہے۔''

میری مسکراہٹ کچھ اور گہری ہوگئی۔

''میرا وجود بھی کھوکھلا ہے۔''میں نے ایک اور سپ لیا اور جینی جو کہ کب سے مجھے بلا رہی تھی اس کا ہاتھ پکڑ کے ڈانس فلور کی طرف چلا گیا۔

''اللہ تمہیں سکون دے۔''اس کی آواز نے میرا دور تک پیچھا کیا۔

ڈگری مجھے ایم بی اے کے دو سال مکمل ہوتے ہی مل گئی لیکن میں یہاں سے گیا نہیں۔میرا دل نہیں چاہ رہا تھا اس گند میں جاؤں۔نجانے میں یہاں اور کتنا بھٹکتا کہ دادو کی کال نے میرے دل کو ایک عجیب سی امید دلائی۔

''دادو! میں نہیں آسکتا۔میرا ائیر بیک ہوگیا اب مزید دو سال اور لگیں گے۔''میں نے بس جان چھڑانے کے لیے ائیر بیک بولا تھا لیکن مجھے کیا پتا تھا یہ لفظ مجھ پر ہی بھاری پڑ جائے گا۔

''ہیں یہ موا ائیر بیک کون ہے جس کی وجہ سے تو آ نہیں سکتا؟'' دادو بھی کہاں پیچھا چھوڑنے والی تھیں۔

''میرا سسر ہے دادو۔''میں چڑ گیا انکے سوال پر لیکن مجھے کیا معلوم تھا میں نے اپنے پیروں پر خود کلہاڑی ماری ہے۔

''تو نے وہاں شادی کر لی؟ کون ہے وہ چڑیل؟ میں ٹانگیں توڑ دوں جو میرے بچے پر حکم چلا رہی ہے؟'' دادو تو آگ بگولہ ہوگئیں۔آخر موم کی صورت میں ایک فرمانبردار بہو جو انہیں ملی ہے تو دوسری کہاں ہضم ہوتی؟

”دادو! کوئی نہیں ہے میں مذاق کر رہا تھا۔ اگلے سال پکا آؤنگا اب میں رکھتا ہوں۔ بائے۔“ میں بس جان چھڑانا چاہتا تھا۔

”رک، اگلے سال نہیں کل تک آ۔ میں نے میلاد بھی رکھوایا ہے پھر میں گاؤں چلی جاؤنگی۔“

نجانے کیوں دادو کی بات سن کر میرا مردہ دل جی اٹھا۔ پچھلی دفعہ بھی میلاد میں وہ آئی تھی اور اب کی بار بھی؟ ہاں وہ آئے گی۔ حالانکہ وہ لڑکی مجھے یاد بھی نہیں بس دن میں کبھی اس کا عکس میری آنکھوں کے سامنے لہرا جاتا۔ لیکن پھر بھی اس کے ذکر پر ایک عجیب سی کیفیت ہوتی جسے سمجھنے سے میں خود قاصر ہوں اور نجانے کیوں یہ یقین ہے مجھے اس پر کہ وہ آئے گی۔

میں یہاں آیا سکون کی تلاش میں تھا لیکن لگتا ہے پل پل بے چینی حد سے زیادہ بڑھ رہی ہے۔ اب میں تنگ آ چکا تھا۔ ایک سال یہاں رہ کر خود کو اذیت ہی دی ہے اور کیا کیا ہے؟

پھر وہ حجاب؟ ایک دفعہ وہاں جانے میں کیا ہے؟ دل چاہا تو واپس لوٹ آؤنگا؟ مجھے لگ رہا تھا میں روبوٹ بن چکا ہوں۔ دل و دماغ الگ حکم چلا رہے تھے۔ میں نہیں جانتا کیسے بس میں نے کل کی سیٹ کنفرم کروائی۔ اس کے بعد کئی بار میرے دماغ نے اکسایا، نہ جا وہاں کچھ نہیں ہے لیکن دل نفی کرتا رہا۔ وہیں تو سب کچھ ہے۔ دل و دماغ کی کیفیت میں الجھتا میں پاکستان کی سرزمین پر آن پہنچا۔

مجھے پہنچتے پہنچتے کافی دیر ہو چکی تھی۔ میلاد ختم ہو چکا تھا۔ مجھے لگا وہ جا چکی ہے۔ پہلی بار ہوا تھا میں نے کسی چیز کی چاہ کی تھی اور وہ میرے ہاتھوں سے نکل گئی۔ ”چاہ؟“ میں خود اپنی سوچ پر حیران تھا۔ میں بے دلی سے دادو کے روم کی طرف بڑھا لیکن دروازہ کھولتے ہی جہاں میرے منہ سے ”دادو ڈارلنگ“ نکلا، وہیں حجاب تاثیر کا ہاتھ میری آواز سن کر لرز اٹھا۔ میں

اسے دیکھ کر ابھی ٹھیک سے حیران بھی نہ ہوا تھا کہ اس نے جلدی سے نقاب لگا لیا۔

میں بھی خود کو سنبھالتا دادو کے پاس آیا۔ مہوش اور جویریہ کی موجودگی لمحے میں میرے دماغ نے محسوس کی لیکن دادو کے پاس جاتے یہ کوشش پوری کی کہ میرا بازو اس سے مس ہو سکے لیکن مجھے کیا پتا تھا میری یہ چھوٹی سی حرکتیں میرے لئے ہی آزمائش بن جائیں گی۔ وہ جلد ہی روم سے نکل گئی۔ دادو کی ناراضگی کا علم ہونے کے باوجود میری نظروں نے دور تک اس کا تعاقب کیا۔ دادو تو یہیں تھیں، مان جائیں گی لیکن وہ پھر دکھے نہ دکھے۔

میرے آنے کی خوشی میں دادو، میں اور مہوش پوری رات باتیں کرتے رہے اور اسی وجہ سے مہوش اگلے دن یونیورسٹی نہیں جا سکی۔ موم، ڈیڈ مجھے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ میں ان سے بغیر ملے روم میں چلا گیا۔ صبح کے پانچ بجے تھے اور یہ میاں بیوی اب آ رہے تھے۔ غصے میں مٹھیاں بھینچے میں باتھ لے کر سو گیا۔

اگلے دن مہک صبح صبح گھر آ ٹپکی۔ ناشتہ کرتے وقت اسے گھر میں آتا دیکھ کر میرا موڈ سخت آف ہو چکا تھا۔ میں جان گیا تھا یہ ڈیڈ کا ہی کام ہوگا۔ وہ زبردستی ناشتہ کے بعد مجھے اپنے ساتھ لے گئی۔ مجھے خود سے چپکنے والی لڑکیوں سے کوفت ہوتی ہے یہی وجہ ہے میں مہک کو خود سے دور رکھتا ہوں لیکن اسے خود مردوں کی بانہوں میں جھولنے کی عادت ہے اور مجھے ایسی لڑکیوں سے نفرت ہے۔

مہک، ابریش۔ ارسلان سب میرے یونی فیلوز سے واقف تھے۔ اس دن مہک نے جلد بازی میں دانش سے شرط لگائی بعد میں مجھے ایک دوست سے پتا لگا دانش نے مہک کو پروپوز کیا تھا اور مہک کو یہ بات غصہ دلا گئی کہ ایک مڈل کلاس لڑکے نے اس سے شادی کے خواب دیکھے بھی کیسے؟ مجھے افسوس نہیں تھا کہ میں جیت گیا۔ میری خیال سے دانش مہک کو ڈیزرو نہیں

کرتا۔ وہ اس سے بہتر لڑکی ڈیزرو کرتا ہے مہک اس کے لائق نہیں تھی۔ وہ کسی کے جذبات کی قدر نہیں کرتی۔ لیکن اس دن دانش کی باتیں مجھے دل پر لگی تھیں۔ آخر کھیل ہار کر کون خوش ہو سکتا ہے؟ اس نے کہا تھا زندگی کے کھیل عجیب ہیں، کبھی بھی پانسہ پلٹ سکتا ہے اور واقعی قسمت نے ایک کھیل کھیلا تھا جس میں، میں بری طرح ہار گیا۔

مہک کی عادت تھی چپکنے کی، میں اس سے جتنی دور جانے کی کوشش کرتا وہ اتنا ہی میرے قریب آتی۔ یہی وجہ تھی میں نے اسے ڈانٹ دیا لیکن پھر اس کے کہنے پر میں اس دن اسے ڈیفنس سینٹرل لائبریری لے آیا جہاں میری ملاقات حجاب تاثیر سے ہوئی۔ میں نے سنا تھا عورت اپنی طرف اٹھنے والی ہر نگاہ پہچان لیتی ہے اور اس کا چہرہ دیکھ کر مجھے یقین ہو چلا تھا وہ میری ان نظروں کا مفہوم جان چکی ہے۔ میں بس اسے تنگ کر رہا تھا۔

"اتنا سنبھالتی ہو خود کو پھر بھی گر گئیں۔ کیا فائدہ ایسی حفاظت کا جب مقابل کی نظریں زیر کرنے کا فن جانتی ہوں۔"

وہ میرے جملے سے اس قدر خوفزدہ ہو گئی کہ اپنی جگہ سے ہل تک نہ پائی۔ نہ میری موجودگی اسے ہوش میں لا سکی نہ میرا لمس لیکن اپنی دوست کی آواز سنتے ہی وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔ نا چاہتے ہوئے میں بھی اس کے پیچھے گیا۔ مہک وہیں ابھی تک بک ڈھونڈ رہی تھی۔ اس بیوقوف لڑکی کے ساتھ کون سر کھپاتا جو خود کو میری نظروں میں برتر دکھانے کے لئے سوفٹ ویئر انجینئرنگ میں ہو کر بکس الیکٹریکل انجینئرنگ کے پورشن میں ڈھونڈ رہی تھی۔

"جویریہ! تم نے دیکھا وہ۔ وہ گھٹیا شخص وہ گندا ناپاک انسان اس نے مجھے چھوا۔ اس نے مجھے بھی ناپاک کر دیا۔ اس کی۔۔۔ اس کی ہمت کیسے ہوئی مجھے ہاتھ لگانے کی۔"

حجاب کے الفاظ نے جہاں میرے اندر کے حیوان کو جگایا وہیں اس کی حرکت نے مجھے

زندگی بھر کا اعتبار دے دیا۔ وہ بار بار اپنا ہاتھ بری طرح رگڑ رہی تھی جیسے کسی ناپاک شے کو ہاتھ لگا لیا ہو۔ میری حیرت کی انتہا نہیں تھی۔ اس قدر پاگل لڑکی میں نے آج تک نہیں دیکھی لیکن اس وقت مجھے اس کی حرکت سے زیادہ اس کے لفظوں نے جھنجوڑ ڈالا۔ میں ناپاک؟

مجھے اپنے وجود سے گھن آنے لگی۔ آنکھیں بند کیں تو موم کی وہ ہنسی آنکھوں کے سامنے لہرائی۔ ٹھاہ کی آواز سے وہ دروازہ بند ہوا جس کے بعد میری آنکھیں ہمیشہ کے لئے کھل گئیں لیکن آج تک وہ ابراز مجھے نہیں ملا جو ''اہم'' تھا، ''خاص'' تھا۔ میں نے بے اختیار اپنا ہاتھ ناک کے قریب کیا میں اس بدبو کو محسوس کرنا چاہتا تھا جس نے حجاب تاثیر کو رلایا لیکن میرے ہاتھوں میں وہ بدبو نہیں تھی یا تھی لیکن میں محسوس نہ کر سکا کیونکہ میں ہوں تو ناپاک اور وہ پاک؟

بار بار اس کے لفظ میرے ذہن میں گونج رہے تھے۔ وہ تو چلی گئی لیکن پیچھے اپنا عکس میرے ذہن میں چھوڑ گئی جس کا اثر یہ ہوا، سارا غصہ میں نے مہک پر نکالا۔ جواب میں مہک نے بھی مجھے سنایا، پر اس کے لفظوں نے بھی مجھے اس قدر نہیں جھنجوڑا جتنا حجاب تاثیر کے لفظوں نے جھنجوڑا۔ میں مہک کو چھوڑ کر گھر پہنچا۔

گھر میں موم اور دادو میرے لئے لڑکیاں ڈھونڈنے کی تیاری میں تھیں۔ میں انہیں کیسے بتاتا مجھے عورت کا وجود تک اپنے پاس برداشت نہیں۔ میں انکے قریب جانے کی کوشش بھی کروں تو دل روتا ہے، چیخ کر کہتا ہے آخر ہو نہ ہو، حیات عالم کی اولاد، بھلا اس سے منفرد کیسے ہو سکتے ہو؟ پہلی بار جب کسی عورت کے قریب جانا چاہا تب حجاب تاثیر رکاوٹ بن گئی۔ اس کے بعد سے نجانے کیوں میں انکے پاس جا نہیں پاتا۔ مہک اور ابریش بہت بار میرے قریب آئیں لیکن انکو قریب آتا دیکھ کر دل چیخ پڑتا ہے۔ موم کی وہ ہنسی آنکھوں کی سامنے لہراتی ہے۔ اور تب مجھے ہر عورت سے نفرت ہو جاتی۔ جو خود سے میرے قریب آتی۔ لیکن حجاب تاثیر وہ

پہلی لڑکی تھی جس نے میرے وجود کی نفی کر کے ضد دلائی اور اسی ضد کا نتیجہ تھا میں نے شادی کے لئے ہاں کر دی۔ موم کی مداخلت مجھے غصہ دلا گئی۔ انہیں اپنی جیسی لڑکی چاہیے تھی۔ ایک شوپیس جو اس محل کو اور شاندار بنائے۔ لعنت ہو ایسے مرد پر جو بیوی کی نمائش کراتا پھرتا ہے۔ میرا دل چاہا تھا اپنے دل کی ساری بھڑاس نکال دوں لیکن مہوش اور دادی کی وجہ سے خود پر قابو پالیا۔ میرا کام بس میری ایک دھمکی سے بن چکا تھا پھر بحث کیوں کرتا؟ اب بس انتظار تھا حجاب تاثیر کے جواب کا۔

میرے دل میں خیال آیا تھا شاید حجاب نے جان بوجھ کر مجھے متاثر کرنے کے لئے یہ حرکت کی ہے لیکن یہ بھی سچ تھا اسے نہیں پتا تھا میں نے اس کا عمل (ہاتھ دھونا) دیکھا تھا۔ اس کے الفاظ سنے تھے میری موجودگی کا اسے علم تک نہ تھا۔

آج تک زندگی میں خود کو پیش کرنے والی لڑکیوں سے پالا پڑا تھا۔ کبھی کبھی لگتا حجاب بھی ان میں سے ایک ہے جو مجھے اپنی ان حرکتوں سے متاثر کرتی ہے لیکن نہیں دل یہ بات مانتا ہی نہیں۔ مجھے لگا تھا مجھ جیسے امیر بندے کو حجاب تاثیر تو کیا کوئی محلوں کی شہزادی تک رد نہیں کر سکتی، انکار نہیں کر سکتی لیکن انکار ہوا تھا، عزت افزائی تک کی تھی میری، دادو کی، میری بہن کی۔

وہ پورا دن میں سلگتا رہا۔ ایک آگ سی جل رہی تھی میرے اندر اور اس دن بھی کلب جا کر میں نے شراب کا سہارا لیا لیکن اس دن وہ شراب بھی مجھے دغا دے گئی اور پھر سیم کے الفاظ۔ میں لاکھ اپنے ڈیڈ سے نفرت کرتا، انکے سامنے انہیں برا بھلا کہتا لیکن کسی اور کے منہ سے اپنے ڈیڈ کے لئے لفظ تک برداشت نہیں کرتا، اس نے غلط وقت پر غلط بات کی جسکی سزا اسے میرا غصہ دلا گیا۔ میں وہاں سے چلا آیا مجھے سیم کی فکر نہیں تھی۔ میں جانتا ہوں ویٹر انکل کو کال کر کے بتا دیگا کیونکہ سیم بھی اسی دوزخ سے تعلق رکھتا ہے جہاں میں پیدا ہوا تھا۔

رات بھر میرا وجود کسی انگارے کی مانند جھلستا رہا۔ پوری رات میں ڈرنک کرتا رہا جسکی وجہ سے صبح دیر سے آنکھ کھلی۔ نیند سے بیدار ہونے کی وجہ بھی فون کال تھی۔ سر ریاض نے مجھے یونیورسٹی بلایا تھا۔ میرے ساتھ میرے کچھ یونی فیلوز کو بھی انہوں نے بلایا تھا۔ آج وہ کینیڈا جا رہے تھے ہمیشہ کے لئے۔ یہی وجہ تھی آخری بار وہ ہم سب سے ملنا چاہتے تھے۔ میں بے دلی سے تیار ہو کر نیچے چلا آیا۔ ابھی کار میں بیٹھا ہی تھا کہ مہوش کی کال آ گئی۔

"رازی! مجھے یونی سے پک کر لو۔ ڈرائیور گھر پر نہیں دادو کو انکی کسی دوست کے یہاں چھوڑنے گیا ہے اور میرا کوئی لیکچر بھی نہیں، میں بہت بور ہو رہی ہوں۔"

"او کے۔"

مجھے یقین تھا، مہوش حجاب سے الگ ہو چکی ہے۔ وہ میرے معاملے میں بہت پوزیسیو ہے۔ ایک بار پھر میری سوچوں کا مرکز وہ بنی۔ دانت بھینچے میں ڈرائیونگ کرتا رہا۔ لگ رہا تھا ابھی غصے کی شدت سے میرا دماغ پھٹنے لگے گا۔ مجھے سمجھ نہیں آتا کیوں اسے اتنا سوچتا ہوں، تنگ کرتا ہوں؟ اسے سوچتے میں بھی اس جگہ چلا آیا جہاں اس کا چلتا پھرتا وجود تھا۔ کار سے نکل کر مہوش کی تلاش میں کیفے ٹیریا کی جانب چلا آیا لیکن وہاں حجاب تاثیر کو ہنستا مسکراتا، سموسہ کھاتا دیکھ کر میرا خون گرم ہو گیا۔ لمحوں میں اس کے سر پر جا پہنچا اور اپنے لفظوں سے اسے اس کی اوقات یاد دلا دی۔ میں اسے مسکراتا دیکھ کر اس قدر پاگل ہو چکا تھا کہ لفظوں کے تیر کب اس کے باپ کا رخ کر گئے مجھے اندازہ نہیں ہوا۔

لیکن اس کے بعد حجاب تاثیر کے لفظوں نے میرا وجود مٹا دیا۔ میں جو "خاص" تھا، اس کی نظر میں گندگی کا ایک ڈھیر تھا۔ اس کی ریجیکشن نے مجھے اتنی تکلیف نہیں دی کیونکہ مجھے تکلیف دادی کی انسلٹ سے ہوئی تھی۔ ریجیکشن تو حجاب تاثیر کے لفظوں نے مجھے آج بتائی۔ مجھے

میری اوقات یاد دلائی کہ اس کی انگلی برابر بھی نہیں ہوں۔ وہ پاک ہے، میں ناپاک۔ وہ فرشتہ ہے تو میں شیطان۔

وہ مجھے اس قدر گرا چکی تھی کہ مجھ میں نظریں اٹھانے تک کی ہمت نہیں تھی۔ وہاں سب لوگوں کی نظریں مجھ پر تھیں اور میں شرمندگی کے باعث سر نہ اٹھا سکا۔ شرمندگی مجھے اپنی لفظوں پر نہیں بلکہ اس کے لفظوں سے ہو رہی تھی کیونکہ وہ سچ تھا۔ کڑوا سچ لیکن اس سچ میں حجاب تاثیر کا غرور بھی جھلک رہا تھا اور اسی غرور نے مجھے مجبور کیا شیطان بننے پر۔ میں دوغلہ، منافق، گنہگار بقول اس کے پھر دوبارہ گناہ کرنے میں شرم کیسی؟ میری نظریں جیت کی خوشی میں اٹھیں اور اگلے ہی لمحے میں نے اسے بے نقاب کر دیا وہ کیفے ٹیریا میں فرنٹ چیئر پر بیٹھی تھی۔ اسکا چہرہ میری طرف تھا۔ سب نے اسے بے نقاب ہوتے دیکھا لیکن کسی نے اسے بے نقاب نہیں دیکھا۔ میں ابھی اس کا چہرہ حفظ بھی نہ کر پایا تھا کہ اس کے پڑنے والے تھپڑ نے مجھے وحشی درندہ بنا دیا اور میں عزت کا دعویدار لٹیرا بن بیٹھا۔ اس تھپڑ نے میرے صبر کا پیمانہ لبریز کر دیا۔ میں پاگل ہو گیا تھا۔

وہاں سے نکلتے ہی ڈیڈ کے مینیجر کو کال کر کے اسے اغوا کرنے کا کہا کیونکہ میں اس کا غرور مٹی میں ملانا چاہتا تھا۔ عزت کا غرور، نیکی کا غرور، اس عزت دار خاندان کو بے عزت کرنا چاہتا تھا۔ اس کے لفظوں نے مجھے گھائل کیا۔ اس کی زبان نے مجھے کافر کہا۔ میں اسے اسی کی زبان کے دیے زخم لوٹا رہا تھا۔ اسی کے لفظوں سے اسے مات دے رہا تھا۔ اس کا استعمال کر کے اسے رسوا کرنا چاہتا تھا لیکن کہتے ہیں نا دعا۔ بس دعا کیا کر جائے پتا نہیں چلتا پھرتا انسان بس اس کی قدرت کے کرشمے دیکھتا رہ جاتا ہے اور دعا سے ہوا وہ معجزہ انسان کو موت کے منہ سے زندہ لے آتا ہے۔

نہ جانے کون میرے حق میں دعائیں کرتا ہے
میں ڈوبتا بھی ہوں تو سمندر اچھال دیتا ہے

ماں باپ کی دعائیں تھیں کہ عزیزوں کی میں نہیں جانتا لیکن جب بے نقاب کرنا چاہا نہیں ہوئی، بے عزت کرنا چاہا نہیں ہوئی۔ کیا اس کا نقاب کرنا خدا کو پسند تھا؟ کیا وہ بہت نیک تھی؟ یا اس کا جسم ڈھانپنا اسے ہر کسی سے محفوظ رکھتا ہے؟ میں ہر بار اس سے ہارا تھا اور اس دن بھی میری گھٹیا سوچ نے مجھے برباد کر دیا اور اس ایکسیڈنٹ نے مجھے گناہ سے بچا لیا کیونکہ وہ میری محرم بننے والی تھی۔

میری دھمکی نے ڈیڈ کو نڈھال کر دیا۔ وہ تاثیر انکل کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے لیکن میری ضد نے انہیں اس معاملے سے دور کر دیا۔ تاثیر انکل کو دھمکی دے کر مجھے یقین تھا کام بنے گا۔ میری ضد تھی اسے پانا۔ میں حاصل کرنا چاہتا تھا اسے اور اس ضد، انتقام نے مجھے اس قدر اندھا کر دیا کہ مجھے اس نیک انسان کا وہ آنسوؤں سے بھرا چہرہ نہ دکھا۔ میں ہنسا تھا ایک باپ کے سامنے اس کی بیٹی کو رسوا کرنے کی دھمکی دی تھی۔ میرا دل ایک پل کو نہیں کانپا۔ خوفِ خدا میرے دل سے نکل چکا تھا۔ میں وہاں انکی حالت دیکھ کر قہقہہ لگا رہا تھا بغیر یہ جانے کہ انکی سسکیاں خدا تک پہنچ رہی تھیں۔

☆.....☆.....☆

اس نیک شخص کو روتا چھوڑ کر میں ڈیڈ کے ساتھ گھر آ گیا۔ میری پوری کوشش تھی کسی کو ایکسیڈنٹ کا پتا نہ لگے۔ میں کسی سے بھی جھوٹ بول سکتا ہوں، اپنا غم چھپا سکتا ہوں لیکن وہ ہستی مہوش نہیں ہو سکتی۔ میں اپنے روم میں آ کر لیٹا ہی تھا کہ مہوش آ گئی۔ میرے سر پر پٹی دیکھ کر وہ رونے لگی۔ میں سر تھام کر رہ گیا۔ ان لڑکیوں کو بس موقع چاہیے۔

''مہوش یار، کچھ نہیں ہوا۔ جتنا تم رو رہی ہو اتنا میرا سر درد مزید بڑھ رہا ہے۔'' مہوش کا رونا میری برداشت سے باہر تھا۔ میں نے ہمیشہ کوشش کی ہے اسے ہر تکلیف سے دور رکھوں اور وہ خود رو کر مجھے مزید تکلیف دے رہی تھی۔

''یہ حجاب کی وجہ سے ہوا ہے نا؟ آئی وِل کل ہر۔'' وہ کسی بھوکی شیرنی کی طرح چیخی۔ اس کی سرخ روئی روئی آنکھیں دیکھ کر میرا دل کٹ رہا تھا۔

''اسٹاپ کرائینگ! میں بالکل ٹھیک ہوں۔ دیکھو ورنہ ایک دن میں ڈسچارج ہو کر یہاں نہ بیٹھا ہوا ہوتا۔ بس ہاتھ میں لگی ہے اور یہ ہلکی سے سر پر۔''

''یہ میرے سوال کا جواب نہیں۔'' مہوش کی سرخ آنکھیں حجاب کے خون کی پیاسی لگ رہی تھیں۔

''اللہ ان عورتوں کی دشمنی سے ہم مردوں کو بچائے۔'' بے ساختہ مہوش کی حالت دیکھ کر میرے دل سے دعا نکلی۔ ہم دونوں کی جان تھی ایک دوسرے میں لیکن اس وقت لگ رہا تھا کوئی تیسری ہمارے بیچ آ گئی ہے کیونکہ حجاب کے خلاف میں مہوش سے کچھ غلط نہیں سننا چاہتا نہ بتانا چاہتا ہوں اور ایسا کیوں تھا میں خود انجان تھا۔

''اس کی وجہ سے نہیں ہوا۔''

''پھر؟'' اب بھی مہوش کا لہجہ سخت تھا۔ نجانے کیوں میں اس سے نظریں چرا گیا۔ اس وقت مجھے لگا مہوش مجھے مجھ سے زیادہ جانتی ہے۔

''میری لاپروائی کی وجہ سے ہوا ہے۔ کافی ملے گی، سر میں شدید درد ہو رہا ہے۔'' نجانے کیوں میں بھاگ رہا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا مہوش اس سے مزید نفرت کرے۔

مہوش مجھے کھا جانے والی نظر سے نوازتی جانی لگی کہ میں نے ایک سوچ کے تحت اسے پکارا۔

”مہوش! اپنا فون دینا ایک ارجنٹ کال کرنی ہے میرا فون اس حادثے میں شہید ہو گیا۔“

مہوش نے کاٹ دار نظر سے مجھے نوازتے اپنا فون احسان جتانے والے انداز میں میری گود میں پھینکا۔ میں نے جلدی سے اس کے فون سے حجاب کا نمبر نکالا۔ مجھے یقین تھا اگر تاثیر انکل مان بھی گئے تو حجاب بی بی نے کانٹا ضرور بننا ہے یا زبان سے شہد اگل کر باپ کو بلیک میل کرنا ہے اس لیے میں نے اس محترمہ کا ایک دفعہ دماغ ٹھیک کرنے کا سوچا تا کہ وہ اپنی زبان کچھ دنوں تک بند رکھے۔ میرے نمبر سیو کرنے کے کچھ دیر بعد مہوش آ گئی۔ کافی بیڈ کارنر پر رکھ کے موبائل لے کر چلی گئی۔

میں ابھی سکون سے لیٹا بھی نہ تھا کہ فون رنگ ہوا۔ میں نے بے دلی سے نمبر دیکھا تو حجاب نام دیکھ کر میری آنکھوں کو یقین نہ آیا۔ فون الٹ پلٹ کر دیکھا کہیں مہوش کا فون تو نہیں پھر جلدی سے اپنی بے عقلی پر ماتم کر کے جھٹ سے فون اٹھایا۔ کہیں وہ مغرور حسینہ کاٹ ہی نہ دے۔

وہ مجھ سے ڈیل کر رہی تھی۔ اسے اس طرح بے بس دیکھ کر میری رگ رگ میں سکون کی لہریں دوڑ اٹھیں لیکن اس کی شرط فہیم احمد کے متعلق سن کر مجھے حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔ وہ رپیسٹ تھا؟ اور حجاب کو انصاف چاہیے تھا؟ یہ سن کر میں خدا کے انصاف پر ہنسا تھا۔ ایک انسان اسے برباد کرنا چاہتا ہے بغیر یہ جانے کہ خدا تو پہلے ہی اس شخص کو اس کے انجام تک پہنچا چکا ہے۔ میرا دل اس پل واقعی چاہا سجدے میں گر جاؤں۔ اپنی یہ خواہش حجاب کو بھی بتائی لیکن یاد آیا میں قابل نہیں کہ اس کے سامنے سر بھی اٹھا سکوں۔ مجھ جیسا شرابی شاید اس کے پاک گھر (مسجد) میں قدم رکھنے کے بھی لائق نہیں۔

کبھی کبھی بہت ڈرتا ہوں۔ اگر موت آ جائے تو؟ میرا کوئی عمل، کوئی نیکی ایسی نہیں جو مجھے

جہنم کی آگ سے بچا سکے لیکن یہ بھی سچ ہے خود کو گناہ کی اس ندی میں سر تک ڈوبا ہوا پایا ہے کہ اب رہ رہ کے میری سانس اٹکنے لگتی ہے لیکن ہمت نہیں کہ اس کی بارگاہ میں حاضری لگاؤں ۔ڈر لگتا ہے اس سے، اپنے اعمال سے، گناہ میں ڈوبے اپنے وجود سے۔

''ایک گھنٹے کے اندر اس کی پیدائش سے لے کر اب تک کی ساری انفارمیشن کی خبر دو مجھے اور یہ بیویوں کی طرح ہر بات میرے ڈیڈ کو بتانے کی ضرورت نہیں۔آئی سمجھ؟ کام پر لگو۔'' ڈیڈ کے مینیجر کو فہیم احمد کی انفارمیشن کلیکٹ کرنے کا کہا جو دو گھنٹے بعد اس نے مجھے دی۔

رانیہ کا ریپ فہیم احمد نے کیا تھا۔اس کی فیملی انصاف کے لئے آخری وقت تک لڑتی رہی لیکن کسی گواہ اور ثبوت کے نہ ہونے کی وجہ سے کیس بند کر دیا گیا۔فہیم احمد کی کمزوری عورت ہے۔ ہر بار جاب سے اسے اپنی انہی حرکتوں کی وجہ سے نکالا جاتا۔عورت ہو یا بچی اس نے کسی پر رحم نہیں کیا لیکن مجھے حیرانگی اس کی ہسٹری جان کر نہیں ان بے حس لوگوں پر ہوئی جو اس شیطان کی رگ رگ سے واقف ہو کر بھی گواہی دینے نہیں آئے اور ان سب میں وہ ہستی بھی شامل تھی جسکی میں نے سب سے زیادہ عزت کی ہے۔

''کیا زندگی ہے آپ کی پھوپھا جی؟ سیم کتوں والی۔منسٹر کا پالتو کتا بھی آپ جیسی زندگی گزارتا ہے۔بس بھونکنے پہ دو وقت کا کھانا نصیب ہوتا ہے۔'' میں اسی رات گاؤں چلا آیا۔ اس شیطان کو دیکھ کر میرا خون کھول اٹھا۔کتے سے بدتر موت کا حق دار ہے یہ۔میں اس کے سامنے ہی ٹیبل پر ٹانگ رکھے بیٹھا تھا اور وہ سرونٹ کوارٹر میں چھپ کر شراب پی رہا تھا۔بار بار اس کی نظریں دروازے کی طرف اٹھتیں کہ کوئی آ نہ جائے۔

''کی۔کیا۔بک۔بکواس ہے۔'' وہ سرخ ہوتی آنکھوں سے مجھے دیکھتا تیز لہجے میں بولا۔

''تمیز سے بات کر حرامی کتے۔تو جو یہاں بیٹھ کر یہ شراب پی رہا ہے نا یہ میرے دادا کے

پیسوں کی ہے۔ وارث ہوں میں اس خاندان کا۔ میرے سامنے زبان چلائی نا تو تجھے اٹھانے والے تیری ہڈیاں ڈھونڈتے رہیں گے۔" میری دھاڑ کوارٹر کے باہر تک جا رہی تھی کیونکہ چوکیدار اندر آ کر مجھے دیکھ کر واپس چلا گیا تھا۔

"سن۔ سنا۔ ہے۔ شریف خاندان کے اکلوتے بیٹے ہو۔"

میری رگوں میں دوڑتا خون کسی لاوے کی طرح ابلنے لگا۔ اس شیطان کو ہنستے دیکھ میں آپے سے باہر ہو گیا۔ وہ میرے ماں باپ کا حوالہ دے رہا تھا میرا سر پھٹنے لگا۔ لگ رہا تھا سر پر بندھی پٹی سے خون نکلنے لگے گا۔ اس پر جھپٹ کر میں اسے لاتوں سے پیٹنے لگا تبھی کسی نے میرے بازو کو تھام کر مجھے روکا۔

"دور ہٹ وحشی، کیا بگاڑا ہے انہوں نے جو تم سب پیچھے پڑ گئے ہو انکے، شرم نہیں آتی تجھے؟ تو دیکھ صبح ہونے دے ابا جی سے کہہ کر تیرا یہاں آنا بند کرا دوں گی۔" پھپھو روتے ہوئے مجھے کوس رہی تھیں۔ ساتھ زمین پر نڈھال شوہر کو اٹھا رہی تھیں۔ میں اس شیطان پر سو لعنت بھیج کر اپنے کمرے میں آ گیا جو دادو نے صرف میرے لئے بنوایا تھا۔ یہاں کسی گھر کے افراد کو سونے کی اجازت نہیں۔ میرے جاتے ہی یہ کمرہ بھی دادو لاک کروا دیتیں۔

صبح سب سے پہلے اٹھ کر میں نے رات کا انتظام کیا۔ پھپھو کا موڈ آف تھا لیکن انہوں نے دادا سے کچھ نہ کہا۔ صفدر فہیم احمد کا خاص آدمی تھا جو اسے پل پل کی خبر دیتا اور ہر ہفتے کی رات اس کے لئے خاص اہتمام کرواتا۔ اسی موقع کا فائدہ اٹھا کر میں نے اپنے دوست عباس کو کال کی جس کی ڈیوٹی آج کل اسی گاؤں میں لگی تھی۔ پورا دن بس میں نے رات کی تاریکی کے انتظار میں گزارا اور فہیم احمد کے گھر سے نکلتے ہی عباس کو کال کی۔

کچھ ہی گھنٹوں بعد دادا، تایا، چچا، پھپھو سب ہال میں جمع تھے۔ صفدر نے آ کر انہیں اطلاع

دی کہ فہیم احمد جیل میں ہے۔ دادا کا جلال کسی طور کم نہیں ہو رہا تھا۔ جب انہیں پتا چلا ایک ہوٹل میں پولیس نے ریڈ کیا ہے جہاں سے فہیم احمد ایک لڑکی سمیت برآمد ہوا ہے۔ تفتیش کے بعد پتہ چلا کہ اس نے کثیر مقدار میں ڈرگز لی ہے۔ اس کے بعد دادا نے اپنی آدمیوں سے اس کی ایک ایک خبر نکلوائی لیکن زیادہ محنت کی ضرورت نہیں پڑی۔ دادا کو میں نے ڈائریکٹ صفدر سے پوچھنے کا کہا اور اس نے بھی جان لیا اب غلام کس کا رہنا ہے؟ اور ڈرگز کے دھندے سے لے کر عیاشی کا ایک ایک کچا چٹھا سب کے سامنے کھول دیا۔ میری نظروں کا مرکز پھپھو تھیں۔ آج شاید انہیں اپنی زندگی کے گزرے ماہ و سالوں کا افسوس ہو رہا ہوگا جو ایک ایسے انسان کے لئے وقف کر دیے جس نے انکی دی قربانیوں کا ناجائز فائدہ اٹھایا۔

دادا نے وہیں اس سالوں کے رشتے کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا اور ساتھ فہیم احمد کی طرف سے ملا معافی نامہ بغیر پڑھے پھینک دیا۔ پھپھو کو ابھی مزید شرمندہ ہونا تھا پولیس گھر تک چلی آئی دادا نے انہیں دیکھتے ہی صاف کہا فہیم احمد سے ہمارا کوئی رشتہ نہیں۔ رات کی اس تاریکی میں دادا کا کوئی سورس بھی کام نہ آسکا اور گھر پر پولیس نے تلاشی شروع کر دی۔ وہ سرچ وارنٹ لے کر آئے تھے دادا یقیناً اسی سوچ میں ہونگے کہ آخر وہ اتنے بے خبر کیوں رہے؟ دادا کو ایک بات معلوم نہیں تھی۔ کہتے ہیں انسان پریشانی میں دماغ سے کام لے تو ہر مشکل آسان لگتی ہے۔ دادا ہو یا میرے چچا، کسی نے بھی سرچ وارنٹ پڑھا تک نہیں ورنہ میرا ایئر پولیوشن پر اسائنمنٹ دیکھ کر مجھے (اکلوتے وارث) کو جائیداد سے بے دخل کر دیتے۔ یہ اچانک ہی مجھے اپنے ڈراز سے ملا جو پانچ سال پہلے بنا کر یہیں بھول گیا تھا اور اسی سے مجھے بلیک منی نکلوانے کا آئیڈیا آیا جو بیشک رسکی تھا۔ خیر گھر کی چھان بین سے تو کچھ ہاتھ نہ آیا لیکن پھپھو کے روم سے نوے لاکھ برآمد ہوئے جسے دیکھ کر سب کی سوالیہ نظریں پھپھو پر تھیں جو شاید خود انجان

تھیں۔ پولیس کی ریڈ کے بعد سب ہی کمروں میں گم ہو گئے۔ کسی نے پھپھو سے کوئی بات نہیں کی۔ بس دادا نے طلاق کا حکم سنایا جسے پھپھو نے تابعداری سے مانا۔ شکر ہے دادو شہر میں تھیں ورنہ ضرور دادا کو بولتیں ایک اور موقع دو۔ مجھے یقین تھا انکے آنے سے پہلے دادا پھپھو کو طلاق دلوا دیں گے۔

کچھ دیر بعد میں پھپھو کے پاس چلا آیا جو اپنی وہیل چیئر پر بیٹھیں بیٹی کو پانی پلا رہی تھیں۔ وہ ایک اسپیشل بچی تھی جو فہیم احمد اور پھپھو کی آنکھوں کا تارا تھی۔

"پھپھو! ساری زندگی آپ نے خدا سے اپنے شوہر کی بخشش کے لئے دعا کی۔ کاش اس کی ہدایت کے لئے کرتیں، یقین جانیں کوئی میرے لئے دل سے کرتا اور عمل کرنے کا کہتا ساری زندگی میں اسے سر پر بٹھا کر رکھتا لیکن یہ شخص آپ کے قابل نہیں تھا اور سچ بتاؤں، گناہ کو چھپا کر آپ نے بھی گناہ کیا ہے۔ میں سمجھتا تھا آپ شروع سے عبادت گزار ہیں لیکن یہ نہیں جانتا تھا شوہر کے گناہ کے بعد آپ خدا کے قریب ہو گئیں لیکن صرف اپنی غرض کے لئے۔ خیر آپ ایک گنہگار کو سزا دلوا کر دوسری شادی کر سکتی تھیں۔ آج آپ بھی ایک اچھی زندگی صحت مند بچوں اور شوہر کے ساتھ گزارتیں۔ اللہ سے شکوہ نہ کرنا یہ تنہائی آپ نے خود اپنے مقدر کا حصہ بنائی ہے اور ایک بات کہوں آئی لو یو آلوٹ لیکن اس دن آپ سے نفرت ہو گئی جب پتا لگا عدالت میں آپ نے اپنے شوہر کو بچانے کے لئے ایک پاک عورت پر تہمت لگائی تھی۔ رانیہ کی ماں کو بدکردار کہا تھا اور اس معصوم بچی کو بدکردار ماں کی بدکردار بیٹی کہا تھا۔"

میرے پیچھے وہ سسک سسک کے رو رہی تھیں۔ مجھ میں ہمت نہیں تھی میں انہیں حوصلہ دوں۔ رانیہ اور اس کی ماں کا سن کر میرا مضبوط دل تک کمزور پڑ گیا۔ انصاف کے لئے کیا کیا الزامات برداشت نہیں کیے انہوں نے؟ اور پھپھو عورت ہو کر عورت کو پامال کیا۔ کیا فائدہ ایسی

عبادتوں کا جس کے بندے کو تم لوگ خون کے آنسو رلاتے ہو؟ آج بھی میرے دل سے اس ماں کے لئے دعا نکلتی ہے جس نے رو رو کر انصاف مانگا ہوگا۔ اس پورے واقعہ سے مجھے ایک بات سمجھ آئی، امیر عزتیں بیچ کر بھی اس دنیا میں سینہ تان کے گھوم رہے ہیں اور غریب اپنی ہی عزت بچانے کے چکر میں مارے مارے پھرتے ہیں۔

اگلے دن میں خوشی خوشی اس کے گھر پورے باراتی لے گیا لیکن حجاب تاثیر کے جھوٹ نے مجھے ایک بات سمجھا دی۔ کتنی ہی نمازی ہو لیکن خود پر بات آئی تو جھوٹ بولنے سے بھی گریز نہیں کریگی۔ لیکن مجھے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی۔ اس کے ماں باپ نے خود ہی ہمارا نکاح کر دیا جسکے بعد میں سینہ تان کر اس کے کمرے میں حق سے آیا تھا۔ آخر میرا بھی تو کمرہ ہے۔ میں وہاں اسے تپانے گیا تھا، احساس دلانے کے اب وہ اب میری بیوی ہے۔ حق رکھتا ہوں اس پر لیکن اس کے لفظوں نے ایک بار پھر میرے زخموں پر نمک چھڑک دیا۔

اس سے ملنے کے بعد، اپنانے کے بعد اس دن بہت دنوں بعد میں پرسکون نیند سویا۔ رات بھر یہ احساس مجھے ایک خوبصورت دنیا میں لے گیا کہ وہ صرف میری ہے۔ میری اندھیری دنیا میں وہ روشنی بن کر آئی ہے۔ اس کا احساس ہر پل میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر دیتا اور اس سے اگلے دن سب کی حیران نظریں مجھ پر تھیں۔ آج سے پہلے سویرے اٹھا ہی کہاں ہوں؟ موم، ڈیڈ اور مہوش تینوں دبئی جا رہے تھے۔ نو بجے کی انکی فلائٹ تھی۔ مجھے اس طرح بار بار مسکراتا اور صبح سویرے اٹھتا دیکھ کر دادو نے پریشانی کے عالم میں اپنا ہاتھ میری پیشانی پر رکھ کے بخار چیک کیا۔

"ملیریا تو نہیں ہو گیا۔" مہوش نے اپنی رائے دی۔ میں خاموشی سے ناشتہ کرتا رہا۔ ساتھ دادو کی گھورتی آنکھوں کو برداشت۔

''ملیریا میں انسان مسکراتا ہے۔'' دادو نے مجھے غور سے دیکھتے مہوش سے پوچھا۔ حد ہے بندہ اب ہنسے بھی نا؟ میں انہیں کیا کہتا خاموش بیٹھا رہا۔

دونوں آپس میں ایک دوسرے کو رائے دیتی رہیں جبکہ میری نظریں ایک پل کو سامنے اٹھیں تو موم مجھے ہی دیکھ رہی تھیں۔ انکے ہونٹوں پر نرم سی خوبصورت مسکراہٹ تھی۔ مجھے لگ رہا تھا جیسے مجھے دعا دے رہی ہوں ایسے ہی خوش رہو۔ انہیں دیکھ کر میرا اچھا خاصا موڈ خراب ہو گیا۔ میں سینڈوچ ادھورا چھوڑ کر گھر سے ہی نکل گیا۔

☆.....☆.....☆

''نہیں ضرورت مجھے انکی دعا کی۔''

دل کی بے چینی بڑھ گئی۔ وہ میری خوشی میں خوش تھیں لیکن میں انہیں خوش دیکھ کر اپنی خوشی بھول گیا۔ کتنا اچھا ہوتا کہ میری وہ ماں ہوتیں جنہیں میں اپنا کل کا کیا کارنامہ بھی سناتا۔ اگر وہ میری وہ ماں ہوتیں تو کیا میں ایسا ہوتا؟ میں بے خیالی سے ڈرائیو کرتے نجانے کن راستوں پر نکل پڑا۔ میری سوچیں بس موم کے گرد گھوم رہی تھیں۔ موم کی وہ ہنسی میرا دل بند کر رہی تھی۔ کاش میں ذہن کے اس حصے سے وہ یاد مٹا سکتا۔ وہ لمحہ ان تقدیر کے پنوں سے پھاڑ کے پھینک سکتا۔ یا، کاش وہ سب نہ دیکھتا۔ کاش میں انجان رہتا۔ کاش۔

میرا مجرم اور کوئی نہیں بس میری ماں ہے کاش، کاش بس ڈیڈ انوالو ہوتے۔ میری موم نہ ہوتیں۔ میں بڑا ہو کر انکے لئے دنیا کی ہر دولت کماتا۔ دن رات محنت کرتا۔ دنیا انکے قدموں میں لا کر رکھتا لیکن وہ انتظار تو کرتیں۔ میں نے ہونٹ بھینچ لئے۔ انکی سوچیں میری آنکھیں نم کر دیتیں۔ میں نے کار ریورس کی۔ کچھ دیر بعد میں ابریش کے گھر کے باہر تھا۔

''واٹ آ پلیزینٹ سرپرائز۔'' ابریش مجھے دیکھتے ہی خوشی سے گلے لگی۔

''اسٹاپ اٹ۔ نفرت ہے مجھے چپکو لڑکیوں سے۔'' میں لاپروائی سے کہتا اس کے بازو کو جھٹک کر بیڈ پر بیٹھ گیا۔ گھر کا پچھلا دروازہ ڈائریکٹ ابریش کے روم میں کھلتا۔ میں ہمیشہ وہیں سے اندر آتا۔ روم کی حالت اور ابریش کا سراپا صاف ظاہر کر رہا تھا وہ میری کال کرنے پر اٹھی ہے۔ بیڈ پر ابھی تک تکیہ، چادر اور بلینکٹ بے ترتیبی سے پھیلے پڑے تھے۔

''اچھا کلب میں تو بڑے مزے سے ڈانس کرتے ہو۔'' ابریش نے مجھے گھوری سے نوازا۔

''تم خود کو ڈھانپتی کیوں نہیں۔ اتنے چھوٹے کپڑے کیوں پہنتی ہو؟'' اس کی باتیں غیر دماغی سے سنتے میں اس کے کپڑوں کو دیکھتے ہوئے بولا جو گھٹنوں سے بمشکل نیچے تک آتے۔ وہ ہمیشہ ایسے لباس پہنتی، آج اچانک مجھے ایسے ہی اس کے کپڑوں کا خیال آ گیا۔ اسے دیکھ کر حجاب کا خوبصورت سراپا میری آنکھوں کے سامنے لہرایا۔ ابریش جو بالوں کا جوڑا بنا کر اب واش روم کی طرف جا رہی تھی الٹے قدم پیچھے مڑ کر میری سامنے آ کھڑی ہوئی۔

''میرے باپ نے آج تک مجھے اس بات کا طعنہ نہیں دیا اور تم۔ خیر یہ مردوں کی سوچ ہے جو اپنے نفس پر قابو نہیں پا سکتے۔'' لہجے میں جھلکتا غصہ اور طنز صاف میری طرف اشارہ کر رہا تھا۔ میری آنکھوں میں دیکھتے وہ مسکرا رہی تھی جیسے چیلنج کر رہی ہو۔ میں اسے افسوس سے دیکھتا اٹھ کھڑا ہوا۔ نجانے کیسے ایسے ماحول میں آج تک سانس لیتا رہا ہوں؟ میری بے سکونی کا حل کسی کے پاس نہیں۔

''کہاں جا رہے ہو۔ رکو، میں فریش ہو کر آؤں پھر ساتھ ناشتہ کرتے ہیں۔'' ابریش نے میرا بازو پکڑ لیا۔

''میں کر کے آیا ہوں۔ گڈ بائے۔'' میں نے ایک نظر اسے دیکھا پھر نرمی سے اس کا بازو ہٹا

کر اس کے گھر سے نکل آیا۔ میرے پیچھے وہ آوازیں دیتی رہی، میں ان سنا کر گیا۔

گھنٹوں سڑکوں پر آوارہ گردی کرنے کے بعد میں نے بالآخر حجاب کے نمبر پر کال کی۔ فون حجاب کی ماں نے اٹھایا۔

"السلام علیکم، بیٹا کیسے ہو دوبارہ آئے ہی نہیں۔ ہمیں خدمت کا موقع بھی نہیں دیا اب تو داماد ہو ہمارے۔"

انکا محبت بھرا لہجہ مجھے شرمندہ کر گیا۔

"بس آنٹی۔ وعلیکم السلام سوری، عادت ہی نہیں سلام کی۔ آنٹی! آپ کی اجازت ہو تو میں حجاب کو شوپنگ کرانے لے جاؤں۔" یہ سچ تھا آج تک باپ سے بھی اجازت نہیں لی۔ بس حکم سنایا ہے لیکن یہ بھی سچ ہے فون کے اس پار موجود ہستی قابل احترام ہے جو خود اپنی عزت کرانا جانتی ہو۔

"ہاں بیٹا ضرور، وہ آپ کی ہی امانت ہے ہمارے پاس۔ بیٹا برا نہ مانو تو ایک درخواست ہے، حجاب کے پچھلے رویے کو بھلا دینا۔ وہ زبان کے معاملے میں بیوقوف ہے۔ نجانے کہاں سے زبان چلانا سیکھ گئی لیکن بیٹا وہ دل کی بری نہیں۔ جو دل میں ہے وہی زبان پر ہے۔ وہ سمجھتی ہے سب کو انکا اصلی چہرہ دکھا رہی ہے لیکن اسے معلوم نہیں، زبان سے نکلے الفاظ کب اس کے لیے امتحان بن جاتے ہیں۔ بیٹا، تم اسے جانتے ہو، سمجھتے ہو۔ میری گزارش ہے۔ ہو سکے تو اسے سمجھانا۔ بھلے ڈانٹ کر ہی۔ کم سے کم وہ نقصان سے تو بچے گی اور اس کی باتیں درگزر کر دینا۔ غصہ میں اسے خود نہیں پتا وہ کیا بول جاتی ہے۔" انکے لہجے سے جھلکتی پریشانی مجھے صاف محسوس ہوئی۔

"آنٹی! آپ پریشان نہ ہوں وہ میری ذمے داری ہے۔ جیسے آپ کے گھر راج کرتی

ہے ویسے ہی میرے دل پر حکمرانی کریگی۔آپ اسے بھیج دیں میں ویٹ کر رہا ہوں۔'' میں نے کہہ کر فون رکھ دیا۔میرے الفاظ مجھے خود اجنبی لگے۔اس دل و دماغ کی جنگ میں ہمیشہ دل جیتا ہے۔دماغ نے چال چلنی بھی چاہی تو اس دل نے اس چال کو ناکام بنا دیا۔اور آج اس دل نے ہی ایک ماں کو پرسکون کر دیا۔

میں اس کے گھر کے باہر کار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا تبھی وہ مغرور حسینہ میری طرف آتی دکھائی دی۔میرا بگڑا موڈ یکدم ٹھیک ہو گیا لیکن میں اس کے نقاب میں چھپے چہرے سے بھی اس کی ناگواریت کا اندازہ اچھے سے لگا سکتا تھا۔باقی اس کے غصہ بھرے لفظوں نے یقین کروا دیا۔میں نے فہیم احمد کا پورا قصہ اس کے گوش گزار کر دیا پھر اسے ایک بوتیک میں لے آیا لیکن اس کی بیزاریت دیکھ کر میرا اچھا خاصا موڈ خراب ہو گیا۔میں اس کے لئے اس کی پسندیدہ ڈریسز خریدنا چاہتا تھا لیکن اس کا منہ بنا دیکھا۔میں نے خود اپنی پسند کا جوڑا خریدا اور اسے اس کے گھر چھوڑ کر چلا آیا۔

ہر بار وہ مجھے ایک نئی اذیت سے نوازتی۔میں اس کی ماں سے وعدہ تو کر چکا تھا پر نبھاؤں گا کیسے؟ میں گھر آتے ہی دادو کے روم میں آیا۔میں جلد از جلد اسے اس گھر میں لانا چاہتا تھا اور میری بیوقوفی ابھی تک دادو کو کچھ نہیں بتایا۔میں کافی دیر انکے پاس بیٹھا رہا پھر موم ڈیڈ کے آتے ہی رات ڈنر کے وقت سب کو اپنے نکاح کے بارے میں بتایا۔موم ڈیڈ نے خاص ریکٹ نہیں کیا لیکن مہوش کے چہرے پر جیت کی خوشی دیکھ کر میں نے اگنور کیا۔میرا ارادہ ضرور تھا اس سے بدلہ لینے کے لئے شادی کرنا لیکن اس کی ماں کی باتیں سن اور حجاب کا رویہ دیکھ کر میں سمجھ گیا وہ ایسی ہے نہیں بس فہیم احمد کے واقعہ کے بعد اس نے خود کو پتھر بنا لیا ہے۔

اگلے دن دادو میرا سر کھا گئیں کہ حجاب کو لے آؤ۔بس ایک دفعہ اس سے ملنا ہے۔دادو

حجاب کے اس رویہ کے بعد پھر کبھی اس سے ملی نہیں اور نکاح کی خبر نے تو انہیں پھر سے جوان کر دیا۔ انہوں نے صاف میرے منہ پر کہہ دیا۔ حجاب خود سے کہے گی تبھی یقین آئے گا۔ سب سے زیادہ خوشی انہیں ہی تھی۔ انہیں خوش دیکھ کر میری خوشی بھی دوگنی ہوگئی۔ میں نے فوراً سے حجاب کو کال کی لیکن ایک بار پھر اس نے میرا دل توڑا۔ اسے میرا ساتھ قبول نہیں؟ میں اس کے لئے شرمندگی کا باعث بنتا ہوں؟ ہمارا نکاح اسے ایک کڑوا گھونٹ لگتا ہے جسے آج تک وہ ہضم نہیں کر پائی؟ کون شوہر ہوگا جسے ہر بار اپنی ناقدری قبول ہوگی۔ نجانے کیوں یہ لڑکی میرے دل سے نہیں اترتی۔ ہر بار کٹھور رویہ رکھنے کے بعد بھی اس کا مقام آج تک دل میں وہی ہے۔ لیکن اب وہ اس مقام سے گر بھی جائے تو مجھے فرق نہیں پڑتا شاید پتھر سے سر پھوڑا ہے میں نے؟

پہلی دفعہ اس دن میں نے دادو کی خوشی کے لئے جھوٹ کا سہارا لیا۔ میں جو آج تک موم ڈیڈ، ٹیچرز کے سامنے دھڑلے سے سچ بولتا رہا ہوں بغیر کسی ڈر و خوف کے آج انکا دل دھکنے کے ڈر سے جھوٹ بولا کہ اب شادی سے پہلے ملنا ممکن نہیں اور یہ آرڈر حجاب کی ماں کی طرف سے ہے۔

اس کے بعد دن پَر لگاتے اڑ گئے۔ گاؤں سے پوری فوج ہمارے گھر آ گئی۔ دادا نے میری دیدہ دلیری پر ڈانٹنے کے بجائے مجھے داد دی۔ مجھے لگا تھا میرے اس خفیہ نکاح پر ڈانٹ پڑنے والی ہے لیکن یہاں تو شاباشی مل رہی تھی۔

پھپھو نہیں آئی تھیں لیکن باقی تمام افراد آئے۔ اس خوشی میں شریک ہونے آئے تھے۔ بعد میں، میں نے چچی کی غیر موجودگی محسوس کر کے دادو سے پوچھا تو انہوں نے بتایا وہ وہاں گاؤں میں پھپھو کی وجہ سے ٹک گئیں۔ میری شادی میں مجھ سے زیادہ پر جوش دادا تھے۔ مہندی

والے دن باقاعدہ اسٹیج پر آ کر انہوں نے ڈانس کیا۔ مہوش بھی خوشی سے ہر رسم میں حصہ لے رہی تھی۔ سب خوش تھے۔ میرے علاوہ شاید میں بھی خوش تھا لیکن حجاب کی باتیں رہ رہ کر میرا موڈ خراب کر دیتیں۔ بارات والے دن دادا کو ارجنٹ نکلنا تھا۔ دو پارٹیوں کی بیچ سخت لڑائی ہوئی تھی اور فیصلے میں انکی شرکت لازمی تھی آخر وہ اس سال الیکشن جو لڑ رہے تھے۔

انہوں نے میرے اور حجاب کے سر پر ہاتھ رکھ کے دعا دی اور چلے گئے۔ انکے جاتے ہی رخصتی کا شور گونجا تو میں حجاب کا ہاتھ پکڑ کے اٹھ کھڑا ہوا۔

ہال کے باہر رک کر حجاب ہچکیاں لے کر رو رہی تھی۔ کبھی باپ سے گلے ملتی تو کبھی چھوٹے بہن بھائی اور ماں سے۔ میں اسے غور سے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ حجاب تاثیر وہ لڑکی تھی جس نے پل پل مجھے حیران کیا۔ آج بھی وہ پوری طرح تیار تھی۔ ہر دلہن کی طرح لیکن اس نے حسن کی نمائش نہیں کی۔ عورتوں کی موجودگی میں بھی اپنے شانے کے گرد خوبصورت بھاری دوپٹہ اوڑھا تھا۔ سر پر الگ دوپٹہ گھونگھٹ کی طرح پہنا تھا۔ وہ اپنے رونے کا مشغلہ پورا کر کے میرے ساتھ کار میں آ بیٹھی۔

اسے دیکھتے ہی میں نے اس کا ہاتھ تھام کر محبت بھری سرگوشی کی جو اسے ناگوار گزری۔ وہ خود کو میری گرل فرینڈز سے کمپیئر کر رہی تھی جو کبھی دوست سے آگے نہیں گئیں۔ اس کی ناگواریت دیکھ کر میں نے اسے کیفے ٹیریا والا واقعہ یاد دلایا۔ بس وہ اتنا کہتی نا کہ میں جلد بازی یا اپنی بیوقوفی میں بول گئی۔ میں اسے اسی وقت معاف کر دیتا لیکن اس کا کہنا تھا میں اسی بے عزتی کے لائق ہوں۔ اگر میں لائق تھا تو وہ بھی اسی کی مستحق تھی۔ میں ہی تھا جو اسے سر پر بٹھا رہا تھا۔ اس کی اوقات نہیں تھی میرا مقابلہ بھی کرے اور اس دن میں نے اس کا کیا عمل اسے لوٹایا۔

وہی ہجوم تھا، وہی ہم تھے، بس فرق تھا جگہ کا اور رشتے کا جو ہمارے مابین بنا۔ میں اسے اس کی دی اذیت سے نوازتا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ مجھے کوئی پچھتاوا نہیں تھا۔ وہ اسی لائق تھی۔ میں نے وہ پوری رات ایک دفعہ پھر ڈرنک کرتے گزاری۔ کتنی عجیب بات ہے وہ پہلا دن تھا جب میں نے ڈرنک نہیں کی۔ ہمارے نکاح والے دن کتنا خوش تھا میں؟ اس کی موجودگی مجھے ہر برے عمل سے بچاتی لیکن آج اسی کے لفظوں نے مجھے واپس میری اندھیری دنیا میں لوٹا دیا۔

ساری رات ڈرنک کرنے کے بعد صبح میری نیند کو موبائل کی بجتی رنگ ٹون نے توڑا۔ فون اسامہ کا تھا۔ وہ رو رہا تھا۔ تاثیر انکل کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ ڈاکٹرز نے سرجری کا کہا تھا۔ وہ بہت ڈرا ہوا تھا۔ الفاظ ہی اس کی زبان سے اٹک اٹک کے ادا ہو رہے تھے۔ شاید وہ اس وقت کوئی بھی بات سمجھنے کی صورت میں نہیں تھا تبھی اس نے مجھے کال کی۔ میں اس کی کنڈیشن سمجھ چکا تھا۔ نوالہ منہ میں بنا کر دینے والا باپ ایک دم سے اس کی ایسی حالت ہو تو کوئی بھی انسان اپنے ہوش و حواس کھو سکتا ہے۔ اسامہ کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ میں نے ڈیڈ کے مینیجر کو کال کر کے پیسوں کا انتظام کرنے کا کہا اور خود فوراً سے ہسپتال جانے کے لئے نکلا۔ کل رات کی کوئی بات میرے ذہن میں نہیں تھی۔ ریش ڈرائیونگ کر کے میں وہاں پہنچا تو آنٹی اور ثنا مجھے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ میں انکی حیرانگی کو اگنور کر کے ڈائریکٹ ڈاکٹر سے جا ملا۔

ڈاکٹرز کا کہنا تھا۔ انہیں دوسری مرتبہ اٹیک ہوا ہے۔ فوراً سرجری کرنی پڑے گی۔ پورا دن میں وہیں رہا۔ رہ رہ کر انکل کا خیال آ رہا تھا اور آنٹی کے سوالات اور جوابات نے مجھے شرمندہ کر دیا۔ پہلا اٹیک انہیں پانچ سال پہلے اپنے ماں باپ کے مرنے پر ہوا تھا اور دوسرا آج حجاب کی پریشانی اور ساتھ بھائیوں کی لالچ نے انہیں بستر سے لگا دیا۔ رخصتی کے بعد تاثیر

انکل کے بھائی ان سے اپنا حق مانگنے آئے تھے۔ بات اس حد تک پہنچ گئی کہ انکا گریبان تک پکڑ لیا۔ یہ سب سناتے انکے آنسو کسی ندی کی طرح بہہ رہے تھے۔ پھر انکے اگلے سوال نے مجھے جی بھر کے شرمندہ کیا۔ انہوں نے مجھ سے حجاب کا پوچھا اور ساتھ یہ گزارش بھی کی کہ اسے نہ بتاؤ۔ وہ جذباتی ہے ان سے لڑنے جا پہنچے گی۔

پورے دن میں پہلی بار مجھے اس کا خیال آیا۔ کل رات کا رویہ اور تاثیر صاحب کی یہ حالت؟ نا چاہتے ہوئے بھی کل کے رویہ پر مجھے خود پر غصہ آیا۔ اگر وہ سیر ہے تو میں سوا سیر۔ دونوں ایک دوسرے کو توڑ دیں گے۔ نہ وہ رکتی ہے نہ میں۔

میں باہر کینٹین سے سب کے لئے جوس، سینڈوچز لے آیا۔ میرے اصرار پر انہوں نے تھوڑا بہت کھایا۔ تین چار گھنٹوں کے بعد پریشانی سے ٹہلنے کے بعد تاثیر انکل کی سرجری کی کامیابی کا سن کر تینوں سجدوں میں گر گئے۔ انکی آپسی محبت دیکھ ایک ہوک سی میرے دل سے اٹھی۔ میں نے آنٹی کو اپنے وکیل سے ملنے کا کہا لیکن وہ تو کیس کا سنتے ہی توبہ کرنے لگیں۔ انکا کہنا تھا ایک فلیٹ ہے جو بہت پہلے تاثیر انکل نے اپنی زندگی بھر کی جمع پونجی سے خریدا ہے۔ وہ بیچ کر انہیں انکا حق دے دیں گے حالانکہ کافی رقم وہ لوگ ان سے ہتھیا چکے ہیں۔

مجھے انکی بات ہضم نہیں ہوئی۔ نقصان دونوں طرف سے انکل کا ہی تھا۔ بھلا زندگی بھر کی محنت یوں لمحوں میں ضائع کرنا صحیح ہے؟

رات ہوتے ہی آنٹی نے زبردستی مجھے جانے کا کہا۔ میں اسامہ اور ثنا کو انکے گھر ڈراپ کر کے اپنے گھر چلا آیا۔ آنٹی کا وہیں رکنے کا ارادہ تھا۔ لاکھ اصرار کرنے پر بھی وہ گھر نہیں گئیں۔

گھر پہنچتے ہی پہلی ٹکر دادو سے ہوئی لیکن میری بے تاب نگاہیں حجاب کو ڈھونڈ رہی تھیں اور جیسے ہی ان نظروں نے اس تلاشِ گمشدہ کی تلاش مکمل کی، ان نگاہوں کو قرار آیا۔ میں اسے لئے

کمرے میں آ گیا لیکن ہم دونوں کی اس تکرار میں وہ میدان چھوڑ کے بھاگ گئی۔ رات بھر میں سلگتا رہا۔

لیکن اگلے دن میں نے سوچ لیا تھا۔ اب یہ چوہے بلی کا کھیل ختم۔ میری بیوی بنتے ہی وہ خود سدھر جائے گی میں نے اسے یقین دلایا تھا اب اس کی عزت کرونگا لیکن میرے چھونے سے اسے کراہت محسوس ہوتی ہے۔ میں اس کی ہر بات ان سنی کرتا، اسے اپنی روح میں بسا چکا تھا۔ ہاں وہ میری ہو چکی تھی۔ ابراز کی صرف ابراز حیات کی۔

لیکن اس سب کے بعد حجاب کا ردِعمل دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ کوئی اس قدر پاگل ہو سکتا ہے؟ وہ مجھے کہہ رہی تھی میں کس گناہ کی سزا میں اس کی زندگی میں آیا ہوں۔ میں اسے بتانا چاہتا تھا میں نے زندگی میں کبھی حرام رشتہ نہیں بنایا لیکن اسے دیکھ کر اس وقت مجھے بس ایک بات یاد آئی، حجاب کی "میں"۔ میں نے اسے احساس بھی دلایا لیکن وہ ہوش میں کہاں تھی۔ لہرا کر میری بانہوں میں آ گری۔

میں اس کا خیال رکھنے لگا۔ اسے تنگ کرتا لیکن حد سے زیادہ نہیں۔ وہی تو میرے گھر آنے کی خوشی بن چکی تھی۔ میں آفس جانے لگا تھا۔ ایک دم سے روٹین شادی شدہ مردوں والی ہو گئی تھی۔ میں خود حیران بھی تھا خوش بھی۔ کہاں عورتوں سے نفرت کرنے والا اب گھر بسا بیٹھا تھا۔

اس دن آفس میں ڈیڈ کی ٹیبل پر ایک کنٹریکٹ کی فائل ملی۔ میں سمجھ تو گیا تھا یہ عام ڈیلنگ نہیں لیکن بات پتا کیسے لگے؟ تب ڈیڈ کے مینیجر کا مجھے خیال آیا۔ اس نے بتایا نکاح والے دن صبح صبح موم اور ڈیڈ مہوش کو لے کر ایک بی سنیس پارٹی اٹینڈ کرنے گئے تھے۔ ایسے کہ مجھے کانوں کان خبر نہ ہو۔ مہوش تک نے مجھ سے جھوٹ بولا۔ وہ پاگل نہیں جانتی تھی اسے ایک ایسی اندھیری کھائی میں دھکیل رہے ہیں جہاں صرف تنہائی ہے وہاں انسان نہیں حیوان ہیں۔

ڈیڈ کے مینیجر سے ہی مجھے پتا لگا اس میٹنگ کا۔ اصل مقصد مہوش کا تعارف کرانا تھا اور مہوش یقیناً خود اس بات سے انجان تھی اور آج رات بھی ایک ڈنر پارٹی ہونی ہے جہاں وہ لڑکا جنید مہوش کو دیکھ کر آخری جواب دیگا۔ ان دونوں کی ابھی ملاقات نہیں ہوئی بس جنید کے ماں باپ نے مہوش کو دیکھ کر ہاں کی امید دلائی تھی موم ڈیڈ کو۔

ڈیڈ یقیناً اس کا برا نہیں چاہتے تھے بس ایک امیر خاندان میں اپنی بیٹی دینا چاہتے تھے جہاں وہ ساری زندگی عیش کرتی لیکن یہ گارنٹی نہیں تھی کہ وہ شخص حیات عالم سے مختلف ہے۔ وہ حیات عالم نہیں بنے گا۔ بیوی کی نمائش نہیں کریگا یہ سب ڈیڈ نے نہیں سوچا؟ بھلا سوچتے بھی کیسے انکے دماغ میں آتا کب؟ تب آتا جب خود دودھ کی طرح دھلے ہوئے ہوتے۔ گنہگار بندے کو گناہ دیکھتا کہاں ہے؟ شراب ان کے لئے حلال ہے تو ان کی نظر میں ہر پینے والے کے لئے حلال ہے۔

یہ سب سن کر بمشکل غصہ ضبط کرتے میں گھر پہنچا۔ کسی کو اپنی اندرونی حالت ظاہر نہیں ہونے دی۔ بس رات کی تاریکی کا انتظار تھا۔ ڈیڈ نہیں جانتے تھے جن لوگوں کو پیسہ دے کر وہ خریدتے ہیں میں انہیں انہی کے پیسوں سے دوگنی قیمت پر خریدتا ہوں۔ آخر اولاد کو چلنا تو ماں باپ کے نقش قدم پر ہے نا؟ جب باپ آگے ہے تو بیٹا کیوں پیچھے رہے؟

میں گھر آکر سب کے ساتھ ڈنر کرنے لگا۔ کب کا میرا ضبط کیا ہوا غصہ مہوش نے باہر نکالا اور اس غصے میں میں نے شاید حد پار کرلی۔ مہوش کو کبھی بھی مجھ سے ایسے رویہ کی امید نہ تھی۔ اس غصے نے جہاں نقصان کیا وہاں فائدہ۔ پارٹی میں کوئی نہیں گیا اور ڈیل بھی کینسل ہوگئی۔ یہ خبر اگلی صبح مجھے مینیجر نے دی۔ یہاں کے لوگ کھوکھلی عزت کے معاملے میں شیر ہیں۔ ڈیڈ کا نہ آنا انہیں اپنی بے عزتی لگا اور ڈیڈ کا جانا یقیناً مجھے اچھا نہیں لگتا اور اس اچھا نہ لگنے کی صورت

میں اس وقت شاید میں دبئی میں ہوتا۔ اس رات میں سویا نہیں تھا کیونکہ مہوش نہیں سوئی تھی۔ میں گیا تھا اس کے کمرے میں۔ وہ اوندھے منہ بیڈ پر لیٹی بے آواز رو رہی تھی۔

"مہوش۔" میں نے قریب جا کر اس کا کندھا ہلایا۔ وہ سیدھی ہو کر چیخ اٹھی۔

"کیوں آئے ہو میری روم میں۔ گیٹ لوسٹ۔" وہ دروازے کی طرف اشارہ کر کے مجھے نکل جانے کا کہہ رہی تھی۔ میں نرمی سے اس کے پاس بیٹھا سر ہاتھوں میں گرائے۔ میں بے بسی کی انتہا پر تھا۔

"میں اندھیری گلیوں کا مسافر ہوں مہوش۔ ایک عرصے سے۔ مردہ وجود تھا میرا جو بس بے مقصد جی رہا تھا، نہ سکون تھا نہ جینے کی خواہش۔ لیکن اس کے آنے سے میں جی اٹھا ہوں، ہنسا ہوں، پرسکون رہا ہوں۔ سکون ہے وہ میرا اگر وہ گئی تو میں واپس اس اندھیری گلی میں کھو جاؤنگا۔ جہاں صرف اندھیرا ہے۔ باہر آنے کا کوئی راستہ نہیں لیکن میں گیا تو لوٹنا بھی نہیں چاہونگا کیونکہ اس کے بنا مجھے یہ بھیانک دنیا اس اندھیری دنیا سے زیادہ خوفناک لگتی ہے۔"

میرے چہرے پر ویرانی اور لہجے میں گھلتی نمی اسے پریشان کرنے کے لیے کافی تھی۔ میری بے بسی کا اندازہ کوئی نہیں لگا سکتا۔ پا کر بھی دوری کتنی جان لیوا ہوتی ہے کوئی رازی سے پوچھے جو پل پل سلگتا ہے۔

"رازی! تم رو رہے ہو؟" مہوش نے اپنا رونا دھونا بھول کر بے چین ہو کر میرا چہرہ تھاما۔

"پتا نہیں۔ آئی ایم سوری مہوش۔ میں غصے میں تھا کس سے پوچھ کر تم ان میاں بیوی کے ساتھ گئی تھیں؟" میں نے اس کے ہاتھوں کو ہٹا کر اب کے غصے سے کہا۔ تھوڑی دیر پہلے والی نرمی اڑن چھو ہو چکی تھی۔

"رازی! ڈیڈ نے منع کیا تھا بتانا نہیں تمہارا بھائی آج کل بے وجہ غصہ کرتا ہے اور موم نے

بھی منع کیا تھا۔ میں تو صرف وہاں بس شاپنگ کرنے کے مقصد سے گئی تھی۔" وہ نظریں جھکائے شرمندگی سے کہہ رہی تھی۔ میرا خون کھولنے لگا۔

"آئندہ سوئی بھی چاہیے ہو تو مجھ سے کہو گی سمجھی؟ اب انکی بات مانی نا مہوش تم نے۔ تو دیکھنا زندگی بھر ترس جاؤ گی میری شکل دیکھنے کے لئے۔" غصے سے کہتے میں نے نرمی سے اسے گلے لگایا کیونکہ میرے غصے سے خائف ہوتے وہ پھر رونے لگی۔

اس دن جتنا برا ہوا سو ہوا لیکن حجاب کا ڈر دیکھ کر مجھے ہنسی آ رہی تھی۔ پہلی دفعہ وہ مجھ سے اس قدر خائف تھی کہ کہیں بھی بحث نہ کی۔ نہ روم میں نہ یونی سے پک کرتے۔ لیکن گھر آتے وقت ہمیشہ کی طرح وہی ہلکی سے نوک جھونک ہوئی۔ اس کے لگائے الزاموں کا جواب میں محبت سے دیتا رہا لیکن وہ کان بند کیے بیٹھی رہی۔ گھر آتے ہی ہماری ملاقات ڈیڈ سے ہوئی۔ وہ جس طرح حجاب کو دیکھتے میری رگوں میں دوڑتا۔ خون گرم ہو جاتا۔ انکی نظریں محسوس کی ہیں میں نے اپنی بیوی کے وجود پر۔ انہیں لگتا ہے میں بھی بے غیرت مردوں میں سے ایک مرد ہوں، یہ غلط فہمی میں نے اسی دن دور کر دی۔ وہ مجھ سے پچاس لاکھ کا پوچھ رہے تھے۔ انہیں اب کیسے بتاتا پچاس نہیں تقریباً ایک کروڑ میں اپنے، مہوش اور ڈیڈ کو ملا کر اکاؤنٹس سے نکلوا چکا ہوں۔ اور ان پیسوں کا غلط استعمال نہیں کیا میں نے۔ کچھ رقم تاثیر انکل کی سرجری میں لگی تو کچھ تاثیر انکل کا فلیٹ خریدنے میں۔ 55 لاکھ کا فلیٹ میں نے 60 میں خریدا ایک ڈیلر کے ذریعے۔ کیونکہ تاثیر انکل کو اگر میرا پتا لگتا تو یقیناً اس سے بھی کم قیمت پر دیتے۔ میں بس اس نیک انسان کی مدد کرنا چاہتا تھا جو میں نے کی۔ ڈیڈ کو بغیر کوئی تفصیل دیے میں کمرے میں آ گیا۔

میں کمرے میں آیا تو حجاب نماز پڑھ رہی تھی۔ ان دو تین دنوں میں، میں اسے اتنا جان گیا

تھا نماز کے معاملے میں وہ سخت ہے۔ ہر نماز پابندی سے اپنے وقت پر ادا کرتی۔ اسے دیکھ کر جہاں خود پر رشک آیا وہیں آخرت کا خوف۔ جسے میں جھٹک کر چینج کر کے خاموشی سے بیڈ پر آ کر لیٹ گیا۔

اگلے دن ولیمے میں ڈیڈ کے گھٹیا دوستوں کو دیکھ کر مجھے ڈیڈ پر سخت غصہ آیا۔ جانتے بوجھتے انہوں نے ایسے لوگوں کو انوائٹ کیا؟ میں کافی دیر حجاب کے ساتھ بیٹھا رہا۔ ان سب کی نظریں مجھے اپنی بیوی پر اٹھتی محسوس ہوئیں۔ گھونگھٹ کے باوجود ہوس پرست لوگ ڈھیٹ بنتے رہے۔ میں نے آخری لمحے تک اس کا ہاتھ تھام کر ان نظروں سے اسکو بچانے کی کوشش کی لیکن کمرے میں آ کر اس حسن کی شہزادی سے نظریں نہ ہٹا سکا اور ایک بار پھر بے خودی کے عالم میں ان آنکھوں میں ڈوب گیا۔

اگلے دن میرے اٹھنے سے پہلے وہ یونی بھاگ گئی۔ لڑکیاں شرماتی ہیں لیکن حجاب مجھے شرم دلا کر یونی بھاگ جاتی۔ اصل میں وہ مجھ سے بھاگتی تھی۔ نجانے کب محبت لوٹاتے شوہر کے آگے بے بس ہو جاؤں؟ میری خوش فہمی ہی مجھے خوش کر سکتی تھی حجاب تاثیر نہیں۔

میں سوچوں کو جھٹک کر آفس جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ مجھے عاصم کی کال آ گئی۔ میرا اور اس کا ویزہ ایکسپائر ہونے والا ہے جسکے لئے مجھے واپس دبئی جانا پڑیگا۔

ہائے سب منظور تھا لیکن حجاب سے دوری جان لیوا تھی۔

☆.....☆.....☆

میں نے حجاب کو کال کر کے اپنے جانے کی اطلاع دی۔ ساتھ یہ آرڈر بھی جاری کیا کہ میری غیر موجودگی میں گھر نہ آئے۔ کیونکہ مجھے اپنے باپ پر بھروسہ نہیں اور مجھے یقین تھا حجاب میری بات ضرور مانے گی۔

دبئی آ کر میں اپنے ڈاکومینٹس کے چکر میں اس قدر الجھ گیا کہ حجاب کو ایک کال تک نہ کر سکا لیکن اگلے دن ایمبیسی سے آ کر سب سے پہلے میں نے حجاب کو کال کی۔ میں جو بے چینی سے اس کی آواز سننے کا منتظر تھا جب دس کالز کے بعد بھی حجاب نے میرا فون نہ اٹھایا تو میرا ضبط جواب دے گیا۔ اس سے پہلے کہ غصے میں اپنا نقصان کر کے میں فون توڑ دیتا مجھے آنٹی کو کال کرنا یاد آیا۔ میں نے جلدی سے انکا نمبر ڈائل کیا۔ پہلی ہی بیل پر انہوں نے فون اٹھایا پھر جو حجاب بی بی نے مجھے تنگ کیا۔ میں نے بھی گن کر بدلا لیا۔ وہ اپنی ماں کے سامنے نہایت ادب سے مجھ سے مخاطب ہوتی۔ میں اس کی بے بسی سے حظ اٹھاتا۔ اب جب بھی فون کرتا دس پندرہ کالز کے بعد وہ اپنی مرضی سے فون اٹھاتی۔

"انکی جب مرضی ہوتی ہے وہ تب ہم سے بات کرتے ہیں
اور ہمارا پاگل پن تو دیکھیے
ہم پورے دن انکی مرضی کا انتظار کرتے ہیں۔"

میں جو ہر کسی پر حکم چلاتا تھا، اب اس کی مرضی کا منتظر رہتا تھا۔ اس قدر نکما کر دیا اس محبت نے کہ اس کے دیئے زخم پل بھر میں بھلا دیتا تھا۔

نجانے کیوں یہاں آ کر ہر پل وہ مجھے یاد آئی۔ اس قدر اس کی عادت ہو چلی تھی کہ میں خود کو بھلا بیٹھا۔ سوتے جاگتے بس پل پل اس کا خوبصورت چہرہ ان آنکھوں کے سامنے لہراتا۔ وہ میری بیتابی، بے بسی دیکھ کر ہنستی تھی اور میں اس کی ہنسی دیکھ مسکرا دیتا۔ میں اب ہر دس پندرہ منٹ بعد اسے فون کرنے لگا۔ اس نے تنگ آ کر مجھے بلاک کر دیا لیکن فائدہ میرا ہی ہوا۔ میں انکل یا آنٹی کے نمبر پر کال کرتا اور وہ گھنٹوں مجھ سے بات کرنے کے لئے مجبور ہو جاتی۔ جب بھی فون رکھتی بہانہ بنا کر میں اسی وقت دوبارہ کال کرتا۔ اس سے بات کرنا،

اسے سننا پورے دن میں ایک یہی کام ہوتا جسے کر کے میں مطمئن ہوتا، پرسکون رہتا ورنہ بے چینی رگ رگ میں سرائیت کر جاتی۔

بادشاہ تھے ہم مزاج ہستی کے
عشق نے تیرے دیدار کا فقیر بنا دیا

ہمارا کام تقریباً ختم ہونے والا تھا۔ میں پیکنگ کرنے میں مصروف تھا۔ عاصم کی صبح کی فلائٹ تھی اور میری دن کی تبھی مجھے آنٹی کی کال موصول ہوئی۔ میرے یہاں آنے کے بعد تقریباً وہ ہر دن کال کرتیں۔ انکی بیٹی جتنی بے حس تھی وہ اتنی ہی اپنوں پر محبت لٹانے والی خاتون تھیں لیکن اس دفعہ خیر خیریت کے بعد انہوں نے جو خبر مجھے سنائی۔ اسے سن کر مجھے اپنی سماعتوں پر یقین نہ آیا۔ میں اپنی ہی کیفیت سے انجان تھا دل کسی چھوٹے بچے کی طرح اچھل اچھل کے اپنی خوشی ظاہر کر رہا تھا جیسے کوئی من پسند کھلونا ملنے والا ہو۔

میں ابراز حیات جس کے لئے زندگی ایک بوجھ تھی حجاب تاثیر کے آنے سے اسے اپنی زندگی سے محبت ہونے لگی اور اس محبت کی نشانی جو حجاب تاثیر کے وجود میں پل رہی تھی اس خبر نے مجھے آج سرشار کر دیا۔ زندگی جینے کی ایک اور امید۔ میں پیکنگ چھوڑ دھڑام سے بیڈ پر گرا۔ خوبصورت پرسکون مسکراہٹ نے میرے ہونٹوں کا احاطہ کیا۔

"حجاب۔ میری جان، میری زندگی۔ آج تم مجھ سے یہ سانسیں بھی مانگو گی تو میں پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ یہ خوشی جو آج تم نے مجھے دی ہے زندگی بھر میں تمہارا مقروض رہونگا۔"

آج میں اتنا خوش ہوں کہ کوئی چیخ چیخ کر پوچھے مجھ سے کیوں کرتے ہو اس سے محبت جب کہ اسے تم یاد بھی نہیں۔

میں کہونگا، اس سے مجھے کیوں نہ ہوتی ایسی عورت سے محبت جس نے مجھے اعتبار دیا ہے۔

جس نے خود کو صرف اپنے شوہر کے لئے سنبھال کر رکھا، میرے لئے سنبھالا۔ کیوں نہ ہوتی ایسی سے محبت جو غیر مرد کی نظر تک سے خائف ہوتی، اس کے چھونے سے بلکنے لگتی، اپنا نام کسی غیر مرد کے منہ سے سن کر خوف میں مبتلا ہو جاتی۔ کیوں نہ کروں ایسی سے محبت جو اپنی عزت کروانا خود جانتی ہے۔ جو خود کو پردے میں رکھتی ہے۔ کیوں نہ کروں ایسی سے محبت جو میری ماں جیسی نہیں عزت کی خاطر جان تک دینے والی ہے لیکن خود کو کسی بھی حال میں پامال نہ ہونے دیتی۔ وہ صرف میرے لئے بنائی گئی ہے۔ میں دنیا کی کسی عورت سے بھی شادی کر لیتا لیکن اسے اعتبار نہ دے پاتا۔ ساری زندگی میری نگاہیں اسے شک کی نظر سے دیکھتیں۔ معصوم ہو کر میرا ظلم سہتی رہتی لیکن ''اعتبار'' نہ دے پاتی جو حجاب نے دیا ہے، آج وہ میری نظروں سے دور ہے تو اس کے دیئے گئے اعتبار کی وجہ سے ورنہ کوئی اور ہوتی تو شاید اسے اپنے ہی گھر میں قیدی بنا کر یہاں آتا۔ وہ خاص نہیں مختلف نہیں میرے نظریئے، میری سوچ، اس کے اعتبار نے اسے مختلف بنایا۔ عام سے خاص بنایا اور اسی خاصیت نے اسے حجاب ابراز بنایا ورنہ آج وہ وہی عام ہوتی میری نظروں سے کوسوں دور اور میں اندھیری گلیوں میں بھٹکتا۔

لوگ زلفوں کے اسیر ہوتے ہیں
میں نے تو تیرے حجاب پر دل ہارا ہے

اس کے آنے سے ہر طرف اجالا پھیل گیا۔ ٹوٹی بکھری وہ بھی تھی میری طرح لیکن اس نے خود کو سمیٹا، میں اس کی طرح بہادر نہیں خود کو چاہ کر بھی نہ سمیٹ سکا لیکن اس کی موجودگی نے مجھے سمیٹ لیا اور آج اس نئی خوشی نے میرے دل کا ہر زخم، ہر گھاؤ بھر دیا۔ میں بیتابی سے کل کا انتظار کر رہا تھا۔ ایک ایک پل صدیوں جیسا لگ رہا تھا۔ اب اس نئی خوشی کے آنے سے پہلے میں سب بدل دونگا۔ حجاب اور مہوش کو لے کر اپنے فلیٹ میں شفٹ ہو جاؤنگا لیکن اس سے

پہلے حجاب کو یقین دلاؤنگا اپنی محبت کا، اعتبار اپنی وفا کا، اپنے بدلنے کا۔ اسے بتاؤنگا اس کے آنے کے بعد میں نے شراب کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ ہاں بس شادی کے دن تھوڑی پی۔ لیکن پی غصے میں تھی اس کے بعد تو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ سب بتاؤنگا اسے۔ ایک ایک لفظ، اس سے جڑی ہر یاد، یہ بے چینی جو اس کے بغیر ہوتی ہے سب کچھ۔

وہ بیڈ پر لیٹی نیند کے مزے لوٹ رہی تھی۔ بے خودی کے عالم میں، میں اسے دیکھے جا رہا تھا۔ یکدم اذان کی آواز سے بند ہوتی آنکھوں نے جنبش کی۔ وہ اپنا ہاتھ پیٹ پر پھیرنے لگی۔ وہ اس نئی خوشی کو محسوس کر رہی تھی جو اسے ماں کے رتبے پر فائز کریگی۔ اس کی اس حرکت نے میرے جسم میں سکون کی لہر دوڑا دی۔ یہ دلکش منظر میں نے زندگی بھر کے لئے ان آنکھوں میں حفظ کر لیا۔ وہ اچانک سے نظریں محسوس کر کے اٹھی۔ مجھے دیکھ کر یکدم بوکھلا گئی۔ دوپٹہ بیڈ سے جھٹ اٹھا کر پہنا۔ میں اسے افسوس سے دیکھتا رہا کیا کہنا حجاب تاثیر کا؟ اس کا بس چلے تو شوہر تک سے پردہ کرے۔ لیکن اس کی اس حرکت نے مجھے مسکرانے پر مجبور کر دیا۔

میں اسے اپنے گزرے دن کی داستان سنا رہا تھا جبکہ وہ بس مجھ سے بھاگنے کی کوشش میں تھی اور یہی ہوا اسامہ کے آتے ہی وہ واش روم میں بھاگ گئی۔ میں اسامہ کے ساتھ تاثیر انکل کے پاس چلا آیا۔ کافی دیر ان سے باتیں کیں۔ میری نظریں بار بار دروازے کی طرف اٹھتیں۔ اس کی بے حسی سے واقف ہوتے ہوئے بھی اس کے دیدار کا منتظر تھا۔ کبھی کبھی واقعی دل سے نکلی دعا قبول ہوتی ہے جیسے اس وقت میری ہوئی۔ وہ اپنے بابا سے ملنے معمول کے مطابق وہیں آ گئی۔ اکثر جب میں اس وقت کال کرتا وہ انہی کے پاس بیٹھی ہوئی ہوتی۔ شاید اس خوشی نے حجاب کو بھی بدل دیا۔ میں اس کی نظریں خود پر محسوس کر رہا تھا جو میری نظریں خود پر جمی دیکھ کر بار بار دوپٹہ صحیح کرتی۔ ڈنر کرتے وقت میں ایک ایک ڈش ٹرائے کر رہا تھا۔ اتنے

دنوں بعد پاکستان کا کھانا کھایا تھا۔ وہ بھی اتنا لذیذ کہ بندہ انگلیاں چاٹ کر رہ جائے لیکن حجاب وہ اس وقت گم صم تھی۔ کار میں بھی اسے بولنے پر اکسایا لیکن اس کا رویہ مجھے مزید پریشان کر گیا۔

کمرے میں آتے ہی میں نے اسے بتایا اس نئی تبدیلی نے حجاب کو کس قدر حسین بنا دیا ہے۔ اسے احساس دلایا کہ میں اس خوشی سے انجان نہیں لیکن وہ تو میری نفرت میں اس قدر اندھی تھی کہ میری ہر محبت بھری سرگوشی کا جواب نفرت سے دیا۔ ہاں حجاب تاثیر نے مجھے توڑ دیا۔ ریزہ ریزہ کر دیا۔ میرے وجود کو اس کی نفرت نہیں تھی انتہا تھی نفرت کی۔ وہ میری نفرت میں اس قدر اندھی ہو گئی کہ یہ تک نہ دیکھا ابرار حیات اس کے سامنے جھکا تھا۔ اعتراف کیا تھا محبت کا جس پر حجاب تاثیر نے بڑی دلیری سے لعنت بھیجی۔

ہاتھ لگانے کی کسی کی اوقات نہیں تھی
تیری محبت نے کھینچ کھینچ کے طمانچے مارے ہیں

وہ رو رہی تھی میرے سامنے میرا دل چاہا۔ اسے جھنجھوڑ کر پوچھوں۔

''زبان تو کھول
نظر تو ملا
جواب تو دے
میں کتنی بار لوٹا ہوں
مجھے حساب تو دے۔''

ہر بار اس کے قدموں میں آ گرا۔ کیا کچھ نہ کیا اور وہ؟ لیکن یہ آخری دفعہ تھا بس۔

میں اپنا ٹوٹا دل بمشکل سمیٹتے کلب چلا آیا۔ اس وقت نشے میں اس قدر ڈوبا ہوا تھا کہ

دوست کے سامنے حجاب کو گالی دے ڈالی۔ وہ میری بگڑتی حالت دیکھ کر مجھے اوپر روم میں لے آیا جہاں اکثر ہم سب مل کر پارٹی کرتے۔ کسی کپل کو پکڑنا ہوتا تو کود پڑتے کمرے میں۔ میں بیہوش ہر چیز سے بے خبر تھا۔ جب تھوڑا بہت ہوش کی دنیا میں لوٹا تو خود کو تکتا پایا۔ عاصم مجھے لیمو پانی پلا رہا تھا۔ سعد اور ہادی مجھے افسوس سے دیکھ رہے تھے جبکہ میرے سر پر عباس کھڑا تھا جس نے میری سنبھلتی حالت دیکھ کر میرے سوالوں کا جواب دیا۔ جو ڈیڈ سے جڑے تھے میرے ڈیڈ کی پوری حرکت مجھے بتائی۔

''تیرا باپ اول درجے کا کمینہ ہے۔''

میں بمشکل اٹھا۔ عباس کی بات مجھے ایک آنکھ نہ بھائی۔ میرا ہاتھ اس کے کے گال پر نشان چھوڑ گیا۔

''تیرے باپ کو آج تک تو کہہ کر پکارا ہے؟ جو میرے باپ کو کمینہ کہہ رہا ہے؟ جیسا بھی ہے میرا باپ ہے سالے بھونک اب۔''

عباس کے لئے تھپڑ عام بات تھی ہم دوستوں میں یہ سب نارمل تھا لیکن اسے غصہ تو دکھانا تھا اس لئے خاموش رہا۔ میں نے بھی اس پر لعنت بھیج کر عاصم سے پوچھا۔

''عاصم یار تو بتا کیا ہوا؟''

''تیری پیاری بے بی مہک آئی تھی تیرے باپ کے کہنے پر۔ ہم نے اس کی پوری بات ریکارڈ کر لی۔ ہوا یہ کہ تو نشے میں نیچے تماشا کر رہا تھا تبھی عباس تجھے اوپر لے آیا۔ اس نے انکل کو کال کی تیری کنڈیشن بتانے کے لئے لیکن انہوں نے کہا۔ رازی کو وہیں چھوڑ کر گھر نکل جاؤ۔ عباس جانی کو یہ ہضم کہاں ہوا؟ وہ واش روم میں چھپ گیا۔ پوری فلم دیکھنے کے لئے کچھ دیر بعد تیری جان۔ تیری بے بی۔'' اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے میں نے اس کے

کندھے پر مکا جڑا۔

''آ۔رازی تو مجھے کچھ نہیں کہہ سکتا۔غلطی تیری ہے اتنا فری کیوں ہوتا ہے کہ لڑکی تیرے ساتھ کے خواب دیکھے۔'' عباس کا لہجہ سرد تھا

''میں نے کوئی آسرا نہیں دلایا اسے۔'' میں نے ہلکی آواز میں احتجاج کیا۔میرا لہجہ کمزور تھا۔

''ہاں تبھی وہ اتنی پاگل ہو رہی تھی۔تیرے ساتھ الگ الگ پوز بنا کے پکچرز لے رہی تھی۔ یقیناً بلیک میل کر کے شادی کرنے کا ارادہ ہوگا ورنہ کوئی سر عام خود کو بدنام نہیں کرتی۔خیر عباس نے ہمیں کال کر کے اس کی ساری حرکت بتائی بس میں نے جینی کو کال کر کے سارا سامان منگوایا۔کیمرا وغیرہ جس سے لگے ہم کسی چینل سے ہیں بس وہ میڈم بھی ہمیں دیکھ کر ڈر گئی۔ہم نے سوچا اس جیت کی خوشی میں پارٹی کرنی ہے تو لوٹیں اس بکری کو؟ اسے کچھ گولڈ اور پیسے لے کر چھوڑ دیا۔'' عاصم کی بات سن کر مجھے احساس ہوا، پہلے ہی مہک کو خود سے دور کرنا چاہیے تھا۔ یہ سچ تھا میں ہمیشہ سے اس کی پسند سے واقف تھا لیکن۔یہ بھی سچ ہے میں خود غرض بنا جب خود کسی نامحرم رشتے میں نہیں بندھا تو ایسی لڑکی سے کیوں شادی کرتا جو ہر دن ایک الگ رشتہ بناتی ہے۔

''ریکارڈنگ سناؤ۔''

میرے کہنے پر عباس نے بگڑا منہ بنا کر ریکارڈنگ آن کی۔

''پلیز مجھے جانے دو۔ڈیڈی کو پتا لگا تو مجھے جان سے مار دینگے۔یہ سب میں نے رازی کے ڈیڈ کے کہنے پر کیا۔انہوں نے کہا یہ بات بس ہمارے درمیان رہے گی۔وہ لڑکی اسے چھوڑ دیگی یہ پکس دیکھ کر تو میں۔'' وہ رو رہی تھی اور ڈیڈی کے نام سے مجھے مہک کا وہ شریف باپ یاد آیا جو ریسپشن کے دن حجاب پر گندی نظریں گاڑے ہوئے تھا۔

''ڈیڈ کو کال کرو دھمکی دو آپ کا بیٹا ہمارے ہاتھوں لگا ہے۔ اور ان سے کہو کمینہ ڈر گزلے کر ہم سے فضول بکواس کر رہا ہے۔ ساتھ مہک کی ریکارڈنگ سینڈ کرو اور آپ کے بیٹے کو ہوش میں لا کر کورٹ میں پیش کرینگے۔ یہ بھی کہو۔ جلدی۔ اور مہک کا پیسہ غریبوں میں بانٹو یا سہرا سجاؤ۔ لیکن پارٹی ہوگی تو گرینڈ پارٹی وہ بھی ڈیڈ کے پیسوں سے۔''

میری کہنے پر چاروں نے بے اختیار مجھے دیکھا۔ چاروں کے چہروں پر شیطانی ہنسی تھی پھر انہوں نے وہی کیا ڈیڈ سے پیسے وصول۔ جیسے ہی ڈرائیور نے کلب کے باہر آ کر چیک سعد کو دیا میں کلب سے نکل آیا اور ڈرائیور کے ساتھ گھر چلا آیا جہاں میں نے ڈیڈ کو بہت کچھ باور کرایا لیکن مجھے اندازہ نہیں تھا وہ جان جائیں گے میری حرکت ہے لیکن یہ بھی سچ ہے وہ ڈیڈ ہیں میرے۔ مجھ سے زیادہ ان کاموں میں ایکسپرٹ ہونگے۔

ڈیڈ کے ساتھ اس فساد کی جڑ (حجاب) کو بھی میں نے اچھا خاصا ڈرایا لیکن اس بیقرار دل کو قرار نہ آیا۔ وہ بیوقوف مزے سے چاقو لے کر سو گئی۔ میری نیند حرام کر کے اس لڑکی نے وہاں وار کیا ہے جہاں میں بے بس تھا۔ رہ رہ کر اس کی باتیں یاد آتیں تو میں سوچتا، آخر اتنا کیوں بدلا؟ بار بار کیوں لوٹا اس کے پاس؟ میں نے اس کا اعتبار کیا، اسے عزت دی، محبت دی، بیوی ہونے کا مقام دیا، اور وہ؟ صرف شوہر تک تسلیم نہ کر سکی؟ میں نے پوری ہستی لوٹا دی اس پر، اپنوں کو پیچھے چھوڑ آیا اور وہ زندگی کی راہ میں مجھے اس سنسان راستے پر یہ کہہ کر چھوڑ گئی۔ ''لعنت بھیجتی ہوں تمہاری محبت پر؟''

اس کے الفاظوں نے میرے زخمی دل کے ٹکڑے کر دیے۔ میں بدل گیا ہاں وہی شیطان بن گیا جو اسے ''اچھا'' لیکن مجھے ''خوف'' میں مبتلا کرتا۔ پہلے سے زیادہ ڈرنک کرنے لگا۔ اسے میری غلیظ نظریں نہیں پسند تھیں میں نے اسے دیکھنا چھوڑ دیا، میرا بولنا اسے زہر لگتا تھا،

میں نے بولنا چھوڑ دیا، اسے نفرت تھی میرے سر ہانے سے میں اس کے وجود سے غافل ہو گیا۔ یہ سب کیا میں نے لیکن صرف اس کی نظروں میں برا بنا وہ بنا جس سے وہ خوش تھی۔

مجھے فکر تھی اس کی اس کے اندر پلتے میرے وجود کے حصے کی اور نا چاہتے ہوئے بھی میں اسے بھول نہیں پاتا۔ ان دنوں گھر میں سب بہت خوش تھے۔ مہوش تک حجاب سے بات کرتی بس ایک میں روٹھا صنم تھا جس سے وہ غافل تھی۔ اسے آج بھی کوئی فرق نہیں پڑتا میرے نہ ہونے سے۔ میں صبح سے ایک میٹنگ میں بزی تھا۔ ڈیڈ نے منتیں کر کے مجھے وہاں بھیجا تھا۔ پوری رات اس پر کام کیا اور اس دن پروجیکٹ ملنے کی خوشی کے ساتھ مجھے اللہ نے ایک اور خوشی سے نوازا۔ ''رحمت'' اور ''نعمت''۔ نو ماہ بعد مجھے زندگی جینے کی امید ملی جسے حجاب چھین چکی تھی۔ میں اپنے بچوں کو سینے سے لگانے کے لئے بے چین تھا۔

ہسپتال جا کر سب سے پہلے حجاب کی کنڈیشن معلوم کی پھر دوڑتا ہوا وہاں پہنچا۔ حجاب آج بہت بدلی بدلی لگ رہی تھی۔ حسین تو وہ ہمیشہ سے تھی لیکن آج چہرے پر رونق ہی نرالی تھی۔ میں کاٹ میں سوئے بچوں کی طرف بڑھا۔ انہیں پیار کیا۔ ساتھ حجاب کو احساس دلانا چاہا لیکن آج بھی وہ خاموش تھی، میرے ویران دل کی طرح۔

بچوں کے آنے سے ہم میں تھوڑی بہت بات چیت ہونے لگی لیکن صرف کام کی۔ وہ بلاوجہ نہ مجھ سے وہ مخاطب ہوتی نہ میں اس سے۔ زندگی بس خاموشی سے کٹ رہی تھی۔ میں کبھی آفس چلا جاتا کبھی نہیں۔ ڈرنک معمول سے کم ہی کرتا۔ دادو آتیں تو دیر تک ان کے پاس بیٹھا رہتا۔ دو تین دفعہ حجاب کو لے کر میں دادا کی خواہش پر گاؤں چلا آیا۔ اسی طرح بس یہ دن کٹ رہے تھے لیکن میری زندگی میں وہ دن آیا جب صحیح معنوں میں، میں نے اسے یاد کیا۔ جسے دنیا کی اس بھول بھلیوں میں بھلا چکا تھا۔ میں غافل تھا کہ وہ اپنے ہر بندے کو یاد رکھتا ہے

ایک پتا تک اس کی مرضی کے بغیر نہیں لہراتا۔

اک دُنیا بھول بھلیا سی
اک گونگا، بہرا، اندھا دِل

زندگی میں پہلی بار آج میری روح کانپی تھی۔اب تک مسلسل میرے کانوں میں دردناک چیخیں گونج رہی ہیں۔

''را۔زی۔ما۔مج۔مجھے بچالو۔۔وہ۔میری۔ساتھ۔آ۔آ۔آ۔را۔زی۔'' مہوش کی دردناک چیخیں سن کر میں جو نشے میں دھت لیٹا تھا ہڑبڑا کر اٹھا۔میری آنکھیں نشے اور نیند کی وجہ سے لہو رنگ تھیں۔میں اس قدر نشے میں تھا کہ چلنا بھی محال لگ رہا تھا۔گھر سے نکلنے سے پہلے میں نے ایک کام کیا تھا۔نوکرانی سے بلیک کافی منگوائی۔جسکے تین چمچ بھر کے میں نے منہ میں ڈالے تھے۔کافی کا ہی اثر تھا کہ میں چلنے کے قابل رہا۔ساتھ میں نے مہوش کی آتی لوکیشن کا اپنے انسپکٹر دوست کو بھی بتایا۔مجھے معلوم تھا وہاں تک پہنچتے پہنچتے میں اپنے ہوش کھو دوں گا۔

میری کار ہوا کی رفتار سے تیزی سے کلب کی طرف روانہ تھی جہاں مہوش کی لوکیشن شو ہو رہی تھی۔ڈرائیو کرتے بھی میرے ہاتھ مسلسل کانپ رہے تھے۔بمشکل میں نے پاس پڑی کافی کا ایک اور چمچ بھر کے منہ میں ڈالا۔آج میں ہارنا نہیں چاہتا تھا۔اگر آج میری قسمت مجھے دغا دیگی تو ساری زندگی اپنی بہن سے نظریں نہیں ملا سکونگا۔

''اللہ! میری بہن، اس کی حفاظت کرنا۔'' مجھے اپنی آواز آج خود اجنبی لگی۔نجانے کتنے سالوں بعد آج میں نے اپنے مقصد کے لئے خدا کو پکارا تھا۔انسان بھی کتنا مطلب پرست ہے۔یاد بھی تب آئے گی جب موت کا فرشتہ انکے بیحد قریب ہوگا۔

تیزی سے چلتی کار کلب کے باہر آرکی۔ لڑکھڑاتے قدموں سے میں کار سے نکل کر کلب کی جانب دوڑا۔ اندر آتے ہی ایک طائرانہ نظر میں نے پورے کلب میں دوڑائی۔ وہ کہیں نہیں تھی۔ میرا دل آج معمول سے تیز دھڑک رہا تھا۔ آج بے بسی کی انتہا تھی۔ میں کسی بچے کی طرح بلک کر رونا چاہتا تھا۔ ہوش وحواس اس وقت ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ میری بہن اس کی جان۔ کیا کر رہا ہوگا وہ وحشی؟ یہ سوچ کر ہی میری روح لرزنے لگتی۔ تبھی اوپر کی جانب آنکھیں بند کیے بس میں نے ایک لفظ آتا کیا وہی ہے جو مجھے اس قیامت خیز منظر سے بچا سکتا ہے۔

''اللہ۔'' آنکھیں بند کیے میں نے اپنے رب کو پکارا۔ پھر یکدم آنکھیں کھولتے ہی مجھے وہ منظر دکھا جسے سوچ کر میرا دل بلک بلک کے روتا۔ مہوش گلاس وال کو دونوں ہاتھوں سے زور زور سے پیٹ کے مدد کی بھیک مانگ رہی تھی لیکن یہاں سب لاؤڈ میوزک میں مدہوش شراب کے نشے میں دھت کسی کی آتی مسلسل چیخوں سے انجان اپنے مشغلے میں مشغول تھے۔

''مہوش۔'' میں تیر کی تیزی سے سامنے بنی سیڑھیوں کی طرف بھاگا۔ سامنے تین رومز تھے۔ میں تیزی سے درمیانی دروازے کی طرف گیا لیکن لاک ہونے کی وجہ سے ہینڈل گھماتا ہاتھ وہیں رک گیا۔ میں تو ان گلیوں کا کھلاڑی ہوں پھر آج کیوں قسمت مجھ سے روٹھی ہے؟ کوئی میرے ساتھ کیوں نہیں؟ دماغ کیوں آج مجھے دغا دے گیا۔

''چھوڑو۔ رازی۔ را۔ رازی۔'' اندر سے آتی چیخ نے میری تیز چلتی دھڑکنوں کو مدھم کر دیا۔ میرا وجود پسینے میں شرابور تھا۔ مجھے سانس لینا دشوار لگا۔ تبھی میری جیب میں رکھا فون رنگ ہوا۔ بدحواسی میں، میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا تبھی مجھے اپنی قسمت پر رشک آیا۔ فوراً سے میں نے وہ چابی نکالی جسے اکثر میں اور میرے دوست ہر کی انلاک کرنے کے لئے یوز

کرتے جو میں نے خود بنوائی تھی۔

میں دروازے کو لات مارتا اندر دوڑا آیا۔ مہوش کے اوپر جھکا وہ شخص مسلسل اسے قابو کر رہا تھا۔ مہوش نیند کی حالت میں اسے خود سے دور دھکیل رہی تھی۔

''کمینے، حرام زادے۔'' میں کسی بھوکے شیر کی طرح دھاڑا اور اس پر جھپٹا۔ اسے شرٹ سے پکڑ کے مہوش سے دور کیا اور سیدھے ہاتھ کا مکا بنا کر پوری قوت سے اس کے منہ پر مارا۔

''آ۔'' وہ درد سے کراہ اٹھا۔ میں نے اس کا گریبان سختی سے پکڑ کے جھٹکا دیا جسکی وجہ سے شرٹ کے بٹن ٹوٹ کر زمین پر بکھر گئے۔

''ہاتھ کیسے لگایا میری بہن کو؟ بول کتے؟ جانتا ہے میں کون ہوں؟ کھڑا کھڑا تیری نسلوں کو تباہ کر دونگا۔ بھیک مانگتا پھرے گا۔ کتے بھی تجھے منہ نہیں لگائیں گے۔ کمینے، تو نے چھوا کیسے اسے۔'' اپنا بوٹ اس کے منہ پر رکھے آج میں اس کے لئے موت کا فرشتہ بن کر آیا تھا۔ وہ آدمی ہانپ رہا تھا۔ اس کی سانس اٹکی ہوئی تھی۔

''چھوڑ۔ ہاتھ نہ۔ نہیں۔ لگاؤ نگا۔''

میں نے سائیڈ پر واس پڑا دیکھا تو اس کی طرف بڑھا۔ آج میرے سر پر خون سوار تھا۔ وہ آدمی مجھے خود سے دور جاتا دیکھ کر بمشکل اٹھا۔ وہ لنگڑا کر چل رہا تھا جبکہ میں نے واز اٹھا کر پوری قوت سے اس کے سر پر وار کرنا چاہا، پر واز سامنے بنی گلاس وال کو لگا جس سے کلب میں چیخیں گونجیں۔ سب اوپر کی طرف دوڑے۔ میں مٹھیاں بھینچتا اپنا وار خالی جاتا دیکھ کر اسے مارنے دوڑا۔ وہ آدمی لنگڑا کر کھلے دروازے کی طرف جا رہا تھا کہ میں نے پیچھے سے اس کی کمر پر لات ماری۔ میں اسے بری طرح پیٹنے لگا۔ جوتوں سے کبھی اس کے چہرے، سینے تو کبھی پیٹ کو زخمی کیا۔ باہر کھڑی عوام ہمیں روکنے کے بجائے موبائل لئے ویڈیو بنا رہی تھی۔ تبھی

مینیجر دوڑتا اندر آیا۔

''سر، پلیز چھوڑ دیں۔ اسے ہم دیکھ لیں گے پلیز سر، ہمارا کلب۔''

''بکواس بند کر تیرا کلب منٹوں میں بند کروا سکتا ہوں لیکن کیا میری بہن کی جاتی عزت واپس لا سکتا ہے؟ بول کمینے اس لئے بلاتا ہے سب کو؟ یہ کرنے کے لئے رومز دیتا ہے۔ اگر تیری بہن۔۔۔'' میری رعب دار آواز پورے روم میں گونج رہی تھی۔ سرخ آنکھیں لیے میں اس کی جان لینے کے درپے تھا۔ مینیجر کا کالر میری پکڑ میں تھا۔

''تمیز سے بات کرو۔'' مینیجر کو بھی غصہ آ گیا لیکن اگلے ہی لمحے میری سرد آواز گونجی۔

''تو لائق نہیں اس کے۔ آؤٹ۔'' میں نے مینیجر کا کالر چھوڑ کر اسے دور دھکیلا۔

''ہٹو، یہاں سے کیا ہو رہا ہے؟'' پولیس بھیڑ میں راستہ بناتی اندر آئی۔ انسپکٹر نے سب سے پہلے نیچے گرے آدمی کو اٹھانے کا کہا۔ کانسٹیبل اسے اٹھانے لگے جبکہ میرا دوست عباس جس نے فہیم احمد کے معاملے میں بھی میری ہیلپ کی تھی اندر کی جانب بڑھا۔

''ابراز! تم فکر نہ کرو۔ اسے ایسی سزا دیں گے کہ کبھی کسی لڑکی کو ہاتھ لگانے کے قابل نہیں رہے گا۔''

لڑکی سن کر میرا چہرہ تاریک ہو گیا۔ میں بیڈ کی جانب دوڑا۔ پھٹے کپڑوں میں ہوش و حواس سے بیگانہ وہ سوتی ہوئی کوئی معصوم سی گڑیا لگ رہی تھی لیکن اس کے بازو اور گلے پر زخموں کے نشان واضح کر رہے تھے اسے بے مول کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

''ابراز! اسے ہسپتال لے جاؤ۔ پلیز دیر نہ کرو میرے لئے کوئی کام ہو تو ضرور بتانا۔ میرا کانسٹیبل ساتھ جائے گا تب تک میں اس ذلیل انسان۔'' عباس نے ایک نظر مہوش کو دیکھ کر منہ پھیرا۔ یہ اس کے لئے عام بات تھی۔ ہزاروں ایسے کیسز آتے پر یہاں وہ لڑکی تھی جو اسے

اپنا بھائی مانتی تھی۔ میری نظروں سے اس کا یہ عمل پوشیدہ نہیں تھا۔

"نہیں بس ایک کام کرنا۔ ان سب کے فون سے ویڈیو ڈیلیٹ کروانا اور ان سب کو ہٹاؤ تاکہ میں اسے ہسپتال لے جاؤں۔"

میری نظریں جھکی ہوئی تھیں۔ کوئی اور نہیں تو عباس نے میری بہن کی حالت دیکھ لی۔ یہ سوچ میرا دماغ پھاڑ رہی تھی۔ میں نے بیڈ شیٹ سے چادر نکال کر مہوش کو ڈھانپا اور اسے بازوؤں میں لے کر باہر نکلا۔

کانسٹیبل نے سب کو دور ہٹا کر میرے لئے راستہ بنوایا۔ جاتے وقت میری نظر انجکشن پر پڑی تھی۔ میں بچہ نہیں تھا کہ جان نہ پاتا۔ آدھے گھنٹے سے میں مسلسل کوریڈور کے چکر لگاتا رہا۔ میری بہن اندر ہسپتال کے کمرے میں تھی۔ ڈاکٹر مجھے پندرہ منٹ کا کہہ کر گئے تھے یہاں ٹہلتے آدھے گھنٹے سے زیادہ وقت گزر چکا تھا۔

"ابراز! تمہاری بہن بالکل ٹھیک ہے اس کے ساتھ زیادتی نہیں ہوئی لیکن اسے ہائی ڈوز دے کر بیہوش کیا گیا ہے۔ تم بتاؤ تم اب ٹھیک ہو۔" نینا جس سے ہسپتال کے چکر لگاتے میری جان پہچان ہو چکی تھی اس نے جیسے مجھے زندگی کی نوید سنائی۔

"میں ٹھیک ہوں نینا۔ مجھ۔ مجھے۔۔ مہ۔ مہوش کا بتاؤ؟ اسے کب تک ہوش آئے گا؟"

پسینے سے شرابور میں اس وقت ایک بیجان سا وجود لگ رہا تھا۔ نہ جسم میں جان تھی نہ اپنا کوئی ہوش۔ میں جو ہر چیز کو کھیل سمجھتا تھا آج خود قسمت کے ہاتھوں ایک کھیل بن کر رہ گیا۔

"شی از فائن۔ تم مل لو جا کر اس سے۔"

میں لرزتے وجود کے ساتھ اس کے پاس آ کر بیٹھا۔ وہ مجھے دیکھ کر چہرہ دوسری جانب موڑ گئی۔

"وہ ہماری ہی یونی میں پڑھتا ہے، میرا سینئر ہے۔ ایک ایونٹ میں ہماری جان پہچان

ہوئی پھر دوستی۔ حجاب کو وہ کبھی اچھا نہیں لگا۔ مجھے بھی وہ ہمیشہ کہتی تھی اس کی نظریں ہر آتی جاتی لڑکی کے وجود پر ہوتیں۔ میں نے ہمیشہ اس کی بات ان سنی کی۔ آج وہ مجھے اپنے ساتھ کلب لے گیا۔ میرے ڈریس پر ایک ویٹر نے ڈرنک گرادی۔ اسے ہی صاف کرنے اس روم کے واش روم میں گئی تھی لیکن آذر نے دروازہ لاک کر دیا۔ مجھے حجاب کی ایک ایک بات یاد آرہی تھی۔ اس کا کہا لفظ لفظ سچا تھا۔ کتنی ہی بار وہ مجھے آذر کے سامنے ڈانٹ کر اپنے ساتھ لے گئی لیکن میں نے یقین نہیں کیا۔ جب روم لاک کر کے میرے پاس اس نے۔'' اس کے ہلتے ہونٹوں کو دیکھ میں اس کے الفاظ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میرا ذہن مفلوج ہو چکا تھا۔ ابھی تک دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ جب وہ کہہ کر خاموش ہوگئی تب اس کی ویران آنکھیں دیکھ کر مجھے عاصم کی باتیں یاد آتیں۔ اس کے بہتے آنسو مجھے میری غلطی کا احساس دلا رہے تھے۔

''میں نے فون کلچ سے نکال کر فوراً تمہیں کال کی۔'' اس کے آنسو ندی کی طرح بہہ رہے تھے لیکن چہرے پر رونے کے تاثرات نہیں تھے۔ ویران چہرے سے بس ندی بہہ رہی تھی۔

''تم نے اسے بے نقاب کیا تھا آج میں بے لباس ہوگئی۔'' مہوش کے منہ سے نکلے الفاظ کسی ناگ کی طرح مجھے ڈس رہے تھے۔ وہ چیختی ہوئی رو رہی تھی۔ برباد نہ ہو کر بھی مجھے لگا میں برباد ہوگیا۔

☆.....☆.....☆

''تم سے دوغلا منافق کون ہوگا؟ جسکا پور پور شراب میں ڈوبا ہوا ہے۔ تم جیسا شخص آبِ حیات سے بھی نہالے تو گندگی کی بو نہیں جائے گی۔'' کمرے کی ایک ایک چیز میرے کانوں میں چیخ چیخ کے حجاب کے الفاظ دوہرا رہی تھی۔ میرا دماغ پھٹنے کے قریب تھا۔

''تم منافق ہی نہیں کافر بھی ہو۔''

''شٹ اپ یو بلڈی۔'' میں نے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ اس سے پہلے کہ میں اسے کوئی گالی دیتا، مہوش میری حالت دیکھ کر مزید گھبرا کر رونے لگی۔ میں نے ایک نظر روتی مہوش کو دیکھا پھر بے بسی سے ہاتھ کو بالوں میں پھیرا۔ کاش میں بھی اسی طرح بلک بلک کے دل کا حال بیان کر پاتا۔ میں رونا چاہتا تھا پھوٹ پھوٹ کے رونا لیکن مرد کہاں روتے ہیں؟ وہ تو صرف ظلم کرتے ہیں۔

''میں پاگل ہو جاؤنگی۔ کیا سب کو پتا ہے؟'' کچھ دیر بعد مہوش کی بھیگی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ میں جو نظریں جھکائے بیٹھا تھا یکدم نگاہیں اوپر اٹھائیں۔ مہوش نے امید بھری نظروں سے مجھے دیکھا۔ میں اس کا اشارہ سمجھ گیا۔ وہ ان فوٹوز کا کہہ رہی تھی جو وہاں کھڑے لوگوں نے لیں۔

''کسی کو کچھ نہیں پتا۔ تم آرام کرو۔'' میں کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ مزید یہاں رکنا مجھے ذہنی مریض بنا دیگا۔

''رازی۔''

''مہوش! میں آج کمزور دل کا مرد ثابت ہوا ہوں۔ مزید تمہارے الفاظ میرا دل بند کر دیں گے۔'' میری آواز بھرا گئی۔

میں نے سنا تھا انسان کو اس کا کیا اسی دنیا میں بھگتنا ہے لیکن اتنی جلدی؟ یہ نہیں سنا تھا۔ سب کا انجام دیکھ کر بھی میں اس کے پاس کیوں نہ گیا؟ وہ بار بار مجھے بلاتا رہا میں نہیں گیا۔ ڈرتا رہا؟ مکافات عمل کا انتظار کرتا رہا؟ نہیں بلکہ میں لائق نہیں تھا کہ اس کے گھر حاضری لگاؤں۔ میں اٹھ کھڑا ہوا۔ ڈاکٹر نینا کو مہوش کا خیال رکھنے کا کہہ کر میں ہسپتال سے باہر نکلا۔ سرد موسم کی ٹھنڈی ہوا کا جھونکا میرے وجود سے ٹکرایا۔ میری نظریں بے خیالی میں اس معصوم

بچے کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ بچہ کھڑا ایک آدمی کے سامنے رو رہا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ بچہ ناراض ہو کر آگے چلنے لگا۔ وہ آدمی مسکراتا ہوا اس کے پیچھے چلنے لگا۔ میں بھی اس شخص کے تعاقب میں پیچھے چلنے لگا۔ مجھے لگا شاید وہ شخص اس بچے کے لئے انجان ہے۔ چلتے چلتے وہ بچہ ایک مسجد کے پاس رکا اور پیچھے مڑ کے اس آدمی سے کہا۔

''ابو! میں آپ کی شکایت اللہ تعالیٰ سے کرونگا اپنے آئس کریم نہیں دلائی نا؟'' وہ منہ بسور کر بولا تو اس کا باپ مسکراتا ہوا اس کا ہاتھ تھامے مسجد کے اندر لے گیا۔ میرے دل میں ایک عجیب سی خواہش جاگی۔ کاش وہ بچہ میں ہوتا اور کاش میرے ڈیڈ مجھے وہاں لے جاتے لیکن میں نہیں جانتا تھا وہ اس قدر مہربان ہے کہ میرے دل سے نکلی دعا سنے گا۔ وہ دن تھا جب باپ جیسا شفقت بھرا ہاتھ ہمیشہ کے لئے میرے سر پر آن ٹھیرا۔ وہ آزماتا ہے لیکن آزما کر نوازتا بھی بہت ہے۔ وہ باپ بیٹا اندر جا رہے تھے اور میں وہیں کھڑا رہا۔

ڈر اس قدر تھا کہ اندر جانے کے لئے ایک قدم بھی نہ بڑھا سکا۔ ایسا لگ رہا تھا آج میں نے کے جی میں ایڈمشن لیا ہے اور اسکول کا پہلا دن ہے۔ میری موم مجھے کلاس میں بٹھا کر اکیلا چھوڑ کے چلی گئیں۔ میں انکے پیچھے رو رو کر بلکتا رہا۔ سسکتا رہا۔ لیکن وہ میری سسکیاں سن کر بھی لوٹیں نہیں۔

''کمبخت شرابی خود تو حرام پی کر آیا ہے اور یہاں رہ کر دوسروں کو بھی ناپاک کر رہا ہے۔ پرے ہٹ۔'' خوشبو سے مہکتا شلوار قمیض میں ملبوس لمبی داڑھی مونچھوں والا وہ شخص مجھے دیکھ کر حقارت سے بولا اور کانوں کو ہاتھ لگا کر توبہ کی۔ میں جو پہلے ہی ڈرا سہما سا کھڑا تھا اس شخص کے الفاظ سن کر خود کو ایک اندھیری کھائی میں گرا ہوا محسوس کیا۔ میرا دل کسی ننھے بچے کی طرح خوف میں مبتلا تھا۔ ایک سے بڑھ کے ایک پاک صاف آدمی اذان کی آواز سن کر بھاگتا ہوا

آ رہا تھا۔ مجھے اپنا وجود بے مول لگا۔ نہ میں انکے جیسا تھا نہ انکے ساتھ بیٹھنے کے لائق تھا۔ مجھے بے اختیار حجاب کے وہ الفاظ یاد آئے۔

''ایک بات بتاؤ، اللہ تمہیں جانتا ہے؟ کبھی حاضری تک لگائی ہے اس کی بارگاہ میں؟ نہیں نا۔ افسوس خدا تم جیسے لوگوں کو اپنے پاس بلاتا بھی نہیں۔ گناہ کی دنیا میں رہنے والے لوگ نیکی کی مہک سے بھی انجان رہتے ہیں۔''

وہ صحیح کہتی تھی۔ میرے قدم خود بہ خود پیچھے بڑھنے لگے۔ تبھی کسی مہربان شخص کی آواز میری سماعتوں میں گونجی۔

''اس نے یہاں تک تمہیں بلایا اور تم اسے ناراض کر کے جا رہے ہو؟''

میں یکدم اس آواز پر پیچھے مڑا۔ سامنے کھڑا شخص مسکرا رہا تھا۔ میں نے سوالیہ نظروں سے آنکھیں سکوڑ کے انہیں دیکھا۔

''پریشان نہ ہو بچے۔ ان لوگوں کو انکے حال پر چھوڑ دو۔ تم یہ بتاؤ نہا کر کیوں نہیں آئے۔ اس طرح تو نماز نہیں ہوگی۔''

میں انکی بات سن کر حیران رہ گیا۔ شاید کافی دیر سے وہ مجھے ہی دیکھ رہے تھے۔ میں نے نظریں جھکا لیں۔ لوگ آنکھیں پڑھنے کا فن بھی جانتے تھے میں نہیں چاہتا وہ مجھے پڑھیں۔

''میں نماز پڑھنے نہیں آیا بس وہ۔۔۔'' میری آواز مجھے خود اجنبی لگی۔ میری نظریں انکی چپل پر تھیں۔

''آج کیا دل سے یاد کیا تھا اسے؟''

میں نے یکدم نظریں اوپر اٹھائیں۔ وہ مجھے ہی دیکھ رہے تھے۔ اب بھی ہونٹوں پر مسکراہٹ اور چہرے پر سکون تھا۔

''ہاں۔'' وہ شخص نجانے کیسے میرا چہرہ پڑھ رہا تھا یا شاید مجھے یہاں پہلی بار دیکھ کر اندھیرے میں تیر چلا رہا تھا۔

''پھر وہ کام ہوا؟''

''ہاں۔''

میری کہنے پر اس کی مسکراہٹ اور گہری ہوگئی۔

''بس پھر سوچنا کیا، شکریہ ادا کرو اس کا۔ اچھا چلو میرے ساتھ آج لگتا ہے نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھ سکوں گا۔ چلو کوئی بات نہیں آج اس کے بندے کے ساتھ پڑھوں گا جسکی دلی مراد اس نے پوری کی ہے۔ یقیناً تم خاص ہو گے۔''

خاص لفظ پر میں نے انہیں گہری نظروں سے جانچنا شروع کیا۔ کہیں طنز تو نہیں کر رہے میں اور خاص؟

''اتنا مت سوچو بس اس کا شکریہ ادا کرو۔ پھر بھلے اپنی دنیا میں جانا آؤ میرے ساتھ۔''

میں وہیں کھڑا رہا۔ یہ شخص یہ ماحول میری سمجھ سے باہر تھا مجھے ہلتا نہ دیکھ وہ پھر مسکرائے۔

''جس نے زندگی عطا کی، تمہارے نام کی اسے اپنا آدھا گھنٹہ نہیں دے سکتے؟''

میں نے انکی بات سن کر اپنے قدم بڑھائے۔ آج بھی میرے دل میں خوفِ خدا زندہ ہے اور یہ اس وقت مضبوط ہوا جب فہیم احمد کا انجام دیکھا۔ میں انکے پیچھے چلتا رہا۔ وہ مجھے ایک گلی میں لے آئے جہاں کچھ فاصلے پر سینکڑوں گھر بنے ہوئے تھے۔ وہ چلتے چلتے ایک گھر کے پاس آرکے جو پردے سے ڈھکا ہوا تھا۔ انہوں نے پردہ ہٹا کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ ساتھ اس خاتون کو اندر جانے کا کہا جس نے دروازہ کھولا۔

''آؤ بچے۔''

وہ مجھے لئے اندر آئے۔ بڑا سا صحن تھا جہاں ٹیبل اور کرسیاں رکھیں ہوئی تھیں۔ گھر پورا بند تھا۔ گھر کی چھت کو بڑے کپڑے سے ڈھانپا ہوا تھا۔

''تم یہیں رکو، میں آتا ہوں۔'' وہ مجھے وہیں چھوڑ سامنے بنے ایک کمرے میں گئے اور فوراً سے کپڑے لئے میرے پاس آئے۔

''یہ لو اپنا لباس تبدیل کرو۔ تم میں سے شراب کی بو آ رہی ہے اس طرح نماز نہیں ہوگی۔'' انہوں نے نرمی سے کہا۔ چہرے پر نہ غصہ تھا نہ نفرت۔ پہلا ایسا بندہ ملا تھا جو ہماری دنیا سے نہ ہو کر بھی مجھے عزت دے رہا تھا۔ نہ وہ حجاب کی طرح تھے نہ اس آدمی کی طرح جس نے مجھے حقارت بھری نظروں سے دیکھا۔ میں نے انکے ہاتھ سے سوٹ لیا اور انکے اشارے پر صحن میں بنے واش روم کی طرف بڑھا۔

میں جب فریش ہو کر باہر نکلا تو وہ باتھ روم کے دروازے کے آگے کرسی رکھ کے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں پہلی بار انکی اس حرکت سے چونکا لیکن میرے چہرے پر سوال پڑھ کر بھی وہ مسکرا کے گویا ہوئے۔

''اندھیرے میں تو سایہ بھی پیچھا چھوڑ دیتا ہے۔ پھر بیٹی کے گھر میں ہوتے ہوئے اجنبی پر کیسے بھروسہ کر لوں؟'' یہ پہلی دفعہ تھا۔ جب میں مسکرایا تھا۔ بیشک وہ دل کے سچے تھے اور یقیناً عقل مند بھی۔

''آؤ نماز ادا کرتے ہیں۔ تم نے وضو کیا ہے؟'' وہ جاتے جاتے اچانک یاد آنے پر پلٹے

''جی۔ بچپن میں دادو پڑھایا کرتی تھیں۔ نماز تو یاد ہے۔'' میں نے وضاحت دی۔ مجھے لگا تھا کہیں وہ مجھے نالائق نہ سمجھیں کہ وضو کرنا بھی نہیں آتا۔

''غسل سے کافی فرق پڑا ہے حاضر جواب ہو گئے ہو۔'' انہوں نے مسکراتے ہوئے میری

پیٹھ تھپکی۔ پھر مجھے لئے گھر کے ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ بیشک گھرانہ عام سی گلی میں تھا لیکن گھر کو سجانے میں محنت کی گئی تھی۔ ڈرائنگ روم خوبصورتی سے سجایا گیا تھا اور دیوار پر بڑے سے فریم میں پہلا کلمہ لکھا ہوا تھا اور اسے دیکھ کر پہلی دفعہ میرے ذہن میں آیا کہ میں کلمے بھول چکا ہوں۔ انہوں نے مجھے جائے نماز دی۔ میرے ساتھ جائے نماز بچھا کر خود بھی نماز ادا کی۔ انکے ساتھ نماز پڑھ کے جہاں مجھے سکون ملا وہیں تحفظ بھی۔ کتنا گھبرا رہا تھا میں اور کتنی آسانی سے انہوں نے میری ناممکن سوچ کو بدل دیا۔ میں نماز ادا کر کے انہی کے انتظار میں بیٹھا رہا۔ وہ ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگے پھر دعا مانگی جو اچھی خاصی لمبی تھی۔

''معاف کرنا بچے، یہی تو وقت ہے جہاں خدا سے بیحد قریب ہوتے ہیں۔'' وہ اٹھے۔ اپنی جائے نماز تہہ کی۔ میں نے بھی اٹھ کر اپنے والی جائے نماز تہہ کی۔ انہوں نے میرے ہاتھ سے وہ لے کر ٹیبل پر رکھی اور مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''اب بتاؤ اتنا ڈر کیوں رہے تھے؟'' مجھے بیٹھنے کا اشارہ کر کے وہ میرے سامنے رکھے سنگل صوفے پر بیٹھ گئے۔

''میں نہیں ڈرتا۔ بس قابل نہیں سمجھتا کہ اس کے گھر جاؤں۔'' میرا کمزور لہجہ مجھے نظریں جھکانے پر مجبور کر گیا۔

''کیوں؟''

''لوگ کہتے ہیں میں کافر ہوں۔'' میرا سر جھکا ہوا تھا۔ انکے چہرے کے تاثرات میں دیکھنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

''پتا ہے انسان برا کب بنتا ہے؟ جب وہ اپنے آپ کو دوسروں سے اچھا سمجھے۔ جس نے بھی کہا اسے کہنا ڈرنا اس وقت سے جب نیکی کا تکبر کرنے والوں میں تم شامل ہو گے کیونکہ

ہمیں کافر کو کافر کہنے کا حق بھی نہیں۔'' انکی باتیں مجھے اپنی جکڑ میں لے رہی تھیں لیکن میرا دل انکی بات کی نفی کر رہا تھا۔

''مجھے لگتا ہے یہ سچ ہے۔ میں ہوں۔ میں۔ بہت۔ گنہگار ہوں۔ بہت۔'' میں نے انگلی سے آنکھوں میں آتی ہلکی نمی صاف کی۔

''کونسے گناہ کیے ہیں؟''

''شرا۔ شراب پیتا ہوں۔ نافرمان ہوں۔ لڑکیوں کے ساتھ گھومتا ہوں، انہیں اپنا عادی بنایا۔ لیکن حرام نہیں۔ وہ کہتی ہے میں حرام رشتے بناتا ہوں۔ میں نے کبھی نہیں بنایا۔ وہ کہتی ہے میں برا ہوں، میں نیکی کی مہک سے انجان رہونگا۔ آبِ حیات سے بھی نہالوں تب بھی یہ گندی بدبو میرے جسم سے نہیں جائے گی، خدا مجھے اپنے پاس نہیں بلائے گا۔ وہ مجھ جیسوں کو نہیں بلاتا، میں منافق ہوں۔ مجھے وہ بھلا چکا ہے۔'' میری آواز بھر آ گئی۔ دل چیخ چیخ کے رو رہا تھا۔ بے اختیار ایک ہچکی نکلی۔ میرا دل مجھے رونے پر اکسا رہا تھا۔ اتنا مضبوط نہیں تھا ہر دکھ جھیل لے۔

''میری بات غور سے سنو۔ معافی گنہگار ہی مانگتا ہے اور ہر شخص کو نیکی کی طرف لوٹنے کا حکم ہے۔ اگر کوئی مسلمان بنے تو کیا اسے یہ کہتے ہیں کافر ہو تم، نکل جاؤ اس پاک گھر سے؟ نہیں خدا کے نزدیک وہ شخص اہمیت رکھے گا جس نے نماز کی نیت باندھی نہ کہ وہ جو دوسروں کو حقیر سمجھ کر انہیں اسلام سے دور کرے۔ ایک واقعہ سناتا ہوں۔ وہ رب معاف کرنے والا ہے کہتا ہے بس توبہ کرو تم کرو توبہ، لوٹو تو میری طرف۔ میں تمہارے گناہ آسمان جتنے بھی ہوں تو معاف کر دوں گا بس توبہ کرو۔ اس سے پہلے کہ توبہ کا موقع بھی نہ ملے۔ ایک آدمی نے ننانوے قتل کیے بنی اسرائیل میں۔ ایک عبادت گزار سے پوچھا ننانوے قتل کیے ہیں توبہ ہوگی؟ اس نے کہا نہیں ہوگی۔ آدمی نے اسے بھی قتل کر دیا۔ پھر ایک عالم سے پوچھا سو قتل کیے

ہیں کیا توبہ ہوگی؟ اس نے کہا۔ بیٹا کیوں نہ ہوگی؟ پر توبہ پکی ہو یہ شہر گندا ہے وہ شہر نیک لوگوں کا ہے وہاں چلا جا یہ شہر چھوڑ دے۔ آدمی نے کہا بس معافی مل جائے میں یہ شہر چھوڑ دوں گا۔ بوریا بستر اٹھایا۔ نیک لوگوں کے شہر میں چلا آیا لیکن راستے میں موت آئی۔ اسی وقت اللہ نے دو فرشتوں کو بھیجا۔ دوزخ کے فرشتے نے کہا۔

''یہ ہمارا مجرم ہے ہم لے جائیں گے۔''

جنت کے فرشتے نے کہا۔ ''یہ ہمارا مہمان ہے ہم لے جائیں گے۔''

دوزخ کے فرشتے نے کہا۔ ''اس نے توبہ نہیں کی، یہ ہمارا مجرم ہے۔ ہم لے جائیں گے۔''

جنت کے فرشتے نے کہا۔ ''ہمارا مہمان توبہ کر چکا ہے گھر سے نکل پڑا ہے ہم لے جائیں گے۔''

دوزخ کے فرشتے نے کہا۔ ''ابھی اس بستی میں پہنچا نہیں ہے ہم لے جائیں گے۔''

جنت کا فرشتہ بولا۔ ''پہنچنا ضروری نہیں ہے نیت ضروری ہے۔''

اللہ نے تیسرے فرشتے کو بھیجا کہ جاؤ، ان میں فیصلہ کرو۔ فیصلہ کرو اس طرح کہ بیچ میں میت پڑی ہے۔ سامنے نیک لوگوں کی بستی ہے پیچھے اس کا گھر ہے۔ ان میں فاصلہ ناپو۔ اگر میت نیک لوگوں کی بستی کے قریب ہے تو جنت والے لے جائیں۔ اگر اپنے گھر کے قریب ہے تو دوزخ والے لے جائیں۔''

وہ شخص اپنے گھر کے قریب تھا لیکن جب ناپنے کا وقت آیا۔ اللہ نے نیک لوگ والی زمین کو کہا کہ ''اے زمین تو سکڑ جا۔ جبکہ اس کے گھر کے قریب والی زمین کو کہا۔ اے زمین تو پھیل جا۔''

جب فاصلہ ناپا گیا۔ میت نیک لوگوں کی بستی کے قریب تھی تو اللہ نے حکم سنایا کہ یہ ہمارا

مہمان ہے اسے جنت میں لے جاؤ۔"

میرے آنسو میری آنکھوں سے کسی آبشار کی طرح بہہ رہے تھے۔ میں انہیں یک ٹک دیکھ رہا تھا۔ انکی نظریں بھی مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ ایک بار پھر گویا ہوئے۔

"توبہ کرو بچے۔ یہ توبہ تمہارے گناہ ایسے مٹا دیگی جیسے ماں کے پیٹ سے نیا جنا ہوا بچہ۔ لوگوں کو سوچنا چھوڑ دو۔ انہیں خوش کرنا چھوڑ دو۔ بس اسے اپنا بنا لو یہ فانی دنیا تمہارے قدموں میں ہوگی۔"

میرے گلے میں آنسو کا پھندا اٹک گیا۔ میں خود کو کس قدر گرا چکا تھا۔ بار بار اس کے پاک گھر میں قدم رکھنے سے ڈرتا رہا۔ یہ نیک انسان مجھے پہلے کیوں نہ ملا؟ صرف گمراہ کرنے والے ملے اور ملے بھی ایسے کہ جن کے آگے میں خود کو بے مول سمجھتا رہا۔ میں سر ہاتھوں میں تھامے بیٹھ گیا۔ میرے آنسو میرا گریبان بھگو رہے تھے۔ میں بس خاموشی سے انہیں سن رہا تھا۔ دل چاہ رہا تھا یہ آواز ایک پل کو نہ بند ہو۔

"ایک اور واقعہ سناتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کس مصیبت میں تم نے اسے پکارا لیکن دیکھ لو تم چاہے اسے بھولو وہ تمہیں نہیں بھولتا۔ اس شخص کو کہنا کہ دیکھ، ایک دفعہ بس رب کو پکارا اور اس نے مدد کرنے میں ایک لمحہ نہ لگایا۔ یہ سنو۔

اللہ کے نیک بندے جا رہے تھے۔ سفر میں تھے کہ انہیں پیاس لگی۔ کسی طرح کنوئیں تک پہنچے۔ دیکھا تو پانی بہت نیچے تھا۔ انہوں نے اپنی پگڑی اتاری اور جوتے کو اس کے ساتھ باندھا اور نیچے لٹکایا لیکن پانی تک جوتا پہنچ نہ سکا تو پریشان ہو کے وہ بیٹھ گئے۔ اب کیا کروں؟ تب ایک ہرن آیا۔ اس نے نیچے کنوئیں میں دیکھا۔ پانی بہت نیچے تھا۔ وہ جا تو نہیں سکتا تھا نیچے۔ اس نے آسمان کی طرف دیکھا۔ اے پانی والے بے زبان ہوں پانی پلا۔ پانی ابلتا ہوا

اوپر آن پہنچا اور آ کے منڈیر کے برابر لگ گیا۔ ہرن نے پانی پیا۔ ہرن کی وجہ سے جو انسان کھڑا دیکھ رہا تھا اس نے بھی پانی پیا لیکن جیسے ہی ہرن پیچھے مڑا پانی واپس نیچے بیٹھ گیا۔ اس شخص کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ ''میں انسان، میرے لیے تو پانی اوپر نہیں آیا اور اس جانور کے لیے آ گیا۔'' تب وہیں آسمان سے آواز آئی۔

'' تو رسی کا سہارا ڈھونڈتا رہا اس نے مجھے پکارا۔''

ایک ایک لفظ میرے کانوں کو کسی سر کی طرح میٹھا لگ رہا تھا۔ انکا کہا لفظ لفظ سچ تھا۔ اللہ نے کہا ہے شراب حرام ہے میں نے پی لیکن حجاب کے ذریعے اس دن مجھے اس گناہ سے بچایا۔ ہر بار اس حرام کو چھوڑنے کا اشارہ کیا۔ میں نے نہیں چھوڑا۔ یہاں تک کہ آج مہوش کو بچانے میں دیر بھی ہوئی تو اسی حرام کی وجہ سے جس نے میرا دماغ تک مفلوج کیا۔ اگر آج بھی اسے یاد نہ کرتا تو شاید خود سے نظریں ملانے کے قابل نہ رہتا۔ زندگی کے ہر راستے میں اس نے میری مدد کی۔ دل و دماغ کی جنگ میں دل کو جیت دلائی۔ شیطانی دماغ کی ہر چال ناکام بنائی۔ اور دل کیوں نہ جیتتا، آخر اس دل میں میرا اللہ رہتا ہے تو کیسے ہو سکتا تھا میں اس کے حکم کے خلاف کچھ کروں۔ وہ ساتھ تھا میرے ہر وقت، ہر پل بس میں اس سے انجان بنا پھرتا تھا۔

''منہ دھو لو پھر اچھا سا کھانا کھلاتا ہوں۔'' وہ اٹھ کے میرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے مجھ سے ہمکلام تھے۔

''کیا میں آپ سے روز مل سکتا ہوں؟'' میں نے آنسو پونچھ کر انہیں دیکھا۔ میرا لہجہ کسی بچے کی طرح منت بھرا تھا۔

''بالکل۔ پانچوں وقت اسی مسجد میں نماز پڑھتا ہوں۔ آ جانا بچے ساتھ پڑھیں گے، مجھے بھی خوشی ہو گی۔'' وہ بیشک اچھے تھے۔ ہوشیار بھی اور دوسروں کا بھلا سوچنے والے۔

''پانچوں وقت پڑھتے ہیں؟ پھر آفس مطلب جاب کیسے کرتے؟'' میں نے حیرانگی سے ان سے پوچھا۔ گھر اچھا خاصا تھا۔ ان پانچ وقتوں میں کام میں کوئی مشکل درپیش نہیں آتی تھی انہیں؟

''وہ منزل کیا منزل ہے جو مل کے چھن جائے
وہ عزت کیا عزت ہے
وہ دولت کیا دولت ہے
وہ شہرت کیا شہرت ہے
جسے موت مٹا دے۔''

''سمجھے؟ دنیا فانی ہے۔ یہ دولت بھی یہیں رہنی ہے شہرت بھی۔ بس اعمال لے کر جانے ہیں جو آگے فیصلہ کرینگے ہم اس دنیاوی امتحان میں فیل ہوئے یا پاس؟ میں دونوں کام سرانجام دیتا ہوں۔ اب تو عادت ہے پورے دن میں کیا بس ایک گھنٹہ بھی اللہ کے لئے نکال نہیں سکتا؟ کتنا وقت لگتا ہے ایک نماز میں جو میں اذان سن کر اس کی محبت میں بھاگا نہ آؤں؟''

وہ اتنے پرسکون تھے کہ مجھے انہیں دیکھ کر حیرت ہو رہی تھی۔ ہر سوال کا جواب انکے پاس موجود تھا۔

''آپ کے دن کا روز ایک گھنٹہ مل سکتا ہے مجھے؟''

''ضرور۔'' وہ مسکرا اٹھے۔

کھانے کے بعد میں ان سے اجازت لے کر نکلا۔ وہ میرے ساتھ مجھے باہر تک چھوڑنے آئے۔ میں چلتے چلتے وہیں آ کھڑا ہوا جہاں کچھ دیر پہلے اندر جانے سے ڈر رہا تھا۔ میرے قدم خود بہ خود میرے اللہ کے گھر کی طرف چل پڑے۔ نہ دل میں خوف تھا نہ چال میں

لڑکھڑاہٹ۔ اندر آ کر میں وہیں بیٹھ گیا جہاں کچھ لوگ تسبیح پڑھ رہے تھے تو کچھ سورتیں پڑھ رہے تھے۔ میں آج یہاں سکون کی تلاش میں آیا تھا۔ میں نے سنا تھا سجدے میں انسان اللہ کے قریب ہوتا ہے۔ میں نے نفلی نماز ادا کی۔ جب تک تھکا نہیں پڑھتا گیا اور جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھے تو بس معافی مانگنے کے لئے اٹھے۔ میں نہیں جانتا دل میں کس کس گناہ کا اعتراف کیا۔ بس مجھے لگا وہ سن رہا ہے۔ دلوں کا حال جانتا ہے۔ میں جب اٹھا تو وہ دھندلا عکس مٹ چکا تھا۔ آنکھیں صاف تھیں۔ رویا تو اس کے آگے رویا جسے بندے کے آنسو دکھتے ہیں نہ انکے آگے رویا جو آنسو دیکھ کر بھی انجان رہتے ہیں۔

میں اس دن جب لوٹا تو مہوش کو حیران کر گیا اور جب اسے بتایا آج نماز پڑھی تو وہ عجیب نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔ اس کے بعد صرف میں نہیں وہ بھی بدلی تھی۔ بار بار مجھ سے حجاب کا پوچھتی۔ میں نے اس کے کہنے پر پہلی بار تنگ آ کر حجاب کو کال کی ورنہ میں اس سے بے نیازی برتے ہوئے تھا۔ حجاب کچھ دن پہلے ہی بچوں کو لے کر اپنی امی کے ہاں گئی تھی۔ میں نے کال کر کے اس سے آنے کا پوچھا اس نے کہا کل تک آ جائے گی۔ میں نے بھی بغیر کچھ اور پوچھے فون رکھ دیا۔ اب میں وہ نہیں تھا جو حجاب کے آگے پیچھے گھومتا تھا۔ جب اس رات مسجد سے نکلا تھا تب سکون ہی سکون تھا میری روح میں، مجھے لگ رہا تھا آج میں ہر گناہ سے پاک ہو گیا ہوں۔ وہ دن تھا جب میں نے اسے پکارا تھا اور آج کا دن ہے۔ وہ میری کامیابی کا راز ہے میری دولت شہرت کا وہی راز ہے ذرہ برابر دانا بھی بس اس سے مانگا، رویا تو بس اس کے آگے رویا۔ میں نے انسانوں سے امید لگانا چھوڑ دی۔ سب کو بھلا بیٹھا بس اس کے قریب تر ہوتا گیا۔ میری عبادتیں طویل ہوتی گئیں، اٹھتے بیٹھے استغفار میری زبان پر رہتا۔ دن رات گناہوں کی توبہ کرتا۔ مجھے یہ رنگین دنیا لے ڈوبی تھی گہرے سمندر میں لیکن اس نے مجھے ایسے

اچھالا کہ آج تک میں ایک پل کو نہ لڑکھڑایا۔ آج اپنے پیروں پر کھڑا ہوں۔ میری چال میں ذرہ برابر لڑکھڑاہٹ نہیں کیونکہ میں ''گر کے سنبھلا ہوں۔''

مہوش کی شادی میں نے خود اپنی مرضی سے عاصم سے کروائی۔ وہ جیسا بھی تھا لیکن ہوس پرست اور عزت بیچنے والا نہیں تھا۔ وہ شخص وہ تھا جو ماں بہن بیوی کو ''محبت سے پہلے عزت دینا جانتا تھا''۔ اور یہ وقت نے بتایا میرا فیصلہ صحیح تھا۔ میں نے حجاب پر طنز، طعنے کرنا چھوڑ دیے۔ میرا زیادہ تر وقت حاجی صاحب کے ساتھ گزرتا۔ لوگ انہیں حاجی صاحب کہہ کر بلاتے تھے۔ سنا ہے پچھلے سال حج کر کے آئے تھے۔ میں بھی سب کی دیکھا دیکھی انہیں حاجی صاحب کہتا تھا۔ انکی باتیں انکے واقعات مجھے دن بہ دن دین سے قریب تر کر رہے تھے۔ میری راتیں کلب میں موج کے بجائے مسجد میں عبادت کرتے گزرتیں۔ اکثر میرا اداس چہرہ حاجی صاحب پڑھ کے اس کی وجہ پوچھتے۔ اب انہیں کیا بتاتا ایک انا پرست لڑکی نے انا کی آڑ میں ہماری زندگی کے چھ سال گزار دیے۔ میں ہر بار لوٹا ہوں اس کی طرف، ہر بار اس کے آگے جھکا ہوں لیکن اب نہیں۔ اتنا حوصلہ نہیں ہر بار خود کو تڑوا کر سمیٹ لوں۔ اس کے ساتھ میں بھی اذیت میں رہا ہوں۔ تنہائی جھیلی ہے لیکن انتظار بھی کیا ہے اور وہ ہے کہ خاموشی کی چادر اوڑھے نجانے کن معجزوں کا انتظار کر رہی ہے؟

''خاموشی کی کتنی زبانیں ہیں نا

دکھ، ضد، غصہ، انا، شکر۔''

اس کی خاموش نگاہیں اکثر مجھے کچھ کہتے کہتے پلٹ جاتیں۔ آج بھی وہ ویسی ہی ہے ''میں'' کو پوجنے والی۔ میں بھی اس کے سامنے اسکو نظر انداز کرتا۔ بس اپنے بچوں کا ہو کر رہ گیا۔ انکے بیحد قریب اور وہ دن میرے لئے حسین ترین تھا جب احتشام نے ڈیڈی کہا۔ میں نے

انہیں خود کا اس قدر عادی بنا ڈالا کہ اپنی نانی کے گھر جانے سے پہلے اطلاع کرنا نہیں بھولتے تھے کہ ہمیں لینے آنا۔ اکثر راتوں کو انکے پسندیدہ کارٹونز پروگرام انکے ساتھ بیٹھ کر دیکھتا۔ میرے اندر کمرے میں جانے کی ہمت نہیں تھی۔ وہاں جا کر وہی خاموشی ہم دونوں کے بیچ حائل ہوتی بس اسی خاموشی سے بچنے کے لئے میں زیادہ تر نیچے ہی رہتا۔

ایک دفعہ کوئی انڈین ڈرامہ چل رہا تھا جہاں کچھ لڑکے ایک لڑکی کو اغوا کر کے اسے زیاتی کا نشانہ بنا کر کسی کچرے دان میں لاوارث چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ہم چاروں وہیں لاؤنج میں تھے۔ حجاب کپڑے پریس کر رہی تھی۔ احتشام اپنا بیگ پیک کر رہا تھا ساتھ ٹی وی پر چلتا شو توجہ سے دیکھ رہا تھا جبکہ پرنیا یک ٹک سامنے کا منظر دیکھ رہی تھی۔ بچی ہو کر بھی وہ یہ سمجھ گئی تھی کچھ غلط ہوا ہے۔

''ڈیڈ، واٹ ہیپنڈ ٹو دیٹ گرل؟''

اس کی معصوم نمی میں ڈوبی آواز نے مجھے جھنجھوڑا۔ میں خاموش رہا میرے پاس الفاظ نہیں تھے۔ وہ مجھے خاموش دیکھ کر رونے لگی۔ حجاب احتشام اپنا کام چھوڑ پرنیا کے پاس آ گئے۔

''میری جان کیا ہوا؟'' حجاب اپنا کام چھوڑ تیزی سے اس کے پاس آئی۔

''کیا ہوا پری۔'' احتشام حیران پریشان کبھی مجھے دیکھتا کبھی پرنیا کو۔

''مما، بیڈ انکل۔'' پرنیا نے ایل ای ڈی کی طرف اشارہ کیا۔ حجاب نے ایل ای ڈی کو دیکھ کر نا سمجھی سے مجھے دیکھا کیونکہ وہاں بریک چل رہا تھا۔ جبکہ احتشام خاموشی سے اپنی جگہ پر جا بیٹھا۔ یہ حجاب کی باتوں کا ہی اثر تھا اکثر وہ بچوں کو ایسی غلیظ نظروں سے بچنے اور ساتھ انکی غلط حرکتیں بتا کر آگاہ کرتی کہ اگر ایسا ہو تو اپنے بڑوں کو ضرور بتاؤ۔

''ایک گینگ نے لڑکی کا ریپ کیا۔'' میں نے اپنی خاموشی توڑی۔ حجاب نے پرنیا کو بیتابی

سے گلے لگایا اور پرنیا کو اس طرح خود میں بھینچ لیا جیسے ابھی کوئی اس سے پرنیا کو چھین کر لے جائے گا۔ ماں اس حال میں بچے کو بہتر سمجھا سکتی ہے۔ حجاب نے اکثر مجھے کہا بھی کہ کیبل کٹوا دوں۔ یہ دونوں سارا دن کبھی ریالٹی شوز دیکھتے تو کبھی کارٹونز اور انڈین ڈرامے جس سے حجاب کو سخت چڑ تھی۔ اس واقعہ کے بعد حجاب نے پرنیا اور احتشام کو کافی الرٹ کیا اور یہی وجہ تھی کہ پرنیا نے ڈرائیور کی حرکت سے مجھے آگاہ کیا لیکن یہاں مجھے غصہ حجاب پر آیا جو اکثر کبھی رونے کا مشغلہ فرما رہی ہوتی تو کبھی تنگ آ کر کہہ دیتی میں ہی مر جاؤں۔ چڑچڑا پن اس کی طبیعت کا حصہ بن چکا تھا۔

اس دن حجاب کی بے نیازی پر میرا ہاتھ اٹھا تھا۔ وہ بیوقوف لڑکی سب پہلے سے جانتی تھی پھر بھی انجان رہی۔ مجھے ایک دفعہ بھی نہیں بتایا کہ ڈرائیور اسے غلیظ نظروں سے گھورتا ہے۔ ہوش اسے تب آیا جب بات بیٹی پر آئی۔ اس وقت شدید غصے میں میرا ہاتھ اٹھ گیا۔ وہ کہہ رہی تھی ڈرائیور کی نظریں اس کا دیکھنا۔ ایک دفعہ بھی حجاب نے پرنیا کا نام نہیں لیا۔ وہ خود بھی ہر وقت جلتی رہی۔ ساتھ مجھے بھی جلا کر راکھ کر دیا۔ اس تھپڑ نے حجاب کی خاموشی توڑ دی۔

رات کو جب میں حاجی صاحب سے ملنے مسجد جا رہا تھا تب حجاب کا جملہ میرے تن بدن میں آگ لگا گیا۔ وہ پوچھ رہی تھی آج کہاں جا رہے ہو منہ مارنے۔ میں نے بھی اس کی زبان میں اسے جواب دیا۔ اس رات پھر حاجی صاحب میرے چہرے سے اداسی بھانپ گئے اور میں نے تنگ آ کر انہیں سب بتا دیا۔ اس دن تو انہوں نے کچھ نہ کہا لیکن اگلے دن جہاں حجاب کی کال نے مجھے حیران کیا وہیں حجاب کی ڈرائیونگ سیکھنے کی بیتابی دیکھ کر مجھے لگ رہا تھا وہ سخت برف پگھل رہی ہے لیکن میں اس کے ساتھ نہیں گیا۔ اب تھوڑا وہ بھی تو تر سے مجھے ایک عرصے سے لٹکایا ہوا تھا۔ اس دن مجھے علیزہ کو گھر بھی دکھانا تھا جو عباس نے اس کی پسند سے

خریدا تھا۔نیکسٹ منتھ انکی شادی تھی اور آج کل میرا زیادہ تر وقت انکا ہوتا۔لیکن میں نہیں جانتا تھا میری بے نیازی نے حجاب کے دل میں شک کی جڑیں مضبوط کردیں۔منتہا نے مجھے بتایا تھا کہ حجاب میرا پوچھ رہی تھی اور حجاب کا وہ ری ایکشن میں آج تک نہیں بھولا جب علیزہ کا فون دیکھ کر وہ غصے سے لال پیلی ہوتی مجھ پر طنز کرنے پہنچ گئی اور وہی دن تھا جب حجاب تاثیر دل کے ہاتھوں مجبور ہوئی لیکن میرے اکسانے پر بھی ایک بار تک نہیں کہا، محبت ہے تم سے۔

بس اس دن یہی جانا اسے احساس تھا میرے اقرار کا۔اسے پروا تھی میری ناراضگی کی۔وہ لوٹنا چاہتی تھی میرے پاس لیکن وہی ''انا'' اور اسی انا کو توڑنے کے لئے میں حاجی صاحب کے پاس گیا۔انہیں بتایا۔

''مجھے لگتا ہے انا میرے گھر کو تباہ کردیگی، اس انا کی وجہ سے میں اپنی بیوی کھودونگا۔'' میں سر ہاتھوں میں تھامے بے بسی کی تصویر بنا ہوا تھا۔

''تم پہل کرو اس انا کو آگ میں جھونکو۔'' وہ سکون سے گویا ہوئے۔نجانے کیوں انہیں سب آسان لگتا تھا۔

''میں ہی کیوں جھکوں، وہ کیوں نہیں جھکتی؟'' میرا لہجہ یکدم تیز ہوا۔انکی جانچتی نظریں، انکے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ بکھر گئی۔

''پہل تو کرو وہ بھی آئے گی اور یہ آخری دن ہوگا جب تم نے پہل کی، دیکھنا شرمندہ ہوکر آئندہ وہ کریگی۔'' وہ ایسے کہہ رہے تھے جیسے مجھ سے زیادہ حجاب کو جانتے ہیں۔

''وہ کبھی نہیں کریگی۔اسے اس دنیا میں سب سے زیادہ عزیز اس کی انا ہے۔'' میں دانت پیستے ہوئے بولا۔آج اتنے ٹائم بعد شدید غصہ آیا ہے۔وہ کتنے پاس تھی میرے میرا لمس تک اسے سکون بخش گیا۔

”ٹھیک ہے دیکھتے ہیں تم کرو پہل۔ مجھے یقین ہے میری بات غلط ثابت نہیں ہوگی۔“ نرمی سے وہ گویا ہوئے۔

”آپ اسے نہیں جانتے۔“ میں بے بس تھا۔ شاید اپنی غلطی میں انہیں بھی شریک کرنا چاہتا تھا لیکن وہ ہاتھ پیچھے کیے بیٹھے تھے۔ وہ خاموش رہے میں کچھ دیر بعد انکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

”ٹھیک ہے دیکھتے ہیں۔ ایک گیم کھیلونگا۔ آزمانا چاہتا ہوں اسے اور مجھے یقین ہے اس آزمائش میں میری جیت ہوگی کیونکہ اقرار وہ کبھی نہیں کریگی۔ دیکھتے ہیں میرا سالوں کا تجربہ جیتتا ہے یا آپ کا یقین۔“ میرے چپ ہونے کے بعد وہ اپنے ازلی انداز میں مسکرا کر گویا ہوئے۔

”ایک بات یاد رکھنا۔ عورت کوئی بھی ہو، رشتوں میں ملاوٹ پسند نہیں کرتی۔ وہ جس سے بھی پیار کرے۔ اس کی حرکات کو نظروں میں رکھتی ہے۔ لڑتی ہے جھگڑتی ہے۔ اپنے ہونے کا احساس دلاتی ہے مگر شراکت کبھی برداشت نہیں کرتی۔“

”آپ نہیں جانتے انا پرست لڑکی کو دل دیا ہے۔“ میں نے احتجاج کیا کیونکہ میں یہی کرنے والا تھا۔ بس یہی طریقہ تھا اسے جھکانے کا۔ اس کے اقرار کا۔

”نہیں جانتا بس یہ جانتا ہوں انا مرد کی ہو یا عورت کی تباہ ایک خوشگوار گھر ہوتا ہے۔“ انکی مسکراہٹ یکدم غائب ہوگئی۔ کاش میں انکی اس مسکراہٹ کا مطلب سمجھتا۔ وہ روکنا چاہتے تھے مجھے۔ لیکن میری ضد میرے غصے نے آج انہیں وہی شخص دکھایا۔ وہی ابراز حیات دکھایا جو باپ تک کی عزت نہیں کرتا۔ کاش کاش اس دن انکی سن لیتا تو آج یہ ہار میرا مقدر نہ بنتی۔ میں کھیل کھیلنے چلا تھا۔ قسمت نے میرے ساتھ ہی ایک دردناک کھیل کھیلا۔ میں ہار کر بھی زندگی

کی بازی نہ جیتا۔ جس ہار کی دعائیں کی تھیں آج وہ میرا مقدر بنی۔ لیکن میری حجاب سے وہ خوشی چھین لی۔

منتہا نے مجھے کہا بھی تھا اسے آفس تک ڈرائیو کرنا نہیں آتا۔ میں نے منتہا کی ایک نہ سنی۔ اسے کال کر کے بلوایا۔ وہ فائل اس کی کار میں رکھی۔ منتہا نے مجھے صاف منع کر دیا وہ حجاب سے جھوٹ نہیں بولے گی۔ وہ حجاب کی نیچر سے واقف بھی تھی اور خوف زدہ بھی لیکن میرے آگے اس کی ایک نہ چلی اور وہ منظر جو حجاب نے دیکھا۔ علیزہ۔ علیزہ میرے ساتھ کھڑی عباس سے ویڈیو کال پر بات کر رہی تھی لیکن اس وقت حجاب کی آنکھوں نے وہ دیکھا جو میں نے اسے دکھانا چاہا لیکن اس کے بعد وہ ہوا جو میرے وہم وگمان میں نہیں تھا۔ میں حجاب کا ری ایکشن منتہا سے سن کر جس قدر خوش تھا وہیں تاثیر صاحب کی کال نے میری ہستی مٹا دی۔ مجھے لگا تھا میں اسے کھو چکا ہوں۔ میں وہیں پاگل ہو جاتا اگر علیزہ مجھے ہسپتال نہ لے آتی۔ یہاں مجھے میری جیتی جاگتی حجاب تو ملی لیکن شاید میں نے اسے پا کر بھی گنوا دیا۔ میرے کھیل نے اس سے وہ طاقت چھین لی جس سے وہ اس خوبصورت دنیا کو اپنی آنکھوں میں بساتی تھی۔ میں نے بار بار اپنا چہرہ دھویا لیکن میرے بہتے آنسو نہ رکے۔ میرا دل پھٹ رہا تھا۔ یہ سوچ جان لیوا تھی کہ وہ ہوش میں آ کر کیا کریگی؟

☆.....☆.....☆

وہ اس سے لمحہ لمحہ دور جا رہی تھی۔ حجاب چاہ کر بھی ایک قدم نہ بڑھا سکی۔ آٹھ سالہ عائشہ حجاب سے روٹھی ایک ایک قدم پیچھے لیتی تو پچیس سالہ حجاب اس کے ایک قدم بڑھانے سے ہمت کر کے اپنا پاؤں آگے کرنے کی کوشش کرتی لیکن چاہ کر بھی اس کے وجود میں جنبش نہ ہوتی۔

عائشہ نے اسے ہلتے نہ دیکھا تو شکوہ کناں نظروں سے دیکھتے روتے ہوئے بولی۔

”جانتی ہو حجاب، تم نے جس نعمت کی قدر نہیں کی نہ آج اس نے وہ تم سے چھین لی۔ جس کی دی ہوئی نعمت سے تم لوگوں کا دل دکھاتی تھیں آج وہ وجہ ختم ہوگئی۔ اب تم کبھی لوگوں پر فتویٰ جاری نہیں کروگی۔ تم نہیں جانتیں تم سے زیادہ مجھے تکلیف ہورہی ہے۔ غصہ آرہا ہے تم پر۔ کاش تم نے اس وقت اس کی دی ہوئی نعمتوں کی قدر کی ہوتی۔ تم نے سب کا دل دکھایا۔ سب سے زیادہ اس کا جس نے تمہاری جان بچائی۔ تم خودسر، مغرور ہو۔ آج بھی تم ویسی ہو۔ اب تم میرے پاس نہ آنا کیونکہ تم کبھی نہیں بدل سکتیں۔ کبھی بھی نہیں۔“

”نہیں۔“ وہ بیڈشیٹ کو مٹھی میں جکڑے چیختی ہوئی اٹھ بیٹھی۔ اس کا پورا وجود پسینے سے شرابور تھا۔ پیشانی پر پسینے کے ننھے ننھے قطرے موجود تھے۔ اس کی سرخ آنکھیں کمرے میں اندھیرا دیکھ کر مزید خوفزدہ ہوگئیں۔ بند یا کھلی آنکھوں میں اب کوئی فرق نہ تھا۔

”ام۔“ اس سے پہلے وہ اپنی ماں کو پکارتی، آمنہ نے اسے خود سے لگایا۔ وہ اس کی چیخ سن کر اٹھی تھیں۔

”حجاب، میری جان کیا ہوا؟“

یہ اب تقریباً روز کا معمول تھا۔ حجاب اسی طرح خوفزدہ ہوجاتی۔

”امی، مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ خوف آرہا ہے۔ مجھے ایک بار آپ کو دیکھنا ہے امی۔ ایک بار روشنی لادو۔ میں پاگل ہوجاؤنگی۔ مجھے کچھ نہیں دِکھتا۔ کچھ بھی نہیں۔ نہ صبح کا پتا لگتا ہے نہ رات کا۔ مجھے خود سے نفرت ہوتی ہے۔ بوجھ لگتی ہے یہ زندگی امی۔ کچھ کریں۔ میں ایسے۔ نہیں۔ رہ سکتی۔ امی۔ م۔ میں مرجاؤنگی یا مجھے ماردو۔ اب تو۔ وہ بھی۔ چھوڑ گیا مجھے۔ کچھ بھی نہیں میرے پاس۔ میں کچھ نہیں کرسکتی۔ مجھے خوف آتا ہے امی۔ کوئی آئے یا جائے مجھے کچھ نظر نہیں آتا۔ کچھ بھی نہیں۔ اب تو چہرے بھی بھول گئی ہوں امی۔ بس ایک دفعہ دکھادو

مجھے۔امی کچھ بولو نا۔اس خاموشی سے ڈر لگتا ہے، وحشت ہوتی ہے۔"

حجاب کے آنسو، اس کے الفاظ آمنہ کا دل چیر رہے تھے۔وہ خود بھی رو رہی تھیں۔حجاب کو آج یہاں آئے تیسرا دن تھا۔ بچے الگ کمرے میں تاثیر صاحب کے ساتھ سوتے تھے۔ حجاب کی اس حالت کے بعد کوئی بھی اس سے ملنے نہیں آیا۔سب نے منہ موڑ لیا چاہے وہ ابراز ہو یا اس کے ماں باپ۔سب حجاب کو ایسے بھلا بیٹھے تھے جیسے وہ کبھی انکی زندگی میں آئی ہی نہیں تھی۔

☆.....☆.....☆

"آپ نے مجھے روکا کیوں نہیں؟"

آج وہ ان کے سامنے کھڑا بے بسی کی انتہا پر تھا۔دو دن سے لگاتار وہ ہسپتال کے چکر لگا کر اپنی ہستی تک بھلا چکا تھا۔وہ انکے پاس آ کر اپنا غم ہلکا کر لیتا لیکن سکون ابھی بھی کسی طور میسر نہ ہوا۔جب تک حجاب کے روبرو کھڑا اس سے سزا نہیں پوچھ لیتا تب تک کسی طور یہ دل اس غم سے آزاد نہیں ہوگا۔

"انسانی فطرت ہے بچے انسان کو جس کام سے روکو وہی کرتا ہے۔" وہ آج بھی پرسکون تھے۔چہرے پر وہی خوبصورت مسکراہٹ تھی۔

"آپ روکتے تو۔" سارا الزام ان پر ڈال کر وہ کسی ننھے بچے کی طرح شکایات کر رہا تھا۔ حاجی صاحب دھیرے سے ہنس دیے۔

"ایک ہفتہ تم سے سر کھپایا، احساس دلایا، انا دونوں طرف ہے مگر وہ انسان ہی کیا جو اپنی غلطی مانے۔" انہوں نے ایک کا اشارہ کر کے تسبیح رکھ کر اپنی داڑھی کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔پھر اسے غور سے دیکھتے اپنے لب کھولے جس میں رازی کو اپنا آئینہ دکھا تا عکس شرمندہ

کر گیا۔

''تمہیں جب پہلی بار دیکھا تھا تم ایک معصوم بچے لگے تھے مجھے۔ لیکن اس دن تمہیں میں دیکھ کر ڈر گیا۔ انا اور غرور کی جھلک تھی تمہاری آنکھوں میں۔ خود پر اتنا غرور نہ کیا کرو بچے۔ یہ غرور انسان کو ذلت کی گہری کھائی میں اچھال دیتا ہے۔'' وہ اللہ کے انہی بندوں میں سے تھے جو اس کے بندوں کو گناہ کی راہ میں چلتا دیکھ کر کانپ اٹھتے۔ اب بھی وہ چہرہ بے بسی سے ابراز کو دیکھ رہا تھا، مسکراہٹ یکدم ان کے ہونٹوں سے غائب ہو چکی تھی۔

''غرور نہیں تھا حاجی صاحب، بس خود پر اعتبار نہیں تھا۔ ایک دنیا کہتی ہے ''خاص'' ہوں میں لیکن اس کی نظر میں ''عام'' سے بھی ''عام'' ہوں۔'' بالوں میں ہاتھ پھیرتا وہ پسینے سے بھیگا ہوا تھا۔ دل اب تک تیز رفتاری سے دھڑک رہا تھا۔ گزرا وقت کیا کھیل کھیل گیا؟ پتا ہی نہ چلا وہ بس دیکھتا رہا۔

''تو خاص بناتے خود کو۔ جس چیز کی کمی ہے اسے پورا کرتے۔ اسے اعتبار دلاتے تو آج پشیمانی سے یہاں سر جھکائے نہیں بیٹھے ہوتے۔'' وہ نرمی سے گویا ہوا۔

''وہ خود بھی تو سمجھتی۔'' ابراز لاچارگی سے بولا۔

''عکس یا ایک جھلک تو دکھاتے کہ بدل چکا ہوں۔ بے نیازی اہمیت نہیں جگاتی بلکہ اسے وہ دیکھنا تھا جس کی اول سے خواہش کی تھی اس نے۔ تمہاری بیوی باپردہ خاتون ہے۔ وہ کیوں ایسے شخص کو تصور کریگی جس نے ہر پل احساس دلایا ہو میں کل بھی ویسا تھا، آج بھی ویسا ہوں۔ دیکھ لو تمہاری مذاق میں کہی گئی بات تمہیں مہنگی پڑ گئی۔'' انکی باتیں ابراز کو رہ رہ کر اپنے خسارے کا احساس دلا رہی تھیں۔

''میں کیا کروں؟'' اس کی آواز یکدم بھرا گئی۔ دل میں درد کی ایک لہر سی اٹھی۔

”اعتبار دلاؤ۔ اسلام صرف مرد کے حقوق نہیں بتاتا بلکہ فرائض بھی بتاتا ہے۔ شوہر کے حقوق تو اس پر واضح کیے۔ اب ذرا فرائض کی جھلک بھی دکھاؤ۔ ایسی آزمائش پر چھپو نہیں، سامنا کرو۔ یقین دلاؤ، احساس دلاؤ اپنے ہونے کا۔“ انہوں نے ابراز کے کندھے پر ہاتھ رکھے دھیمے لہجے میں اسے سمجھایا۔

”ہمت نہیں۔“ وہ کسی بے بس پرندے کی طرح لگ رہا تھا۔ فرق بس اتنا تھا پرندے کو آزادی چاہیے دنیا دیکھنے کے لئے جبکہ ابراز کو قید چاہیے اس دنیا سے بچنے کے لئے۔ آخر چھپنا بھی کسی مسلے کا حل ہے؟

”جنگل میں صبح جب ہرن جاگتا ہے تو سوچتا ہے آج اگر جی جان سے نہیں بھاگا تو مارا جاؤنگا۔ اسی صبح ایک شیر جاگتا ہے اور سوچتا ہے آج گر جی جان سے نہیں بھاگا تو بھوکا رہ جاؤں گا۔ آپ شیر ہو یا ہرن آپ کو بھاگنا تو پڑے گا۔ اسی طرح جب غلطی کی ہے تو سامنا تو کرنا ہوگا۔ اعتراف کرنے میں گناہ نہیں۔ جب اس سے کیا ہے تو اس کے بندے سے بھی کرو۔“ ابراز نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔ انکے پاس ابراز کے ہر سوال کا جواب ہوتا لیکن آج انکی یہ بات ابراز کو کسی تیر کی طرح چبھی تھی۔ وہ سامنا کرنے سے ہی تو ڈرتا ہے۔

”کاش یہ نہ ہوتا۔ جیسا میں نے سوچا ویسے کیوں نہ ہوا۔ میں غلط تھا۔ میں مانتا ہوں لیکن میں نے کوئی ایسی حرکت نہیں کی جس سے کسی کا نقصان ہو۔ پھر حجاب کے ساتھ یہ سب کیوں ہوا؟“

”ایک چڑیا نے خدا سے شکایت کی، اے اللہ! بڑی مشکل سے گھونسلا بنایا تھا۔ تو نے طوفان بھیج دیا میرا گھونسلا خراب ہوگیا۔ تبھی آواز آئی تیری آنکھ لگ گئی تھی اور تیرے گھونسلے میں سانپ چلا آیا تھا تجھے کھانے۔ طوفان اسی لئے بھیجا تا کہ تو جاگ جائے اور اڑ جائے۔ تم نہیں جانتے بچے کبھی کبھی سزا بھی بڑا سبق بنتی ہے اور یقیناً وہ نوازتا ہے تو چھین بھی سکتا ہے اور

چھین کر بہترین سے نوازتا ہے۔اب اٹھو خود سے نہ بھاگو مزید ایک منٹ کی دیری اسے تم سے مزید بدگمان کر دے گی۔یاد رکھنا، جب فاصلے بڑھتے ہیں تو غلط فہمیاں بھی بڑھ جاتی ہیں۔پھر وہ بھی سنائی دیتا ہے جو کہا بھی نہ ہو۔"

آج بھی وہ انکی باتوں سے قائل ہوا تھا۔ایک بار پھر وہ اس کے لئے امید کی کرن بن کر آئے تھے۔گلے میں اٹکا آنسوؤں کا پھندا روکتے ہوئے وہ جو نڈھال ہو رہا تھا اٹھ کھڑا ہوا۔ حاجی صاحب کے ہونٹوں پر ایک پرسکون مسکراہٹ آن ٹھہری۔

☆.....☆.....☆

حجاب نماز پڑھ کے اٹھ کھڑی ہوئی سائیڈ پر ہو کر وہ جھکی تھی اور جائے نماز کا کونہ ڈھونڈ رہی تھی تاکہ تہہ کر سکے تبھی اسے اپنے ہاتھوں کے قریب ایک لمس محسوس ہوا جیسے وہ اس کی مشکل آسان کرنے آیا ہو۔حجاب ڈر کے پیچھے ہٹی۔آج کل یہی ہو رہا تھا۔ہلکی آواز سن کر بھی وہ خوفزدہ ہو جاتی حالانکہ گھر میں گھر والوں کے علاوہ کون ہو سکتا ہے؟ لیکن یہ ڈر تھا کہ کسی طور اسے پرسکون ہونے نہیں دیتا۔

"حجاب۔" اجنبی آواز سن کر وہ مزید خوفزدہ ہو گئی۔

"کو۔کون؟" وہ قدم بڑھاتی ڈر کے مارے پیچھے ہو رہی تھی۔

"حجاب! تم ڈر کیوں رہی ہو۔میں عائشہ ہوں تمہاری دوست۔" عائشہ نے آگے بڑھ کے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"عائشہ۔" حجاب کے لب لرز اٹھے۔وہ بمشکل عائشہ کا نام لے پائی۔اس سے پہلے عائشہ کچھ کہتی حجاب نے ہاتھ بڑھا کے اسے چھونا چاہا اور قریب آ کر اسے گلے سے لگائے وہ سسک اٹھی۔عائشہ جو خود کو مضبوط بنا کر یہاں تک آئی تھی بری طرح رو دی۔کیا کیا دکھ نہ تھا؟ رانیہ کا

دکھ۔ بچھڑنے کا دکھ۔ حجاب کا وہ اجنبیت بھرا لہجہ۔ اپنی دوست کو پانے کی وہ خوشی۔ اور حجاب کی محرومی۔ دونوں نجانے کتنی دیر تک روتی رہتیں کہ ثنا کے دستک دینے سے دونوں آنسو پونچھتی الگ ہوئیں۔

"ہائے یہاں تو ندی بہہ رہی ہے اور مجھ معصوم کو دیکھیں کب سے پکوڑے تل رہی ہوں۔ اس آس میں کہ تعریف ہوگی لیکن آج تو آپی نے بھی آواز دے کر نہیں کہا کہ خوشبو سے پیٹ نہیں بھرنا۔ سامنے لا کر رکھو۔" ثنا نے لوازمات سے بھری ٹرے چائے کے ساتھ بیڈ کارنر پر رکھی۔

"تمہاری بہن ہے نا دیکھو دو دن کی محنت کے بعد ہمت کر کے آئی تھی ساری محنت میری ضائع کر دی۔" عائشہ نے مضبوطی سے حجاب کا ہاتھ تھام کر اسے بیڈ تک لا کر بٹھایا۔

"ثنا۔" ثنا جو کچھ کہنے ہی والی تھی آمنہ کی آواز سن کر جلدی سے کچن میں چلی گئی۔

"حجاب۔" عائشہ نے کچھ کہنا چاہا کہ حجاب نے روک لیا۔

"تمہیں کیسے پتا سب اور اب بھی میرے ایکسیڈنٹ کا۔ مجھے ایسے لگتا ہے تم ہر وقت مجھے دیکھتی ہو۔" حجاب کے لہجے کی بے چینی محسوس کر کے عائشہ ہنس دی۔

"نہیں بس تم سے۔ تم سے جڑے ہر بندے پر غور کیا ہے۔ اب تو شادی ہوگئی میری لیکن تقریباً پانچ سال پہلے ابراز بھائی جنہیں فرسٹ ٹائم یونی میں دیکھا تھا انہیں اپنے بابا کے ساتھ دیکھ کر کچھ حیران رہ گئی۔ پھر انکی وہ بات کافر، وہ بابا سے کہہ رہے تھے کوئی انہیں کافر کہتا ہے۔ بابا نے نہ پوچھا نہ ابراز بھائی نے بتایا۔ کون ہے وہ؟ لیکن میں تو جانتی تھی میری سامنے تم دونوں کی لڑائی ہوئی تھی یونی میں۔ خیر بس اس دن کے بعد سے میں نے جو یونی میں ابراز حیات کو دیکھا تھا اور بابا کے گھر میں جس ابراز کو دیکھا ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ میں آہستہ آہستہ انکی باتیں سننے لگی۔ کبھی سنتی کبھی نہیں مجھے پتا ہے غیر اخلاقی حرکت ہے لیکن

پہلی دفعہ جب سنا اسی وقت اللہ سے وعدہ کیا تھا حجاب کے علاوہ کسی سے ذکر نہیں کرونگی کیونکہ تمہیں رہنمائی کی ضرورت تھی اور بیوی دنیا کی کوئی بھی ہو شوہر کے منہ سے اپنے لئے تعریف سے ہٹ کر کچھ سنے تو شرمندہ ضرور ہوتی ہے۔ میں نے یہی سوچ کر تم سے بات کرنے کا سوچا اور ایک بات کہوں، ابراز بھائی بس دکھ دل میں نہیں رکھتے بابا کو بتاتے ہیں لیکن تم مضبوط ہو۔ بہت فرق ہے تم دونوں میں۔ ابراز بھائی کی یونی میں کافی تعریف سنی تھی۔ وہ ڈونیشنز بہت کرتے ہیں۔'' عائشہ کی باتیں سن کر حجاب نے ایک گہری سانس لی۔ سمجھ نہیں آتا آخر ابراز حیات کو پہچاننے میں اس سے کہاں غلطی ہوئی؟ جو عوروں کو دیکھتا ہے مجھے کیوں نہیں دیکھتا؟ حجاب بنا دیکھے بھی عائشہ کی نظریں خود پر محسوس کر سکتی تھی۔ اسے عائشہ کے ساتھ اپنا رویہ یاد آتے ہی شرمندگی نے آن گھیرا۔

''تمہارا خط پڑھ کے میں جو آسمانوں میں اڑتی تھی بری طرح زمین پر آ گری۔ میں نے توبہ کی لیکن جانتی ہو میرے ساتھ یہ سب کیوں ہوا؟ کیونکہ شاید میری توبہ پکی نہیں تھی۔ میں نے ان لوگوں کو ایک پل کے لئے یاد نہیں کیا جنکا دل دکھایا تھا۔ اس وقت بس ایک شخص یاد تھا'' ابراز'' مجھے لگا مکافاتِ عمل کی صورت میں وہ میرے سامنے آ کھڑا ہوگا لیکن جب تک میں انا کا بت توڑتی تب تک مکافاتِ عمل شروع ہو چکا تھا اور سب سے بھیانک بات بتاؤں؟ مکافات عمل ابراز کی صورت میں تھا۔ اس نے میرے سامنے کسی اور کو لا کھڑا کیا۔ میں تو یہی سمجھتی تھی میری جگہ کوئی نہیں لے سکتا لیکن کسی نے لے لی۔'' وہ جو ایک نکتے کو تکتے عائشہ کے سامنے اپنا غم ہلکا کر رہی تھی نظریں جھکا گئی۔ ان آنکھوں نے ہر بار دھوکہ دیا ہے۔ اسے آج بھی بن بتائے برس اٹھیں جسے چھپانے کو حجاب نے نظریں جھکا دیں۔

''تمہیں ایک بات کہوں حجاب، آج واقعی مجھے لگا غرور تم میں نہیں تمہارا ''یقین'' تمہارا''

اعتبار'' سچا ہے اور یہ ہونا چاہیے کیونکہ اعتبار ہی ایسے کمزور رشتوں کو مضبوط کرتا ہے۔ تمہارے سامنے ابراز بھائی نے کسی کو نہیں لا کھڑا کیا۔ مجھے یقین ہے اور مجھے تمہارے یقین پر بھی یقین ہے۔ لیکن تمہارے ساتھ جو ہوا بس وہ ایک ٹھوکر تھی جسے کھانے کے بعد تمہیں وہ بھی یاد آیا ہوگا جسے تم یاد بھی نہیں کرنا چاہتی ہوگی۔ بولو ایسا ہے نا؟ کسی کا دل دکھایا ہے؟'' عائشہ کی کہی ایک ایک عام سی بات حجاب کے دل کے تار ہلا گئی۔ یہ سچ تھا جسے سوچا بھی نہ تھا وہ بھی یاد آیا تھا اور ایسا وار کیا کہ حجاب کبھی اس شخص کے سامنے سر نہیں اٹھا سکے گی۔

''ہاں تبھی تو یہ نعمت مجھ سے چھین لی گئی کیونکہ آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی میں اندھی بنی رہی۔ تمہیں کن الفاظوں کن لفظوں میں یقین دلاؤں۔ اس کا شکر ادا کرو ایک ایک نعمت کا شکر کرو کیونکہ اس کی دی نعمت کی کمی اس سے پوچھو جو اس سے محروم ہے۔ تم اندازہ نہیں لگا سکتیں اس اذیت کا۔ کبھی کبھی دل چاہتا ہے سوں تو اٹھوں نہ۔''

وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپائے رو دی۔ عائشہ کی آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔ مضبوط ہونے کے باوجود یہاں آ کر وہ بکھر گئی۔

''حجاب، پلیز سنبھالو خود کو۔ ادھر میری بات سنو۔'' عائشہ نے اس کے دونوں ہاتھ چہرے سے ہٹائے اور انہیں ایک ہاتھ سے پکڑ کے اس کے آنسو پونچھے۔ عائشہ اسے کسی بچے کی طرح ٹریٹ کر رہی تھی۔

''کون کہتا ہے کسی کے پاس کمی نہیں؟ آسمان کے پاس بھی تو زمین نہیں۔ محرومی ہر انسان کی زندگی میں ہے۔ نہ امیر خوش ہے نہ غریب لیکن ہاں جو اللہ کو راضی کرتا ہے پھر یہ دنیا اس کے ہونٹوں سے چاہ کر بھی مسکراہٹ نہیں چھین سکتی۔ مجھے یقین ہے آج میرا رب کانٹوں پر سے گزار رہا ہے لیکن گلاب تک پہنچانے کے لئے۔ آنے والے سفر کا تم تصور بھی نہیں کر

سکتیں۔ حجاب، کیا پتا وہ آج سے بہتر ہو بلکہ اس آزمائش کے بعد بہترین ہو۔" وہ نرمی سے اسے سمجھا رہی تھی۔ حجاب کو یہ سب جہاں سننے میں اچھا لگ رہا تھا وہیں حقیقت سوچ کر خوف اٹھ رہا تھا۔ وہ اب ہمیشہ اسی محرومی کے ساتھ زندگی گزارے گی۔ اور ابراز کیا وہ کبھی اسے پلٹ کر دیکھے گا بھی نہیں؟

"ہم۔ مجھے اب کسی کا دکھ نہیں بس جسکا انتظار تھا اب وہ دوبارہ آباد ہو چکا ہے۔ اسے میری ضرورت بھی نہیں۔" حجاب خود کو سنبھال چکی تھی۔ اس نے نرمی سے اپنے ہاتھ عائشہ کی گرفت سے آزاد کیے۔ پا کر کھونا کیا ہوتا ہے اسے پل پل محسوس ہوا۔ کاش وہ ابراز کو ٹھکراتی نہ۔

"ہو سکتا ہے کوئی اور وجہ ہو؟" عائشہ کو وہ ابراز یاد آیا جو اس کی بے نیازی سے تڑپتا تھا۔ اسے کسی طور یقین نہ تھا وہ اس حالت میں حجاب کو چھوڑ گیا۔

"پتا نہیں۔ جانتی ہو یہ غرور کہاں سے آیا۔" نظر نہ آنے کے باوجود حجاب کی نظریں کھڑکی پر تھیں۔ وہ اس کمرے کے کونے کونے سے واقف تھی۔ ایک عرصہ یہاں گزارا تھا۔

"نہیں۔" عائشہ نے نفی میں سر ہلایا لیکن پھر حجاب کا سوچ کر اس کی گلے سے گھٹی گھٹی آواز برآمد ہوئی۔

"سب واہ واہ کرتے تھے۔ میں انکی واہ واہ سن کر کسی آزاد پرندے کی طرح اڑتی تھی۔ بغیر یہ جانے کہ جب یہ پَر چھین لئے جائیں گے تب نہ صرف اڑنے کی صلاحیت سے محروم ہونگی بلکہ بری طرح زمین پر آ گروں گی اور اس طرح گروں گی کہ اٹھنے کے قابل نہ رہ سکوں گی۔ رانیہ کی موت نے مجھے سرتاپا بدل دیا۔ دوسروں کو الزام دینے سے اچھا یہ ہے میں حجاب کروں کیونکہ غلطی بھلے برباد کرنے والے کی ہو۔ ذلیل و خوار وہ لڑکی ہوتی ہے اور اس کے معصوم ماں باپ۔ ہم اس ملک کی عوام ہیں عائشہ جہاں آٹھ سال تک کی بچی کو انصاف نہیں

ملتا۔ پھر بالغ لڑکی کو تو یہ پتھر کھینچ کھینچ کر ماریں گے۔ میں نے جب نقاب کیا مجھ سے زیادہ میرے اپنوں کو خوشی ہوئی۔ چچا چچی اپنی بیٹیوں کو میری مثال دیتے۔ انفیکٹ مجھے الگ سے بلا کر کہتے انہیں سمجھاؤ یہ اس طرح کے کپڑے نہیں پہنے اور تمہاری طرح حجاب کریں۔ یقین کرو گی عائشہ جب آپ کے بڑے آپکو سراہیں تو خود پر، اپنے باپ پر کس قدر فخر محسوس ہوتا ہے، تم اندازہ نہیں لگا سکتیں۔ میری کزنز مجھ سے چڑنے لگیں۔ میرے آتے ہی کہتیں عالمہ آ گئی۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں تھی جو ڈر کے پیچھے ہٹتیں۔ اب میں اور زیادہ انکے گھر جانے لگی۔ جان بوجھ کر پہلے سے پریپیر ہو کر جاتی تا کہ چچی مجھ سے اور امپریس ہوں۔ مجھے اپنے خلاف ایک بھی غلط لفظ برداشت تک نہ ہوتا۔ چاہے کوئی مجھے اپنی غلطی بتائے۔ احساس دلائے۔ غلط بیانی کر رہی ہو۔ مجھے غصہ آتا بجائے غلطی سدھارنے کے میں سمجھتی وہ جلتی ہیں مجھ سے اور نجانے کب یہ غرور میرے خون میں شامل ہو گیا۔ نہ یہ وراثت میں ملا نہ پرورش ایسی تھی۔ بس تعریفیں اس انداز سے کی گئیں کہ میں مزید سننے کے لئے ان تعریفوں میں ڈوبتی گئی۔ اس قدر ڈوب گئی کہ اپنی انا اور اپنے غرور کی تسکین کے لیے صحیح اور غلط کا فرق بھول گئی۔ تکبر تو اللہ کو بھی نہیں پسند۔ اپنے عمل کو اچھا جاننا باقیوں کو خود سے کمتر۔ انسان اتنا اندھا ہو جاتا ہے کہ صحیح اور غلط کا فرق بھول جاتا ہے۔ دیکھ لو یہ حال ہے تکبر کرنے والوں کا۔"

وہ دونوں ہاتھ پھیلائے خود کو ایک نظر دیکھتے ہوئے بولی۔ اس کی غم میں ڈوبی بے بس سی مسکراہٹ عائشہ کے رہے سہے اوسان خطا کر گئی۔ وہ کیسے سمجھائے اسے کچھ چیزوں کا حاصل انسان نہیں سمجھتا۔

"تم ابراز بھائی سے اتنی نفرت کیوں کرتی ہو؟" عائشہ نے اس کا دھیان ہٹانے کو یہ ذکر بہتر سمجھا۔

''اس نے میری انا پر وار کیا تھا۔ مجھے شرمندہ کیا تھا غلطی میری تھی لیکن کس نے اقرار کیا ہے اپنی غلطی کا؟ امی کا وہ تھپڑ، بابا کے سامنے وہ شرمندگی بس مجھے مزید اس سے بدظن کر گئی۔ غلطی میری تھی میں کون ہوتی ہوں اسے کافر کہنے والی جبکہ خود اپنے اعمال کا پتا نہیں۔ میں کوئی نہیں تھی۔ سب مجھ سے بہتر ہیں۔ اب جب بدگمانی کی پٹی ہٹی ہے تو اس نے مڑ کر بھی مجھے نہیں دیکھا۔ میں اسے یاد بھی نہیں عائشہ۔ وہ رویا بھی تھا میں نے دیکھی تھی اس کی آنکھوں میں نمی لیکن مجھے اپنے غم کے علاوہ کسی اور کا غم دکھتا ہی نہیں تھا۔ اس کا بھی نہیں دیکھا جسے مجھے شرمندہ کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔'' وہ اپنی ہی دھن میں بولے جا رہی تھی جبکہ عائشہ کے کان حجاب کی آخری بات پر کھڑے ہو گئے۔

''کون؟''

''میں نہیں جانتی اسے، بس اتنا جانتی ہوں میں نے انسانیت کا ثبوت نہیں دیا تھا اور اس نے ثبوت دیا کہ ابن آدم کی اولاد ہے وہ۔'' کتنا مشکل ہے اپنے کیے کا اعتراف کرنا۔ وہ بھی وہ غلطی، گناہ جو اللہ آپ کو کسی ذریعے یاد دلائے۔

''کیسے ڈھونڈو گی اسے؟'' عائشہ کا سوال اس کے ہونٹوں پر ایک خوبصورت مسکراہٹ چھوڑ گیا۔

''جب آنکھیں چھین کر بینائی لوٹائی ہے تو ملا بھی دیگا۔'' حجاب کی مسکراہٹ گہری ہو گئی جیسے اسے امید تھی وہ اس زندگی میں ضرور اس سے ملے گی۔

''حجاب! تم بری نہیں ہو بس وقت اور حالات نے تمہیں غلط راستے کا انتخاب کرایا ہے۔ ہم دونوں ایک ہی ندی کے مسافر تھے۔ فرق اتنا ہے میں نے اپنی کشتی میں چھید صحیح وقت پر محسوس کر لیا اس لیے ڈوبنے سے بچ گئی لیکن تمہیں اسے ڈھونڈنے میں تھوڑی دیر ہو گئی لیکن

ابھی بھی وقت ہاتھوں سے گیا نہیں۔"

حجاب نے ہلکی سی سر کو جنبش دی جیسے کہہ رہی ہو۔ لفظ لفظ صحیح ہے۔ کافی دیر وہ اسے سمجھاتی رہی۔ حجاب نے عائشہ سے اپنے کیے کی معافی بھی مانگی۔

☆.....☆.....☆

تاثیر صاحب اور آمنہ سے ملکر وہ حجاب کے کمرے میں چلا آیا۔ کمرے میں آتے ہی ابراز نے سب سے پہلے نظر کمرے میں دوڑائی۔ بیڈ پر چادر تانے ایک وجود لیٹا ہوا تھا جسکی پشت ابراز کی طرف تھی اور چہرہ دوسری طرف تھا۔ ابراز نے کمرے کا دروازہ بند کیا اور قدم قدم چلتا ہوا ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے رکھی چھوٹی سے کرسی کھینچ کر حجاب کی سائیڈ پر رکھ کے وہاں آ بیٹھا۔ بند آنکھیں لرز رہی تھیں۔ ابراز اس کے ہاتھ کی کپکپاہٹ بھی محسوس کر چکا تھا۔ وہ جاگی ہوئی تھی اور اس کی آمد سے باخبر تھی۔ صبح اگر ڈاکٹر کال کر کے اسے امید نہ دلاتے وہ آج بھی نہ آتا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا کہے۔ کبھی اس قدر حجاب کے سامنے خود کو بے بس محسوس نہیں کیا جتنا آج وہ خود کو محسوس کر رہا تھا۔ الفاظ اس کے پاس ہمیشہ سے تھے لیکن آج تو نہ الفاظ تھے نہ وہ کونفیڈنس۔

"کیسی ہو؟" بات کا آغاز تو کرنا تھا۔ وہ اتنا دھیرے بھول رہا تھا کہ اسے اپنی آواز اجنبی لگ رہی تھی۔

"ویسی نہیں رہی۔" وہ سیدھے ہو کر چھت کو گھورنے لگی۔ اب نظر انداز کرنا بیکار تھا وہ جان چکا ہے حجاب جاگ رہی ہے

وہ اس کے کلون کی مہک سے محسوس کر چکی تھی۔ وہی ہے۔ دیکھنے کو جہاں آنکھیں بیتاب تھیں وہیں اپنے اندر کی کمی اسے رلا رہی تھی۔

''اب۔تم۔تمہیں فیصلہ کرنے میں مشکل نہیں لگے گی۔'' حجاب جھٹکے سے اٹھ کے بیٹھ گئی۔ اس کی درد بھری بھرائی آواز ابراز کو جھنجھوڑ رہی تھی۔اب کیسے وہ اسے یقین دلائے ایسا کچھ نہیں۔

''ساری زندگی بھی گزار دوں تب بھی ان سوالوں کا جواب میرے پاس نہیں ہوگا جو تمہارے اندر پل رہے ہیں۔'' وہ اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے بولا تھا۔ڈر تھا کہیں وہ اٹھ کے یہاں سے بھاگ نہ جائے۔اتنے دنوں بعد یہ لمس محسوس کیا تھا کس قدر خوبصورت لگ رہا تھا۔

''اتنی دیر کیوں کی؟'' وہ اپنا ہاتھ چھڑاتی غصے سے بول رہی تھی۔گرفت مضبوط ہونے کی وجہ سے وہ ہلکان ہو رہی تھی لیکن اپنی کوشش ترک نہیں کی۔ابراز کی آمد پھر اسے بے بس کر رہی تھی وہ ٹوٹنا نہیں چاہتی تھی۔

''امید کی کرن ڈھونڈنے گیا تھا۔خالی ہاتھ کیسے آتا؟''

وہ پوچھ رہا تھا۔معافی آسانی سے تھوڑی ملتی ہے زندگی بھر کا نقصان کر کے بھلا کوئی دھڑلے سے کیسے معافی مانگ سکتا ہے؟

''ملی؟'' حجاب کی آنکھوں میں ایک چمک سی ابھر آئی۔کیا وہ دوبارہ دیکھ سکے گی؟ جملہ تک کانوں کو کسی سر کی طرح میٹھا لگ رہا تھا۔

''ہاں،لیکن امید بس اللہ سے لگائی ہے۔'' وہ اس کا ہاتھ نرمی سے سہلا رہا تھا۔حجاب نے اب کوشش نہیں کی چھڑوانے کی۔ابراز کو کس قدر سکون آیا تھا یہاں آ کر،اس کے قریب آ کر، لفظوں میں بیان کرنا مشکل تھا۔

''جانتے ہو اذیت کیا ہے؟'' حجاب اسے دیکھنا چاہتی تھی۔ایک کاٹ دار نظر سے نوازنا چاہتی تھی لیکن۔یہاں اس کے الفاظوں نے یہ کام کر دیا۔ابراز دم سادھے اسے دیکھ رہا تھا۔ نجانے کونسے خنجر سے دل پر وار کرنے والی تھی؟

''نہیں نا۔'' ابراز کا کوئی جواب نہ پا کر وہ خود ہی بولی۔

''کہنے کو سب کچھ ہونا لیکن خاموش رہنا۔''

ابراز نے اٹکی ہوئی سانس بحال کی۔ یہ لڑکی کسی دن اس کی جان لے لے گی۔ کن الفاظوں سے وہ اسے راضی کرے؟ کیا کرے کہ وہ واپس اس کی زندگی میں آئے۔

''مجھے تمہارا اعتبار چاہیے حجاب۔ بہت مضبوط ہوں میں لیکن پھر بھی ٹوٹ جاتا ہوں۔ مجھے اپنوں کا اجنبی لہجہ تکلیف دیتا ہے۔'' اس کی لہجے پر چوٹ کرتا وہ اس کی اپنی زندگی میں اہمیت جتا رہا تھا۔

''مجھے بھی دیتا تھا۔'' سرد مہری سے وہ گویا ہوئی۔

''حجاب۔'' ٹوٹا ہوا شکست خورا ابراز کا لہجہ۔ آج حجاب کو بھی تکلیف دے رہا تھا۔

''کیوں اب کیوں تکلیف ہو رہی ہے؟ میرا احساس کیا تھا؟ مجھے کتنا ستایا تنگ کیا۔ میں ایسا کرتی تو؟ کبھی میرا نام تک سنا کسی غیر کے ساتھ؟ مجھے بار بار اگنور کیا۔ جان بوجھ کر میرے سامنے ان چڑیلوں کا نام لیتے ہو اور اب پوری دنیا کے سامنے رو کر اب آ رہے ہو؟ نہیں کرنی مجھے تم سے بات۔ جاؤ یہاں سے بلکہ اپنی بیوی کے پاس جاؤ۔'' دل جو غم سے پھٹا جا رہا تھا آج وہ ہلکا کر کے ہچکیاں لے کر رو دی۔

''حجاب ایسا کچھ نہیں۔'' ابراز نے اس کی حالت دیکھ کر بے چینی سے اسے کندھوں سے تھاما۔

''دور ہٹو فریبی شخص۔ جاؤ یہاں سے اب بھی کیوں آئے ہو چلے جاؤ۔'' ہاتھ جھٹکتی وہ اس سے دور ہوتی غصے سے چیخ اٹھی۔ دماغ کی نس پھٹنے کو تھی۔ کیا جان سکتا ہے وہ بے بسی کی انتہا جب ہسپتال کے بیڈ پر لیٹی وہ انتظار میں تھی۔ پرنیا، احتشام کتنی بار اس سے ملنے آئے لیکن ماں کا اجنبی، سرد لہجہ انکے قدم باہر کی جانب بڑھا گیا۔

ابراز حجاب کی چھوڑی ہوئی جگہ پر آ بیٹھا۔ وہ اس کی حالت کا واقعی اندازہ نہیں لگا سکتا لیکن حجاب بھی اس انتہا کو جان نہیں سکتی جس سے وہ گزر رہا تھا۔ دیکھنے کا حق ہوتے ہوئے بھی چھپ کر دیکھنا، اجنبی بن کر آنا کس قدر تکلیف دہ ہوتا ہے؟

''میری بات سنو پلیز۔ پرنیا کی قسم تمہارے علاوہ کوئی چڑیل نہیں ہے میری زندگی میں۔''

حجاب جو اس کے قسم کھانے پر اپنا رونا بھول کر کچھ اور امید لگائے بیٹھی تھی چڑیل پر پھر رو دی۔ ابراز نے اسے روتا دیکھ کر جھٹکے سے بیڈ پر لیٹا کر اس کا رخ اپنی طرف کیا۔

''حجاب یار، تمہیں چپ کرانے کے لئے چڑیل کہا تھا۔ سچی پہلے تم روتی ہوئیں مجھے پر سکون کر دیتی تھیں۔ آج روتی ہوئی مجھے تکلیف پہنچا رہی ہو۔ میں نے کبھی حرام رشتہ نہیں بنایا، نہ علیزہ کوئی میری رشتے دار ہے۔ بس میرے دوست کی ہونے والی بیوی ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ تم نے وہ دیکھا جو میں نے دکھانا چاہا لیکن تم نے وہ اقرار نہیں کیا جو میں کروانا چاہتا تھا۔'' وہ اس کے چہرے پر جھولتی لٹ کو کان کے پیچھے لے جاتا آس بھرے لہجے میں گویا ہوا۔

''کیوں کرتی؟ کوئی احساس ہے تمہیں اتنی زور سے تھپڑ مارا تھا۔'' اس کا ہاتھ جھٹک کر وہ سرد لہجے میں بولی۔

''تم نے مجھے اس ڈرائیور کی حرکت کیوں نہیں بتائی؟ شکر کرو جان سے نہیں مارا تمہیں۔'' چٹان کو مات دیتا سرد لہجہ۔ حجاب اگر اس کی پل بھر میں بدلتی سرخ آنکھیں دیکھتی تو جی جان سے کانپ اٹھتی۔ یہ سوچ ہی اس کا خون کھول دیتی کوئی اس کی بیوی کو غلیظ نظروں سے دیکھے۔

''کیوں بتاتی کون لگتے ہو تم میرے۔'' بچوں کی طرح معصوم ضدی لہجہ۔

''دوست سمجھ کے شیئر کرتیں۔'' حجاب کی آنکھوں کی نمی اس کے دل کا درد بڑھا رہی تھی۔ سارا الزام خود پر لے کر وہ اسے ہر الزام سے بری کر رہا تھا۔ جیسے ظالم وہی تھا حجاب نہیں۔

''تمہاری نہ دوستی اچھی ہے نہ دشمنی۔ دونوں مجھے مہنگی پڑ گئیں۔ آ۔'' روتے ہوئے حجاب نے زور سے مکا مارا لیکن وہ اس کے کندھے پر لگا۔ نتیجتاً حجاب خود درد سے کرائی۔

''سوری۔ زور سے لگا۔ مجھے بتاتیں میں صحیح سے نشانا بناتا۔ ایک سیکنڈ یہ یہاں۔ ہاں اب مارو۔'' ابراز اسے ناکام ہوتا دیکھ کر خود معذرت کر گیا۔ حجاب کو وہ ہر بار حیران کرتا اب بھی وہ اس کا ہاتھ پکڑ کے دل کے مقام پر لے گیا اور پھر دور کر کے نشانہ صحیح کر کے اسے مارنے کا آرڈر دیا۔

''نہیں مارنا۔'' حجاب نے ہاتھ نیچے کر لیا۔ ابراز غور سے اسے دیکھتا مسکرانے لگا۔ اتنے دنوں بعد اس کی آواز اس کا چہرہ سب کسی خواب کی طرح خوبصورت لگ رہا تھا۔ حجاب اس کی نظریں محسوس کرتی تو ضرور کسی لقب سے نوازتی۔

''میں تمہیں بہت مس کرتا تھا چلو طنز کے تیر چلاتی تھیں۔ بولتی تو تھیں۔'' وہ اسے دیکھتے محبت سے چور لہجے میں بولا۔

''خود کا کیا خیال ہے؟ ایلفی سے منہ چپکا کے بیٹھے تھے۔''

وہ بے نیازی سی چہرے پر سنجیدہ تاثرات لیے بولی۔ نظریں جھکی ہوئی تھیں جیسے خود کو بے نیاز ظاہر کر رہی ہو۔

''تم کہتیں تو آگ لگا کر بھی ایلفی ہٹا دیتا۔'' جھٹ جواب آیا۔ یہی تو حجاب تھی جس نے اسے پاگل کیا تھا۔ آج کتنے عرصے بعد وہ اپنی ٹون میں لوٹی تھی۔

''اتنے بھی اچھے نہیں میرے لئے خود کو نقصان پہنچاؤ۔''

وہ اپنا رخ دوسری طرف موڑ گئی۔

''بے بی آزما کر دیکھو۔'' اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھے وہ مسکرایا اور حسب توقع وہ بے بی

لقب سے چڑ گئی۔ خود ہی رخ بدل کر غصے سے چلائی۔

''بے بی کہا تو منہ توڑ دونگی۔'' حجاب نے شہادت کی انگلی اٹھا کر اسے وارننگ دی۔ ابراز اس کے انداز پر ہنسا۔

''میرے ساتھ چلوگی؟ کمرے کی در و دیوار چیخ چیخ کر پوچھتی ہیں وہ حسینہ کہاں گئی؟''

منت بھرا لہجہ تھا ابراز کا۔ وہ امید بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ حجاب کے گلے میں آنسوؤں کا پھندا اٹک گیا۔

''بولتے نا دوسری آنے والی ہے۔''

''حجاب میں کیسے۔ تمہیں۔ یقین دلاؤں۔'' وہ اس کے آنسو پونچھتا بے بسی سے گویا ہوا۔ اپنے جال میں کس قدر الجھا تھا وہ۔

''دلانے کی ضرورت بھی نہیں۔ مجھے تم پر اعتبار ہے، تمہیں اگر مجھ جیسی انا پرست منظور نہ ہوتی میری محرومی کے بعد تم واپس نہ لوٹتے۔ ایک دفعہ انسانوں کی طرح غصے سے پوچھتے یا کوئی ایسا اعتبار دلاتے کہ میں خود اقرار کرتی۔ تمہیں بھی تو مجھ میں کوئی ایک انوکھی بات تو دیکھی ہوگی جس نے تمہیں انا توڑنے پر مجبور کیا اور تم۔ ویسے ہی اگر مجھے۔ پر تم نے کتنا توڑا مجھے۔ علیزہ۔ نجانے کون۔ کون۔ بالکل پاگل بنا دیا مجھے۔ میں۔ میں۔ مجھ سے۔ پوچھتے تو بتاتی کہ۔ کس۔ قدر۔ مح۔ محبت کی۔ ہے۔''

بے یقینی، حیرت کیا کچھ نہ تھی ابراز کی آنکھوں میں جب اسے اس سے مانگا تو ٹھکرا دیا اور جب اللہ سے مانگا تو وہ خود اس کے جھکنے سے پہلے اظہار کر گئی۔

''صرف اللہ کو اپنا بنا لو، یہ دنیا تمہارے قدموں میں ہوگی۔'' حاجی صاحب کے الفاظ اسے جھنجوڑ رہے تھے۔

غم ہی ایسا ملا کہ بات نماز تک جا پہنچی
فقط ایک سجدہ کیا بات خدا تک جا پہنچی

ابراز کی آنکھ سے ایک آنسو گرا تھا جو اس کے داڑھی کے بالوں میں جذب ہو گیا۔

☆.....☆.....☆

وہ جھکا تھا اور اس کے پیشانی پر محبت کی مہر ثبت کی۔ حجاب کے بولتے لب ساکت ہو گے۔

''دور ہٹو میرے اندھے ہونے کا فائدہ اٹھا رہے ہو۔''

ابراز نے آنکھ سے نکلتے آنسو صاف کیے۔ شکر تھا حجاب کی نظروں سے یہ آنسو پوشیدہ تھے ورنہ ساری زندگی اپنی اہمیت جتا کر طعنہ ضرور دیتی۔

''یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں اس میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔''

محض اسے چھیڑنے کو وہ بولا تھا۔ حجاب اس سے بجلی کی سی تیزی سے دور ہوئی۔ وہ ہنستا چلا گیا۔ نم آنکھوں سے ہنستا وہ پل بھر میں حجاب سے ملنے کے بعد ان تین دنوں کی اذیت بھلا چکا تھا۔

''ڈیڈ، وی مسڈ یو۔'' پرنیا چیختی ہوئی بیڈ پر چھلانگ مار کر آئی۔ ابراز نے اسے دیکھتے مسکراتے ہوئے خود سے لگایا۔

''آئی مسڈ یو ٹو۔'' ابراز نے اس کے دونوں گالوں پر بوسہ دیا۔

''پری۔'' حجاب نے ہاتھ پھیلا کر اسے بلایا جیسے اپنے پاس آنے کی آمد دے رہی ہو۔

پرنیا نے منہ موڑ لیا۔

''جاؤ مما بلا رہی ہیں۔''

''نوشی بیٹ می ویری ہارڈ۔'' پرنیا نے گال پر ہاتھ رکھے کہا۔ ابراز نے ایک نظر حجاب کو دیکھتے گہرا سانس خارج کیا جو شرمندہ دکھائی دے رہی تھی۔

''اچھا چلو اپنا بیگ لے کر آؤ اور شام بھائی سے بھی کہو، ریڈی رہے ہم گھر جا رہے ہیں۔''
ابراز نے اس کی پیشانی پر بکھرتے بالوں کو ہاتھ سے سنوارتے کہا۔
''رئیلی؟ میں ابھی بتاتی۔ ڈونٹ گو اینی ویر۔'' گھر کا سنتے ہی اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ اپنے ڈیڈ کو وہ آخر میں انگلی اٹھا کر تنبیہہ کرتی کمرے سے بھاگتی ہوئی گئی۔
''کیوں مارا؟'' پرنیا کے جاتے ہی وہ واپس اس کے برابر میں آلیٹا۔ سنجیدگی سے آنکھیں سکیڑ کے وہ گویا ہوا۔
''بار بار تمہارا پوچھ رہی تھی جس طرح تم نے غصے میں مارا، مجھے بھی آ گیا۔'' حجاب نے ڈھٹائی سے جواب دیا۔ ابراز افسوس سے اسے دیکھتا نفی میں سر ہلا گیا۔
''فی الحال تو گھر چلو، یہاں کوئی سکون سے بات کرنے نہیں دیگا۔'' ابراز نے اس کا ہاتھ پکڑ کے اٹھایا۔
''میرا موڈ نہیں۔'' حجاب اٹھ کے بیٹھ گئی۔ ساتھ اپنا ہاتھ بھی اس کی گرفت سے چھڑوایا۔
''تمہارے موڈ کی ایسی کی تیسی۔ عبایا کہاں ہے؟'' اسے غصے سے گھورا، پیشانی پر لاتعداد بل نمایاں تھے۔
''بیچ والے میں۔'' سامنے بنی وارڈروب کی طرف اشارہ کرتے کہا۔ اس کا دل تو خود گھر جانے کو بے چین تھا لیکن اوروں کی بے نیازی دیکھ کر اس کا دل دکھا تھا۔
ابراز نے تقریباً دس منٹ وارڈروب کا پوسٹ مارٹم کرنے کے بعد عبایا نکالا اور حجاب کا ہاتھ پکڑ کے اٹھایا۔
''یہ عبایا پہنو، فرنٹ یہ سائیڈ ہے باقی نقاب میں خود۔'' ابراز نے اس کا ہاتھ پکڑ کے عبائے کی فرنٹ سائیڈ پر ہاتھ رکھا۔ حجاب نے جلدی سے عبایا۔ پہنا ساتھ ''اسٹالر دو'' کہا۔

ابراز نے اسے اسٹالر دیا جسے حجاب نے نماز اسٹائل میں باندھا پھر جو آگے کپڑا چھوڑا تھا اس سے نقاب کیا۔

''ڈریسنگ ٹیبل کی فرسٹ ڈراز میں پنز ہیں وہ دو۔'' حجاب کے کہے کے مطابق وہ پنز لے کر آیا جسے حجاب نے لیتے ہی لگایا۔

''پرفیکٹ۔ تمہیں پتا ہے تم دنیا کی سب سے خوبصورت بیوی ہو۔ خاص کر کے اس نقاب میں تم۔'' وہ گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیتے ہوئے مخمور لہجے میں بولا۔

''اب دیر نہیں ہو رہی۔'' حجاب نے آنکھیں سکوڑ کے غصے سے کہا۔ ابراز کی ایسی نظریں خود پر جمی دیکھتی تو ضرور اسے کسی اچھے القابات سے نوازتی۔

''اس کام کے لئے وقت ہی وقت ہے۔'' ابراز نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ تھاما۔ حجاب نے بولنے کے لئے لب کھولے تھے کہ پرنیا بھاگتی ہوئی ابراز کی ٹانگوں سے لپٹ گئی۔ ساتھ ''ڈیڈ شام بھائی اس نوٹ لیسنگ۔'' کا مشغلہ جاری تھا۔

''وائے۔''

''ہی از سلیپنگ۔'' آنکھیں پٹپٹا کر وہ چہرے پر دنیا بھر کی اداسی لئے گویا ہوئی۔

''ڈونٹ وری، ابھی اس کی ساری سلیپنگ بھگاتے ہیں۔ آپ مما کا ہاتھ پکڑو انہیں چھوڑنا نہیں۔'' آستین کو اوپر کیے وہ مصنوئی خفگی سے بولا۔

''وائے؟'' پرنیا کا سوال جہاں ابراز کو چونکا گیا وہیں حجاب نے آنسو پیتے ابراز کی ان نظروں سے بچنے کے لئے چہرہ دوسری طرف موڑ لیا۔

''انہیں کچھ نہیں پتا میں انہیں اپنے پاس تک نہیں آنے دیتی۔ دروازہ پیٹتے رہتے ہیں میں نہیں کھولتی۔'' وہ بیگناہ ہوتے ہوئے بھی خود کو بچوں کی گنہگار محسوس کر رہی تھی جیسے سارا قصور اسی

کا ہے۔ ابراز نے خاموشی سے اسے سننے کے بعد جیب سے کار کی چابی نکال کر پرنیا کو دی۔

''سویٹ ہارٹ، یہ کار کی چابی ہے اسامہ ماموں کو کہو، احتشام کو اٹھا کر کار میں سلائیں۔ آپ بھی جاؤ۔ میں مما کے ساتھ آرہا ہوں۔ اینڈ نو کوسچنگ۔'' ہلکے سے اس کے معصوم گالوں کو تھپک کر کہا۔ پرنیا سر اثبات میں ہلا کر کار کی چابی لے کر اپنے چھوٹے شولڈر بیگ کے ساتھ کمرے سے نکل گئی۔

''تمہارا کوئی قصور نہیں۔ تم ہر الزام ہر جرم سے بری ہو۔'' وہ اس کی پلکوں کو چھوتا نرمی سے بولا۔ حجاب نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کے سب سے ملتا کار میں آبیٹھا۔ حجاب کو فرنٹ سیٹ پر بٹھا کر کار کا دروازہ بند کر کے وہ قدم قدم چلتا گیٹ کے پاس کھڑے تاثیر صاحب کے پاس آیا۔

''وہ ہمیشہ سے میری ذمے داری تھی ہے اور رہیگی۔ یہ آخری بار تھا آئندہ نہ ایسی آزمائش سے گھبراؤں گا، نہ بھاگوں گا۔ Words can't describe my happiness you saved my life یہ احسان زندگی بھر آپ کا مجھ پر رہیگا۔''

وہ انکے گلے لگتا انکے کان میں بیٹی کی آئندہ زندگی کی آنے والی خوشیوں سے آگاہ کر رہا تھا۔ تاثیر صاحب کی رگ و جان میں سکون کی لہر دوڑ گئی۔

''حجاب کی جان جس نے بچائی میں خود اس کا احسان مند ہوں۔ وہاں بھیڑ میں انسان نہیں جانور سے بدتر لوگ تھے۔ بس ایک شخص تھا جس نے نیکی کمائی۔ یہ اس کا نمبر ہے تمہیں حجاب کے روم میں جاتے دیکھ کر اس نے کہا بھائی کو کہنا مجھے کال کرے۔ انکی جیکٹ میرے پاس رہ گئی ہے۔'' وہ ان سے الگ ہوا تو تاثیر صاحب نے اسے ایک پرچی تھماتے کہا۔ ابراز کے ذہن میں یکدم سے دھماکہ ہوا۔ دنیا واقعی گول ہے۔

''آپ کی کی نیکی آپ کی طرف ہی لوٹتی ہے۔'' وہ ان سے پرچی لے کر کار میں آ بیٹھا۔ جیسی بھی ریپوٹیشن تھی انکے سامنے ابراز کو نہیں لگا کہ تمہید کی ضرورت ہے۔ وہ اسے جانتے ہیں انکی بیٹی وہ آخری لڑکی ہے جو ابراز کی زندگی میں حیثیت رکھتی ہے۔

☆.....☆.....☆

''مجھے مس کیا تھا۔'' ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے وہ کار اسٹارٹ کر چکا تھا۔ ڈرائیونگ کرتے مسلسل وہ اسے دیکھ رہا تھا۔ حجاب سب سے بے نیاز آنکھیں موندے سر سیٹ کی پشت سے لگائے نجانے جاگ رہی تھی یا واقعی سو رہی تھی۔

''کس خوشی میں؟'' ترکی بہ ترکی جواب آیا۔ حجاب اسی پوزیشن میں بیٹھی تھی۔

''بالکل نہیں کیا؟ پچیس پرسنٹ بھی نہیں؟'' ابراز کو یقین نہ ہوا۔ اس کے لہجے کی بیتابی حجاب کے دل کو پرسکون پہنچا رہی تھی۔

''نہیں۔'' صاف جواب آیا۔

''ظالم لڑکی۔'' وہ منہ کے زاویے بگاڑتا بڑبڑایا۔

''تم سے زیادہ نہیں ہوں۔'' حجاب کی کہی عام سی بات زہریلے تیر کی طرح اس کے دل میں چبھی تھی۔ ابراز کو لگا وہ اس کی بے نیازی کا طعنہ دے رہی ہے جبکہ حجاب نے بغیر سوچے سمجھے ایک عام سے بات کہی جو وہ ہمیشہ کہتی ہے۔ باقی سفر میں خاموشی چھائی رہی۔ پانچ منٹ بھی نہ گزریں ہونگے کہ ابراز نے اس کے ہاتھ کی پشت پر انگلی پھیری لیکن حجاب کو ٹس سے مس ہوتا نہ دیکھ کر چڑ گیا۔

''ایک جھلک دیکھ کر جس شخص کی چاہت ہو جائے اسے پردے میں بھی پہچان لیا جاتا ہے۔'' وہ اس کے سونے پر چوٹ کر گیا۔

''تمہیں ہر بات کیسے پتا چلتی ہے؟'' وہ روہانسی ہوگئی۔

''میڈم! نقاب میں آپ کی آنکھوں کی جنبش ہی دیکھ سکتا ہوں۔'' وہ اسے دیکھتا ہوا کہہ رہا تھا جسکی نظریں سامنے ونڈ سکرین پر تھیں۔ تبھی ابراز نے ہارن بجایا جسے سنتے ہی گیٹ کے پاس بیٹھا واچ مین الرٹ ہوا اور گیٹ کھولا۔

''ہرااااااااا۔'' پرنیا نے گھر دیکھتے ہی چیخ ماری۔ ابراز نے مسکراتے ہوئے کار گیٹ کے اندر پارک کی۔ پہلی دفعہ بچے اس سے اور گھر سے دور رہے تھے۔ زیادہ سے زیادہ ابراز ایک ہی رات انہیں وہاں رہنے کی اجازت دیتا تھا اس سے زیادہ نہیں۔

''شام بھائی۔ مالی بابا فلاورز کو پانی دے رہے ہیں۔ چلیں ان سے پائپ لے کر ہم پانی دیتے ہیں۔'' پرنیا کی نظر گارڈن میں موجود مالی بابا پر پڑی جو پودوں کو پانی دے رہے تھے۔

''نو، کوئی ضرورت نہیں کپڑے گیلے ہو جائیں گے۔'' حجاب کی بات ایک پل کو سننے کے لئے وہ رکی تھی پھر کار کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ اس کی تقلید میں احتشام بھی نکل حجاب پیچھے سے پکارتی رہی دونوں ان سنا کر کے جا چکے تھے۔

''اتنی توجہ مجھے دیتیں آج تمہارا فرمانبردار شوہر ہوتا۔'' مسکراہٹ دباتا وہ اس کے غصے کو نظر انداز کر کے کار کا دروازہ کھول کر باہر نکلا اور حجاب والی سائیڈ پر آ کر وہاں کا دروازہ کھولا۔

''بے بی، ہاتھ کہاں چھپایا ہے؟'' وہ اس کی طرف جھکتا پوچھ رہا تھا۔ حجاب اس کی حرکت سے بے نیاز خود اٹھنے لگی۔

''میں خود نکل سکتی ہوں اب ہر جگہ تم ساتھ تھوڑی ہو گے۔'' وہ عام سے انداز میں کہہ کر اٹھی تھی کہ عبایا پیر میں دبنے کی وجہ سے واپس بیٹھ گئی۔ ابراز نے اس کے کندھوں کے گرد بازو حمائل کیے اور اس کے قدم سے قدم ملاتا گارڈن ایریا میں آ گیا۔ وہ چلتا ہوا اندر جا رہا تھا کہ

اس کی جیب میں رکھا فون وائبریٹ ہوا۔

''ہیلو۔ دو منٹ جانِ من میں آیا۔ ہمدانی صاحب یہ باتیں میں آفس ٹائم میں کرتا ہوں۔ اِف یو ڈونٹ مائنڈ ہم کل بات کریں۔'' ابراز کی آواز لمحہ لمحہ اس سے دور جا رہی تھی۔ حجاب وہیں کھڑی رہی۔ بچے اپنے کھیلنے میں مگن تھے۔ ابراز اپنے فون کال پر۔ وہ اکیلی تنہا وہیں رہ گئی۔ کون ہوگا جو ایسی بیوی کے ساتھ زندگی گزارے کا جو اس کے قدم سے قدم ملا کر نہیں چل سکتی؟ کب تک وہ برداشت کریگا؟

''مما، یور ٹرن۔'' پرنیا کی آواز سن کر حجاب کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا۔ اس کے دماغ نے منٹوں میں بات پکڑی۔ وہ اسے پانی سے بھگونے والی تھی۔ حجاب نے ڈر کے مارے دونوں ہاتھ چہرے پر رکھے۔ آنکھیں سختی سے میچ لیں۔ ساتھ ہلکی سی چیخ اس کے حلق سے برآمد ہوئی لیکن یہ کیا ایک۔ منٹ۔ دو منٹ۔ کچھ بھی نہ ہوا تھا۔ بس ''ڈیڈ موو'' کی رٹ لگی ہوئی تھی۔ کوئی سایہ تھا شاید جو اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ حجاب نے دونوں ہاتھ چہرے سے ہٹائے۔

''ایک منٹ بھی بڑا ہوگا جب میری نظروں نے تمہیں ڈھونڈا ہو۔ جب سے ملی ہو میں نے پلکیں بھی ڈر کے مارے جھپکائی نہیں کہ خواب نہ ہو۔ جیسا تم سوچتی ہو ویسا میں نہیں اور جیسا میں ہوں ویسے تم سوچ بھی نہیں سکتیں۔'' ابراز نے قریب آ کر اس کے کانوں میں سرگوشی کرتے ہوئے بالوں کو اپنے ہاتھوں سے اس کے چہرے پر جھٹکا جس سے پانی کے چھینٹے حجاب کے منہ پر گرے۔ پانی کی ننھی ننھی بوندیں اس کے چہرے پر ٹھنڈی پھوار کی طرح برسی تھیں بالکل ایسے جیسے اس کے لفظوں کی ٹھنڈی پھوار اس کی روح تک سرایت کر گئی تھی۔

''یہ کیا حرکت ہے۔'' حجاب جو اس کے لفظوں کے سحر میں کھوئی ہوئی تھی اس حرکت پر یکدم ہوش میں آ کر دبے لہجے میں چلائی۔

”میں تمہارے چکر میں پورا بھیگ چکا ہوں آخر کچھ سزا کی مستحق تم بھی ہو۔“ مسکرا کر کہتے ابراز نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ اس کے ساتھ کھنچتی چلی جا رہی تھی۔ آج پہلی بار اسے اندھیرا برا نہ لگا۔ نہ کوئی کمی محسوس ہوئی اور نہ ہی اپنے فیصلے پر پچھتاوا ہوا تھا۔ ایک انسان غلط ہو سکتا ہے، دو غلط ہو سکتے ہیں لیکن ایک صحیح اور لاتعداد لوگ غلط نہیں ہو سکتے۔ ایسا ہوا بھی تو بہت کم ہوا ہے۔ ایک دنیا کہتی ہے آنکھیں ہوتے ہوئے بھی اندھی ہوں اور آج جب یہ آنکھیں گئیں تو روشنی خود ہی چلی آئی۔ بند آنکھوں سے انسان کے چہرے واضح ہوئے جسے ٹھکرایا جسے بددعائیں دیں وہی تو رگ و جان سے قریب تھا۔ اگر آج بھی وہ واپس نہ آتی تو ساری زندگی اپنی اور اپنے بچوں کی مجرم ٹھہرائی جاتی۔

”اے میرے مولا! آنکھیں ہوتے ہوئے بھی اس کی آنکھ میں اس وقت نمی کیوں نہ دیکھی اور آج بند آنکھوں سے وہ نمی محسوس ہوئی۔“ اسے اپنے ہاتھوں پر وہ نمی محسوس ہوئی تھی جس سے ابراز بے خبر تھا۔ نجانے کیوں اتنی بے اعتباری تھی؟ اب بھی یہ محرومی اسے اندر ہی اندر کھائے جا رہی تھی۔ نا جانے یہ ساتھ کب تک رہنا ہے؟

☆.....☆.....☆

”میری ہر خوشی کا راز تو ہے۔“ ابراز کی نظریں کھلے آسمان پر تھیں۔ اپنی خوشی میں وہ اللہ کو کیسے بھلا سکتا تھا جس کی عطا کردہ ہے؟ ابھی تک اس کے کانوں میں وہ الفاظ گونج رہے تھے جو حجاب نے بے خیالی میں بولے تھے۔ ابراز نے اسے طعنہ نہیں دیا نہ اس بات کے لیے چھیڑا۔ وہ جانتا تھا اس کی ایک غلطی پھر وہ الفاظ کوئی خواب ہی بن جائیں گے اس کے لئے۔ حجاب اس وقت عشاء کی نماز پڑھ رہی تھی اور ابراز حاجی صاحب کے ساتھ نماز پڑھ کے کچھ دیر پہلے ہی گھر لوٹا تھا۔

حجاب کے گھر آتے ہی سب سے پہلے فیجہ اس سے محبت سے ملی۔ کل ہی فیجہ کو حجاب کے بارے میں حیات صاحب سے پتا چلا تھا۔ وہ کل ہی حجاب سے ملنے جانے والی تھی لیکن ابراز کے منع کرنے پر دونوں میاں بیوی نے خاموشی اختیار کر لی اور آج حجاب اور بچوں کو دیکھ کر فیجہ کا دل پرسکون ہو گیا۔

زندگی ایک بار پھر اپنی رفتار سے دوڑنے لگی تھی۔ ایک ہفتے بعد حجاب کا آپریشن تھا اور یہ ایک ہفتہ ابراز نے صرف اسی کے نام کیا تھا۔ ابراز نے بچوں کو اس بات سے اپنے طریقے سے آگاہ کیا تھا لیکن باقی گھر والوں کو سختی سے منع کیا تھا کہ کوئی دادو کو نہ بتائے۔ وہ اپنا سارا کام فون یا لیپ ٹاپ کی ذریعے ہی کرتا۔ حجاب کی ذمے داری اس پر تھی۔ ساتھ ایک ملازمہ بھی رکھوائی تھی۔ ابراز دو پل بھی نظروں سے اوجھل ہوتا لیکن وہ ملازمہ نہیں۔ وہ اس کے چھوٹے موٹے کاموں میں خود اس کی مدد کرتا، اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلاتا۔ کبھی کبھی حجاب سے کوئی کام نہ ہوتا تو اپنی بے بسی پر رونے لگتی۔

ایک دفعہ کپ کچن میں رکھنے گئی تو سیڑھیوں سے پیر پھسل گیا لیکن حجاب کی قسمت تھی یا دعائیں تھیں جس نے اسے سنبھالا اور گرتے گرتے وہ سیڑھی پر آ بیٹھی۔ ابراز اسے جتنا منع کرتا وہ اتنا خود کو کاموں میں مصروف رکھتی۔ کبھی بیٹھے بیٹھے کپڑے تہہ کرتی، کبھی اٹھ کے خود پریس کرنے لگتی اور ایک دن تو اس کی لاپروائی اور ضدی طبیعت پر ابراز نے اسے خوب سنایا۔

"تمہیں منع کیا ہے نا؟ سنتی کیوں نہیں ہو۔ پاگل ہوں جو بھونکتا رہتا ہوں دیکھو اب کتنی جلن ہو رہی ہے۔" وہ بیٹھے بیٹھے بور ہو رہی تھی۔ ابراز نہانے گیا تھا تبھی اٹھ کے حجاب نے ڈسٹنگ کرتی ملازمہ کو روم سے بھیجا اور خود ٹیبل صاف کرنے لگی۔ وہاں رکھی گرم چائے اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔ ملازمہ نے بتایا بھی تھا لیکن حجاب کے دماغ سے یہ بات نکل

چکی تھی تبھی ٹیبل صاف کرتے گرم چائے اس کے ہاتھ پر گری اور ابراز نے اس کے ساتھ ساتھ ملازمہ کی بھی اچھی خاصی کلاس لی۔ بس تب سے ملازمہ بھی خوف سے اسے کوئی کام کرنے نہیں دیتی۔ چاہے وہ اس پر غصہ کرے ملازمہ کان نہیں دھرتی۔ وہ اگر ڈانٹتا، غصہ کرتا تو اس کے اچھے کے لئے کرتا جسے حجاب جان کر بھی انجان بنتی۔ حجاب اسی زندگی میں خود کو فٹ کرنا چاہتی تھی کیونکہ دور دور تک اسے امید کی کوئی کرن نظر نہ آتی تھی۔

ہر شام ابراز اسے پاس بنے پارک میں لے جاتا جہاں وہ اس کا ہاتھ پکڑ کے اسے زندگی کے خوبصورت منظر کو محسوس کرنے کا کہتا۔ خلاف معمول آج بھی وہ گھومنے آئے تھے جب ایک عورت کے ریمارکس سن کر حجاب کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔

''بیوٹیفل کپل سی، کتنی محبت ہے دونوں میں کہ چلتے ہوئے بھی ایک دوسرے کا ہاتھ تھاما ہوا ہے اور تم ہاتھ پکڑنا تو دور چلتے بھی اتنے فاصلے سے ہو جیسے میں تمہارے اوپر گر جاؤں گی۔''

آس بھری نظروں سے انہیں دیکھتے اس عورت نے اپنے شوہر سے کہا۔ وہ عورت خود اچھی خاصی پہلوان تھی جبکہ اس کے شوہر کی جسامت ایسی تھی جیسے روز گلوکوز کی بوتل لگتی ہو۔ دبلا پتلا۔ سانولی رنگت۔

''ایکچولی میم، میری بیوی بہت موٹی ہو گئی ہے، آئی ڈونٹ لائک فیٹ وومنس اسی لیے روز واک کرانے لاتا ہوں اور یہ ہاتھ اس لئے پکڑا ہے کہ بھاگ نہ جائے۔''

حجاب نے منہ موڑ کر ساتھ کھڑے ابراز کو سخت گھوری سے نوازا جبکہ ابراز کے ہونٹوں کی گہری ہوتی مسکراہٹ اس عورت کو زہر لگی۔ آس پاس لوگ نہ ہوتے تو اچھی دھلائی کرتیں اس کی۔ آخر خود کھانے کی شوقین تھیں جبکہ شوہر کی صحت انکی بڑھتی صحت دیکھ کم ہو رہی تھی۔

''پاگل آدمی، تمہیں تو جیل میں ڈالنا چاہیے ہماری مرضی جتنا کھائیں۔'' وہ عورت غصے

سے ابراز کو گھورتی ہوئی بولی۔ حجاب کا اس بدتمیزی پر پارا ہائی ہو گیا۔

''ایکسکیوزمی، میرے شوہر نے آپ سے تمیز کے دائرے میں رہ کر بات کی ہے اور جہاں تک صحت کا تعلق ہے انکا کنسرن مجھ سے ہے۔ انہوں نے آپ کو کچھ نہیں کہا۔'' حجاب بولنے پر آئی تو سناتی چلی گئی۔ ابراز کا منہ کھلا رہ گیا۔ آج سورج کہاں سے نکلا تھا؟ حجاب تاثیر اور اس کی سائیڈ، کہیں حجاب کے اندھے غم میں وہ بہرا تو نہیں ہو گیا؟

''یہ کس کو دیکھ رہی ہے؟'' اس عورت نے حجاب کو دیکھتے کہا جو کہہ تو اسکو رہی تھی نظریں نجانے کہاں تھیں؟ حجاب نے اس سوال پر مٹھی بھینچ لی۔

''میرے کان صحیح ہیں۔ مطلب۔''

ابراز نے ایک سکون بھرا سانس خارج کیا پھر سچویشن پر غور کرتے مسکراہٹ خود بہ خود اس کے ہونٹوں کو چھو گئی جو حجاب تاثیر کی عنایت سے تھی۔

''دیکھیں، میں مذاق کر رہا تھا۔ مجھے تعریف صرف بیوی کے منہ سے اچھی لگتی ہے۔ لوگوں کا کیا ہے آج تعریف کر رہے ہیں کل گالیاں دیں گے۔ جیسے ابھی بے وجہ آپ نے پوری بات سنے بغیر ہمیں سنایا۔ خیر آپ اتنی پیاری تو ہیں دوسروں کی نہ سنا کریں زندگی ہے انجوائے کریں لیکن حد سے زیادہ مقدار ہر چیز کی زہر ہے۔ اللہ حافظ چلتا ہوں۔ چلیں بے بی۔'' وہ انہیں حیران پریشان چھوڑ کے حجاب کا ہاتھ پکڑ کے آگے نکل آیا۔

''کیا تھا یہ سب؟'' اس کے ساتھ چلتے حجاب نے سرد لہجے میں پوچھا۔

''کہا نا تعریف صرف آپ کے منہ سے دل پر لگتی ہے۔'' وہ اس کی طرف جھکتے ہوئے رازداری سے بولا۔

''یہ میرے سوال کا جواب نہیں۔'' لہجے میں ابھی بھی ہلکی سے غصے کی رمق تھی۔

''تم اتنی چپ رہتی ہو کہ میں پریشان ہو جاتا ہوں۔ نجانے کیا سوچتی رہتی ہو دن بھر؟ میں آج کل چاہ کر بھی پڑھ نہیں پاتا تمہارے ذہن کو۔'' ابراز کا اداس لہجہ حجاب کو شرمندہ کر گیا۔ وہ سر جھکائے بے بسی سے اپنے آنسوؤں کو روکنے میں ہلکان ہو رہی تھی۔

''ب۔ بس۔ مج۔ مجھے لگتا تم وقت اور پیسا فضول ضائع کر رہے ہو۔ مجھے امید۔ ک۔ کی کو۔ کوئی۔ ک۔ کرن نہیں دکھتی۔'' آنسو گالوں سے لڑھک پڑے۔ ابراز اسے اپنی طرف کھینچتا پاس رکھے بینچ تک لے آیا جہاں اردگرد موجود خوبصورت پھولوں اور سبزے نے اس جگہ کو چھپا رکھا تھا۔

ابراز نے اسے بینچ پر بٹھایا اور خود گھٹنوں کے بل اس کے پاس بیٹھا۔

''حجاب ڈونٹ۔'' اس کے بہتے آبشار کو دیکھ کر وہ خود کو بے بس سا محسوس کرنے لگا۔

''میں نہیں روتی خود رونا آتا ہے۔'' رو کر کہتے مزید وہ ہچکیاں لے کر رو دی۔ ابراز کو اس کی ادا پر ہنسی آ رہی تھی۔ یہ اس کی پرانی عادت تھی ہمیشہ سنجیدہ موقعوں پر اسے ہنسی آتی۔

''حجاب! مایوسی کفر ہے۔ ناامید بھی تم اس سے ہو رہی ہو جس نے اس خطرناک ایکسیڈنٹ سے تمہاری جان بچائی۔ تمہیں حیرانگی نہیں ہوئی حجاب، تمہارے جسم پر ایک خراش تک نہیں آئی۔ صرف آنکھیں؟'' ابراز کے کہنے پر حجاب کے بہتے آنسو رک گئے۔ یہ سچ تھا اسے ہاتھوں، بازوؤں پر کہیں بھی چوٹ نہیں لگی تھی۔ ہلکا درد تھا۔ شروع شروع میں اب وہ بھی نہیں۔ یہ بات کبھی اس کے دماغ میں کیوں نہیں آئی؟ بے اختیار حجاب کے ہاتھ اپنے جسم پر چوٹ ٹٹولنے میں لگ گئے۔

''مجھے کوئی خراش کیوں نہیں آئی؟'' اس کے ہونٹوں کی بڑبڑاہٹ سن کر ابراز نے اس کے دونوں ہاتھ تھامے۔

''شاید وہ تمہیں وہ دکھانا چاہتا تھا جو تم کھلی آنکھوں سے نہ دیکھ سکی۔'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا اس کے کانوں تک وہ سچ پہنچا رہا تھا جس سے وہ انجان نہ تھی۔ بس راستہ لمبا تھا تبھی سمجھنے میں وقت چلا گیا۔ اور اس پورے عرصے میں جس انسان کو اس نے توڑا تھا آج وہی اس کی رہنمائی کر رہا تھا۔ کتنا فرق تھا۔ کبھی وہ بھی اسی طرح اسے گائیڈ کر سکتی تھی لیکن غرور کی پٹی نے اس سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت چھین لی۔ وہ اپنے ہاتھوں کو آپس میں رگڑ کر خود میں ہمت جمع کر رہی تھی۔

''میں بہت بری ہوں۔ نجانے کیوں میں ایسی بن گئی۔ پانچ سال کی بچی نہ تھی میں پھر میری وہ ضد، انا، غرور تباہ کر دیا اس نے مجھے۔ تم پلیز مجھے معاف کر دو۔ میں نے تمہیں ہر بار غلط راہ کا انتخاب کرایا۔ کاش تمہاری اس نئی راہ کی وجہ میں بنتی۔ پلیز مجھے معاف کر دو۔''

آج سب سے زیادہ تکلیف اس انسان کو ہو رہی تھی جس نے خود سے عہد کیا تھا اب پیر بھی پڑے تو معاف نہیں کرونگا۔

''نہیں، نہ تم بری ہو نہ میں تم سے خفا ہوں جو معافی مانگ رہی ہو۔ تم اپنی اہمیت میری زندگی میں جان جاؤ تو اپنی قسمت پر رشک کرو۔'' وہ اس کے بہتے آنسو صاف کرتا محبت بھرے لہجے میں بولا جسکی پلکیں یہ بات سنتے ہی لرزنے لگیں۔ حجاب کی شرم و حیا تو اسے دیوانہ کرتی تھی۔ آخر کہاں اس نے اپنے سرکل میں شرم و حیا دیکھی تھی؟

''خیر چھوڑو ادھر دیکھو۔'' ٹھوری سے پکڑ کے ابراز نے اس کا چہرہ اونچا کیا۔

''اب تم نہ روگی نہ فضول سوچو گی بس مجھ سے باتیں کرو گی۔ جب کوئی سوچ آئے مجھ سے شیئر کرو گی۔ تم کل کو تلاش کرتی پھرتی رہو گی۔ شام ہو جائے گی اور آج کا دن بھی چلا جائے گا اسلئے جو جیسا ہے جیسے چل رہا ہے چلنے دو کیونکہ تمہارا مقدر اس نے لکھا ہے جو تب بھی تمہارے

ساتھ تھا جب تم اس خطرناک ایکسیڈنٹ سے گزری تھیں۔ ہر راہ، ہر منزل میں وہ تمہارے ساتھ ہوگا۔"

"تم مجھے چھوڑ تو نہیں دو گے۔ اگر اب لوگ کہیں کہ تمہاری بیوی۔۔۔" ابراز کے الفاظ جہاں اسے سکون بخش رہے تھے وہیں دل میں چھپا ایک چور سا سوال اسے ہزاروں سوچوں کے گرد دفن کر رہا تھا۔

"حجاب! میں نے لوگوں کا سوچا ہوتا تو آج تم میری بیوی نہ ہوتی۔ وہ تو تب بھی ناخوش تھے جب ایلیٹ کلاس میں ایک حجابی لڑکی دیکھی۔ تب بھی ناخوش تھے جب میں نے کلب چھوڑ کر مسجد جانا شروع کیا۔ وہ میرے سگے ہوتے یا میرے ساتھ مخلص ہوتے تو مجھے تب روکتے جب پہلی بار شراب پی تھی۔ میں نے عرصہ ہوا لوگوں کی پرواہ کرنا چھوڑ دی۔ وہ کسی حال میں خوش نہیں۔ تم انہیں سوچنا چھوڑ دو پھر زندگی آسان لگے گی۔ اور ایک بات یاد رکھنا، اللہ کسی کو اس کی ہمت اور برداشت سے زیادہ نہیں آزماتا لیکن انسان وہاں سے آزمانا شروع کرتا ہے جہاں ہمت اور برداشت کی حد ہوتی ہے۔ اب روگی تو نہیں؟"

حجاب نے نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"دیٹس لائک مائے بے بی۔" وہ اس کے نقاب میں چھپے گال پر ہلکی سے چٹکی کاٹتے ہوئے بولا۔

"پتا ہے تم روتی ہوئی اتنی کیوٹ لگتی ہو کہ سمجھ نہیں آتا تمہیں چپ کراؤں یا ایک اور لگاؤں۔" حجاب جو آنسو پونچھ رہی تھی ابراز کی بات پر اسے مکا مارا اور اس نے بھی اس دفعہ ڈھٹائی سے کندھا آگے کرتے ہوئے حجاب کو پورا موقع دیا۔ حجاب اس کی حرکت پر منہ پھیر کے بیٹھ گئی

"بات نہ کرنا اب۔" اسے صاف جواب دے کر اس نے منہ پھلا لیا۔

''یوں ہم سے بات نہ کر کے جو آپ قہر ڈھا رہے ہو نا راضگی ہے یا اپنی اہمیت بتا رہے ہو؟''

حجاب اس سے لفظوں میں کبھی جیت نہیں سکتی تھی۔ اسے لئے جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی لیکن ناراضگی قائم تھی۔

''ہاتھ تو دو کہیں گم ہو گئیں تو میرا کیا بنے گا؟''

''چھوڑے۔'' حجاب نے ہاتھ آگے کیا جسے ابراز نے مضبوطی سے تھام لیا۔

''صرف تمہارے لئے ہوں۔'' ابراز کی اس دھیرے سے کی گئی سرگوشی پر حجاب کے لب پہلی بار مسکرائے۔ زندگی بہت حسین ہے اگر من چاہا ہمسفر ساتھ ہے تو۔

''حجاب لیفٹ۔''

''مجھ سے نہیں ہو رہا۔''

آج مہوش اپنے بچوں کے ساتھ حجاب سے ملنے آئی تھی تبھی ان سب کا باتوں باتوں میں تھرو بال کھیلنے کا پلین بنا۔ حجاب نے صاف منع کیا اور ہونا کیا تھا اس کی نہ نے ابراز کو اس کمزوری کا سختی سے احساس دلایا۔ اب ایک گھنٹے سے وہ اسے الگ الگ موومنٹس بتا کر اسے بال کیچ کرنا سکھا رہا تھا لیکن حجاب نے ایک کیچ تک نہیں پکڑا۔

''پلیز ٹرائے کرو، ہوگا۔'' ابراز کا بھروسہ حجاب کو رونے پر مجبور کر رہا تھا۔ ایک ٹیم میں پرنیا، احتشام اور مہوش تھے جبکہ دوسری ٹیم میں حجاب اور ابراز۔

''مجھ سے سچ میں نہیں ہوگا۔'' حجاب نے غصے سے بال پھینکی جسے مہوش نے کیچ کر لیا اور وہیں سے دوبارہ بال پھینکی تبھی ابراز کی چیخ بلند ہوئی۔

''حجاب ہاتھ پھیلا کر نیچے جھکو۔'' ابراز کے کہے کے مطابق ڈر کے مارے حجاب نے ایسا ہی کیا اور۔ اور زور سے بال آ کر اس کے ہاتھوں میں آن ٹھہری

''ہرا۔'' ابراز چیختا ہوا اٹھا اور بھاگتا ہوا حجاب کے پاس آ کر اسے بانہوں میں اٹھائے اوپر اچھالا۔

''آ۔'' حجاب جو پہلے ہی کیچ پکڑنے پر حیران تھی اس عمل پر بوکھلا گئی اور اوپر سے مہوش کی موجودگی یاد آتے ہی وہ آنکھیں سختی سے میچ گئی۔

''بھائی! حجاب کا ہارٹ فیل ہو جانا ہے۔ نیچے اتاریں۔''

مہوش کی ہنسی پر حجاب نے ابراز کی شرٹ سختی سے دبوچی جیسے یہ ابراز کی گردن ہو۔

''ظالما، خوشی کا اظہار تھا۔'' ابراز نے اس کی شرٹ والی حرکت پر چوٹ کرتے کہا۔

''ڈیڈ ونس مور۔'' احتشام کی آواز نے دونوں کو چونکایا۔ ابراز جہاں اس فرمائش پر مسکرایا وہیں حجاب نے احتشام کو دھمکی دی کیونکہ حجاب کو پتا تھا جس کام سے منع کرو ابراز وہی کرتا ہے۔

''مار کھاؤ گے چپ رہو۔'' حجاب نے دانت پیستے احتشام کو کہا۔

''شیور۔'' ابراز ڈھٹائی سے ابھی بھی مسکرا رہا تھا۔

''نہیں۔'' حجاب چیختی رہی لیکن ابراز نے سننا کہاں تھا؟ ایک بار پھر اسے اوپر اچھالا لیکن حجاب اب اس کی موجودگی میں ڈرتی نہیں تھی نہ اس اندھیرے سے خوف آتا تھا، نہ سیڑھیوں سے گرنے کا خوف ہے نہ گرم چائے لگنے کا خوف۔ اب بن دیکھے وہ احتیاط کرتی تھی ہر چیز چھو کر محسوس کرتی تھی۔ ابراز نے اسے سکھایا تھا، سمجھایا تھا اور اب تو اس کا سایہ اس کا شوہر ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا۔ کھانا تک خود نکال کر اسے دیتا۔ بچوں کے چھوٹے کام، مثلاً بیگ تیار کرنا، یونیفارم پریس کروانا، سب وہ خود نگرانی میں کرواتا۔ حجاب کو یقین تھا لمحہ لمحہ اس کا جوان تین دنوں میں سخت اذیت میں گزرا وہ اب ایک سہارا پا کر آگے کی زندگی کا سفر بہترین کر دیگا۔

اسے یقین تھا، ابراز حیات کی محبت پر اور اس ایک ہفتے میں یہ یقین کچھ اور مضبوط ہو گیا۔

☆.....☆.....☆

''اے میرے مہربان! تو ہی علاج ہے میری ہر اداسی کا۔ مجھے نہیں پتا تھا سب اتنا آسان ہے میں کبھی تیرے پاس اپنی غرض سے نہیں آیا بس ڈر سے آیا۔ اس دن اس کے اقرار نے میری روح کو قرار دیا ہے۔ کتنا تڑپا تھا۔ کتنا بے بس تھا اس وقت۔ ناقدری، رجیکشن ہر بار صرف اس کے ٹھکرانے سے گرا ہوں لیکن تیری ایک ٹھوکر نے ایسا کھڑا کیا ہے کہ انسان کوشش کرتا رہا ہے لیکن میں نہیں گرا۔ آخر کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے؟ میری قسمت ہی اس نے لکھی ہے جسکا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ میں نے ایک جہاں لا کر اس کے قدموں میں رکھا لیکن وہ پگھلی نہیں۔ میں تڑپتا تھا بے بسی کی تصویر بنا پھرتا تھا لیکن فقط ایک سجدہ، ایک سجدے نے اسے میری سوچوں کا مرکز بنا دیا۔ کیا زندگی اتنی آسان ہے تیرے ساتھ؟ میں بھٹکتا رہا۔ یہ جانے بغیر کہ تو اس دل میں رہ کر میری رہنمائی کرتا رہا ہے۔ آج بھی مجھے بچا لے، اب ڈرتا ہوں۔ دل دکھانے سے ایک ایک کا انجام اپنی ان گنہگار آنکھوں سے دیکھا ہے۔ میری ایک غلطی نے تیرے بندے سے وہ بینائی چھین لی اور سچ تو یہ ہے، میں اس کے بغیر ادھورا ہوں۔ میری دنیا ادھوری ہے، میں نے تیری دی راہ پر عمل کیا ہے۔ حلال رشتہ بنایا ہے اپنی بیوی سے پاک محبت کی ہے میں نے۔ اس کے آنے کے بعد ایک گندی نظر تک نہیں اٹھائی۔ وہ بھی راز ہے میری نئی زندگی کا کہیں نہ کہیں اس کی باتوں نے بھی میرے اندر کے سوئے انسان کو جھنجھوڑا ہے۔ اب فقط ایک غرض ہے۔'' لب ساکت ہو گئے اور وہ جو خود پر کنٹرول کیے بیٹھا تھا بکھر گیا۔ دعا کے لئے اٹھے ہاتھ گر گئے۔ وہ سجدے میں جا جھکا اور۔ اور پھر میں نے رو رو کر دعا کی۔

''اسے نواز کر مجھ سے چھین لینا۔ میری نسل کی امین ہے وہ۔ میری روح کا حصہ ہے

۔دنیا کی وہ واحد عورت ہے جس نے اعتبار دیا ہے مجھے۔اس کے بعد نہ پہلے کسی نے آنا ہے نہ آئے گی۔"

سنا ہے سجدے میں انسان اللہ کے قریب ہوتا ہے یہی وجہ ہے میرے سجدے طویل ہوتے گئے۔آج بھی وہ ایک ہی پوزیشن میں بیٹھا دنیا جہاں سے بے خبر اپنے رب کی بارگاہ میں جھکا ہوا تھا۔کچھ دیر بعد وہ اٹھا اور سرخ آنکھیں لئے مسجد سے باہر آ گیا۔ایک نئی امید کے ساتھ۔ بس اعتبار تھا، یقین تھا اپنے اللہ پر۔

ایک سمندر ہے جو میری قابو میں ہے۔اور ایک قطرہ ہے جو مجھ سے سنبھالا نہیں جاتا ۔ایک وقت تھا جو میں نے اس کے بغیر گزارا تھا۔ایک لمحہ ہے جو مجھ سے گزارا نہیں جاتا۔

کوریڈور کے چکر لگاتے اس کی حالت کسی بے بس پھڑ پھڑاتے پرندے کی طرح تھی۔جو پَر ہوتے ہوئے بھی اڑ نہیں سکتا تھا۔نہ جان تھی نہ راستے کی خبر، بس اوڑنے کے لئے پھڑ پھڑا رہا تھا۔

وہ بھی کسی بے بس پرندے کی طرح پھڑ پھڑاتا ہوا بے چینی سے یہاں سے وہاں چکر لگاتے اسے ہی سوچ رہا تھا۔کتنا ڈری ہوئی تھی وہ۔صبح سے اندر تک نہیں جا رہی تھی۔

"وہ میری آنکھیں نکالیں گے نا؟ کہیں انجیکشن تو نہیں لگائیں گے آنکھوں میں۔مجھے نہیں جانا پلیز مجھے نہیں کرانا۔میں۔ایسے۔ٹھیک ہوں۔اب تھو۔تھوڑا سمجھنے بھی لگی ہوں میں۔میں رہ۔لونگی۔" ابراز کے کانوں میں حجاب کے الفاظ گونج رہے تھے۔وہ اس کا ہاتھ سختی سے پکڑے رو رہی تھی۔اسے باہر جانے نہیں دے رہی تھی۔

"حجاب! مجھے کسی سے امید نہیں، ڈاکٹر سے بھی نہیں بس یقین ہے، امید ہے تو اپنے اللہ سے۔تمہیں ٹھیک ہونا ہے، احتشام اور پرنیا کے لئے، میرے لئے۔انہیں اپنی ہنسی مسکراتی دنیا

سے آشنا کراتی اپنی وہی مما چاہیے جو انکی ہر وقت حفاظت کرتی ہے۔ پلیز حجاب رونا نہیں۔ تم اپنا نہیں میرا نقصان کر رہی ہو۔ میں ساری زندگی اس گلٹ میں جلتا رہونگا۔" ابراز نے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے ہاتھوں کے پیالے میں اس کا چہرہ تھاما اور لب اس کی پیشانی پر رکھے۔ کتنی ہی دیر وہ اس کے کندھے پر سر رکھے روتی رہی۔

ابھی بھی اسے حجاب کا لمس اپنے کندھے پر محسوس ہوا۔ بیساختہ ہاتھ وہاں آ کر ٹھہر سا گیا۔ وہ جتنا سنبھال لے خود کو۔ لیکن یہ ڈر اس کے دماغ سے نہیں جا رہا تھا۔ ڈاکٹر کی وہ آخری بات بار بار اس کے ذہن میں ہتھوڑے کی مانند لگ رہی تھی جسے جانتے ہوئے بھی ابراز آپریشن سے نہ رکا۔

"بہت پوسیبلیٹیز ہیں جس طرح عام دوائی بھی کوئی نہ کوئی سائیڈ افیکٹ چھوڑتی ہے اسی طرح یہ آپریشن بھی خطرناک ہے۔ کچھ بھی ہو سکتا ہے مس حجاب کی آئی سائیڈ ویک ہو سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے وہ دیکھنے لگیں لیکن یہ بھی ہے کہ میموری لوس ہو جائے۔ بلرڈ ویژن یعنی دھندلا عکس دکھے لیکن خدا کی مرضی رہی تو ساری زندگی وہ پہلے کی طرح گزار سکتی ہیں۔ اور ایک بات مسٹر ابراز، ہمارا کام ہے مریض کی فیملی کو آگاہ کرنا۔ دماغ آپ کے جسم کا وہ حصہ ہے جو آپ کی پورے جسم کو کنٹرول کرتا ہے۔ اگر کوئی بھی وین کو دوبارہ خطرہ پہنچا تو مے بی آپ کی بیوی اسٹیبل نہ رہ سکیں۔ لیکن یہ بہت کم کیسز میں ہوتا نہ کے برابر، کوئی مشکل سے دو پرسنٹ کیسز میں یہ دیکھا گیا ہے۔

میرے کرب، بے بسی کی انتہا دیکھیں وہ میری شہ رگ سے قریب ہے اور میں اس کی اذیت کو محسوس تک نہیں کر سکتا جس پر گزری ہے وہی اس نعمت کی کمی محسوس کر سکتا ہے۔ اسکو روتا ہوا دیکھا ہے،،، بے بس بنا دیکھا ہے جب وہ سیڑھیوں سے گری۔ چلتے چلتے جب کانچ

اس کے پیر میں چبھا۔ جب پسندیدہ لوازمات ہوتے ہوئے بھی وہ اٹھا نہیں سکتی۔ اپنا ہاتھ جلاتی گھنٹوں میری موجودگی نہ محسوس کر کے روتی رہتی۔ یہ ضروری تھا میں اسے کامیاب دیکھنا چاہتا ہوں۔ زندگی کی ہر راہ میں، ہر طنز و طعنہ سے بچانا چاہتا ہوں۔ وہ کہتی ہے دنیا کی فکر نہیں لیکن حقیقت میں انہی کی سوچ کو وہ اپنی سوچوں میں آباد کیے ہوئے ہے۔ وہ میری طرح نہیں۔ ابھی وقت ہے اس کی سوچ میری سوچ ایک ہونے میں۔ سب ایک دم سے نہیں ہوتا لیکن۔ دنیا کی سوچ اسے نگل لے گیا اور یہی سوچ مجھے نگل رہی ہے۔ اے میرے مولا میں فقیر بن کر آیا ہوں تیری دربار میں۔ میرے معصوم بچوں کی سن لے اسے پہلے جیسا کر دے۔ بس تو ہی کر سکتا ہے۔ تو ہی کر سکتا ہے۔"

دیوار سے ٹیک لگائے وہ کھڑا تھا۔ آتے جاتے لوگ ایک نظر اسے دیکھتے جسکی لبوں کی جنبش کسی اپنے کے لئے دعا گو تھی۔

"ڈیڈ۔"

احتشام کی آواز سنتے ہی اس نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں۔

"ول مما ایبل ٹو سی آ گین؟"

"یس۔" ابراز نے جھک کر سختی سے اسے خود میں بھینچا۔

اس سوال کا جواب تو اس کے پاس بھی نہیں تھا۔ بس امید ہی تھی جس پر وہ قائم تھا۔ پرنیا اپنے نانا، نانی کے پاس تھی لیکن احتشام کو ابراز اپنے ساتھ دبئی لے آیا کیونکہ احتشام حجاب کے پل بھر کی کمی محسوس کر کے آج کل نجانے کیوں چھوٹی چھوٹی باتوں پر رونے لگ جاتا اور یہ تب سے تھا جب سے ابراز نے دونوں کو ماں کی کنڈیشن سے آگاہ کیا تھا۔

"مسٹر ابراز۔ کونگرٹس مین آپریشن کامیاب رہا۔"

تیزی سے ڈاکٹر اپنا کوٹ ہاتھ میں لئے باہر آئے اور ابراز کے کانوں میں زندگی کی نوید سنائی۔

''ڈاکٹر! حجاب، وہ کیسی ہے؟'' احتشام کو وہیں چھوڑے وہ بیتابی سے ڈاکٹر سے پوچھ کر اندر بڑھنے لگا کہ ڈاکٹر کی بات پر اسے رکنا پڑا۔

''شی از فائن لیکن ابھی ہی اس کا ٹیسٹ کیا ہے۔ اسے آرام کی ضرورت ہے ایک دو گھنٹے تک ڈسٹرب نہ کریں تو بہتر ہے۔''

ڈاکٹر نے ابراز کی حرکت دیکھتے ہوئے کہا جو اندر جانے کے لئے بیتاب تھا۔

''تھینک یو ڈاکٹر۔ یو سیو ڈ مائے لائف۔'' ابراز کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اس نے ڈاکٹر کا شکریہ ادا کیا۔ ساتھ اندر جانے کا ارادہ بھی ترک کر دیا۔

''مسٹر ابراز۔ یہ آگے چل کر پتا لگے گا جب آپ دونوں اس کامیاب آپریشن کی قدر کریں گے۔ مسز ابراز کو میں خود ہدایت دونگا کس چیز کا استعمال انکی آنکھوں کی بینائی پر واپس افیکٹ کر سکتا ہے۔ میری محنت چھ ماہ بعد پتا لگے گی جب آپ واپس انہیں چیک اپ کے لئے لائیں گے۔'' ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے خود کو ہر الزام سے بری کیا۔ ابراز کے ہونٹ پہلی دفعہ اس سیریس کنڈیشن میں مسکرائے تھے۔ ابراز ڈاکٹر کے جانے کے بعد احتشام کو لے کر وہیں بینچ پر بیٹھ گیا اور پاکستان کال کر کے سب کو یہ گڈ نیوز دی۔

☆.....☆.....☆

''کاش، وہ کہیں سے میرے سامنے آجائے۔ میری یہ بے چینی، میرا سکون واپس لوٹا دے۔ بس معافی دے دے۔''

لفظ بہ لفظ سنتا وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ تنہائی کی پیاس

ان آنکھوں سے بجھا تا وہ یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا جبکہ حجاب ساکت نظروں سے ان سرخ آنکھوں کو دیکھ رہی تھی جو اس کی بے چینی کا لمحہ لمحہ بیان کر رہی تھیں۔

''مجھے ابھی بھی یقین نہیں آ رہا۔'' ساکت لبوں نے جنبش کی۔ ابراز نے پلک تک نہ جھپکائی شاید ابھی بھی اس بینائی کا یقین نہ تھا۔ یقینی، بے یقینی کے عالم میں کھویا کھویا سا وہ بولا۔

''کر لو۔'' یک ٹک اسے دیکھے وہ سنجیدہ لہجے میں گویا ہوا۔ حجاب کو اس کی نظریں اور لہجہ عجیب سا لگا۔

''ابراز۔'' حجاب کے لہجے میں بچوں کی سی معصومیت در آئی۔ ابراز کا آج اسے وہی روپ دکھ رہا تھا جس نے اس کی گردن کو چاقو سی کاٹنا چاہا تھا۔

''پہلی دفعہ نام لیا اور ایسے موقع پر لیا جہاں میں کوئی محبت بھری سرگوشی بھی نہیں کر سکتا۔'' وہ بیڈ پر دونوں بازو دائیں بائیں رکھ کے اس کی طرف جھکتا ہوا سنجیدگی سے بولا۔ حجاب کو وہ آج پریشان کر رہا تھا۔ لیکن اس سے زیادہ وہ چہرہ۔ جو بند آنکھوں اور کھلنے کے بعد اس کے ذہن پر ایسا اثر کر گیا کہ سانس لینا تک گناہ لگ رہا تھا۔

''میں۔ میں۔ بہت ڈر۔ گئی۔ تھی۔ ابراز۔ بہت۔ مجھے اس شخص کی خاموشی کھا گئی۔ میں۔ نے کبھی انسان کی خاموشی محسوس نہ کی نہ اس کی کی۔ مجھے نہیں پتا تھا ایک ایسا طوفان آئے گا جو سرتاپا مجھے بدل دیگا مجھے۔''

ابراز آنکھیں سکوڑ کے اسے دیکھتا اس کے ذہن کو پڑھنا چاہتا تھا لیکن نہیں۔ اسے افسوس اسکا نہیں کسی اور کا تھا کون ہے وہ؟ جبکہ حجاب کی نظریں ابراز کی شرٹ پر تھیں وہ کسی گہری سوچ میں گم تھی۔ اس کے ہلتے لب اب بند ہو چکے تھے اسے جویریہ کی وہ بات یاد آئی۔ ایک دن کہا تھا اس نے۔

''ڈرو اللہ کی خاموشی سے۔ جہاں جہاں پر تیری غلطی ہے۔ ہر ایک غلطی گنوا سکتا ہوں میں ۔خیر، چپ رہ کر بھی تجھے تیری اوقات دکھا سکتا ہوں۔''

اسے یاد تھا جویریہ نے اسے آگاہ کیا تھا ہر انجام بھگتنے کے لئے اگر آج وہ شخص انجام تک نہیں پہنچا رہا تو کل تیری پکڑ ضرور ہوگی۔ نظر ہر بندے پر رکھتا ہے وہ لیکن بس وقت وقت کی بات ہے آج وقت تیرے ساتھ ہے کل اس کے بندے کے ساتھ ہوگا۔

جویریہ کے الفاظ اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔ نجانے کب اس کی نم آنکھوں نے نظر اٹھا کر ابراز کا دھندلا عکس محسوس کیا۔ ابھی تو یہ عکس صاف تھا پھر کیوں وہ چہرہ آنکھوں کے سامنے گزرتے ہی آنکھیں نم ہو جاتا۔

''میں اسے کیسے ڈھونڈوں، کیسے معافی مانگوں؟''

ابراز کو دیکھتی وہ خود سی بڑبڑا رہی تھی۔ کیا اس کی بددعا میں اتنی طاقت تھی کہ میرا سکون تک وہ لے گئی۔

''احساس ہو گیا نا؟ انا ٹوٹ گئی نا؟ اس کے پاس معافی مانگنے جانا۔ اب کوئی طاقت تمہیں تمہارے راستے سے بھٹکا نہیں سکتی۔ لیکن حجاب تاثیر، میرے ایک سوال کا جواب دیتی جانا۔ تمہیں سب کی فکر ہے اس کی نہیں جس کو توڑ کر آگے بڑھ گئیں؟'' وہ اس کی ٹھوڑی سختی سے پکڑے سنجیدگی سے بولا۔ حجاب پوری آنکھیں کھولے اسے تک رہی تھی۔ یکدم چھاؤں سے نکل کر وہ تپتی دھوپ میں کیسے آ کھڑی ہوئی؟ ابراز کی بدلتی کیفیت نے اسے دھوپ میں لا کھڑا کیا۔

''آخر تھی ہی کب، میں ہی پاگل بنا پھرتا ہوں۔'' خود پر ہنستا مذاق اڑاتا لہجہ اس کی ہنسی حجاب کو شدید بری لگی۔

''ایسا نہیں۔'' حجاب تڑپ اٹھی۔ ابراز کا اجنبی لہجہ سن کر وہ کسی خواب سے بیدار ہوئی۔

"سب سے پہلے تمہارا ہی احساس ہوا تھا۔ اور اس دن شدید ہوا تھا جب۔ آفس میں۔۔۔" حجاب نے اس کی آنکھوں میں دیکھے نرمی سے کہا۔ ابراز کی سرخ آنکھوں کی سرخی اس کی بات سن کر مزید بڑھ گئی۔

"بھاڑ میں گیا آفس بھاڑ میں گئی دنیا، میرا بتاؤ۔ کیوں ریجیکٹ کیا؟"

حجاب نے دونوں ہاتھ اس کے سینے پر رکھ کے اسے خود سے دور دھکیلا جو لمحہ لمحہ اپنا چہرہ اس کے چہرے کے قریب لا کر اس کے رہے سہے اوسان خطا کر رہا تھا۔

"غلطی ہوگئی۔" سہمی ہوئی چڑیا کی طرح وہ اسے خوف سے آنکھیں پھیلائے دیکھ رہی تھی۔ ساتھ بھاگنے کے جتن بھی جاری تھے۔

"ایسی غلطی ہوئی ہی کیوں؟" وہ چلا اٹھا۔ اس کی دھاڑ سے حجاب پوری جان سی کانپ اٹھی۔ اسے خود سے دور کر کے وہ تیر کی تیزی سی اٹھی۔ اس سے پہلے کہ وہ بھاگتی ابراز نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"نو بے بی میرے ساتھ یہ گیم نہیں۔ بتاؤ ایسی غلطی کی ہی کیوں؟" جنونی انداز میں اسے دیکھتا وہ حجاب کے اوسان خطا کر چکا تھا۔ اچانک حجاب کو لرزتے دیکھ کر ابراز کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔

"پتا نہیں کیسے ہوئی، مجھے خود کچھ نہیں پتا۔" وہ ڈر سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ ابراز کسی پر بھی غصہ کر سکتا تھا، اسے تباہ و برباد کر سکتا تھا لیکن وہ حجاب تاثیر نہیں ہو سکتی۔ یہ یقین تھا حجاب کا مگر آج؟ حجاب ایک ایک قدم پیچھے ہٹتی اس کی نظروں سی اوجھل ہونا چاہتی تھی جو بے خودی کے عالم میں اسے تکے نجانے کیا کرنے والا تھا؟

"کبھی اس آگ میں جلی ہو؟" سرخ آنکھوں سے اسے دیکھتا وہ ٹھنڈے ٹھار لہجے میں بولا۔

"تم یاد دلاؤ گے تو میں بات نہیں کرونگی تم سے۔ ایک تو شرمندہ ہوں اوپر سے؟" وہ بھی

غم، غصے، ڈر سے چلا اٹھی۔ کیونکہ ابراز کے بڑھتے قدم اسے اس چار دیواری میں قید کر رہے تھے۔ اچانک حجاب کے قدم پیچھے دیوار ہونے کی وجہ سے رک گئے۔ آنسوؤں کا پھندا اس کے گلے میں آلٹکا۔

''اس وقت کیوں نہیں ہوئی یہ شرمندگی؟'' دانت پیستے وہ گویا ہوا۔ دائیں بائیں دیوار پر ہاتھ رکھے ایک بار پھر وہ اسے قید کر چکا تھا۔

''ابراز۔'' حجاب نے رحم طلب نظروں سے اسے دیکھتے اس رویہ کی وجہ پوچھنی چاہی۔

''میرے سوال کا جواب دو۔'' ابراز نے زور سے ہاتھ دیوار پر دے مارا۔

''آ۔'' حجاب کی اچانک چیخ نکلی۔ ڈر کے مارے اس کا چہرہ سفید پڑ گیا۔ اسے بچوں کی طرح ہونٹ باہر نکالتے دیکھ کر ابراز کے غصے پر جیسے کسی نے ٹھنڈی پھوار ڈال دی ہو۔ مسکراہٹ نجانے کب ہونٹوں کو چھو کر گزر گئی۔

''آئی ایم سوری۔'' اس سے پہلے وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی ابراز نے اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں تھاما۔

''نہیں رو کر خود پر ظلم نہ کرنا۔ یہ آنکھیں۔ میں پھر سے تڑپنا نہیں چاہتا حجاب۔'' ابراز کے لفظوں نے اس کے دماغ میں جھماکہ سا کیا۔ خود کو ضبط کی انتہاؤں پر محسوس کرتی وہ آنسو روکتے روکتے ہلکان ہو رہی تھی۔ ابراز نے اس کی کوشش دیکھتے ایک گہری سانس لی۔ وہ بولا تو اس کے لہجے میں تھکن واضح محسوس کی جا سکتی تھی۔

''میں نے کہا تھا نا، مجھے اپنوں کا اجنبی لہجہ تکلیف دیتا ہے۔ میں وہاں پاگل بنا پھر رہا ہوں ایک بار بھی مجھے دیکھنے کی خواہش نہیں جاگی؟ پل بھر میں بھلا دیا مجھے۔ ابراز حیات تمہارے لئے کچھ نہیں؟ ایک چونٹی برابر اہمیت نہیں میری؟'' ویران آنکھوں سے حجاب کو حفظ کرتا وہ

بیچارگی سے بولا کہ کاش وہ اسے جھوٹی خوشی بخش دیتی جس میں بس اس کا ذکر ہوتا ہے۔

''نہیں حجاب تاثیر، میں نے انسانوں کے آگے جھکنا چھوڑ دیا ہے اب اور نہیں۔'' کہتے ہی وہ ایک قدم پیچھے ہٹا لیکن یہ کیا؟ سکون بھرا لمس اس کے سینے پر موجود۔ اس کی رگ و جان کو سراہیت بخش گیا۔

''مجھے اس جگہ سے بھی ہو جاتی ہے محبت جہاں بیٹھ کر سوچ لوں تمہیں۔ کچھ محبتیں اتنی شفاف ہوتی ہیں کہ انہیں خود سے ہی چھپانا پڑتا ہے کہ کہیں اپنی ہی نظر نہ لگ جائے۔''

وہ اس کے سینے پر سر رکھے وہ اظہار کر گئی جسکی خواہش وہ ایک عرصے سے دل میں دبائے بیٹھا تھا اور یہ الفاظ؟ کبھی بے خودی کے عالم میں حجاب نے اظہار کیا تھا لیکن آج اس کے الفاظ اس کا لمس ابراز حیات کی وہ بچپن کی محرومی تک مٹا گیا۔ یہ اقرار سن کر اس کا وجود آج معتبر ہو گیا تھا۔ پیاسی روح آج سیراب ہو گئی۔ آج یہ اقرار تھا اس کا وہ اس کی زندگی میں بھی خاص تھا وہ ''خاص'' شخص جو اس کا محرم تھا۔

''ایک صدی گزار دی اس ایک اقرار میں۔'' کانپتا ہاتھ اس کے سر پر رکھے وہ محبت لہجے میں سموئے بے یقین نظروں سے دیوار کو تکے اسے خود میں چھپانا چاہتا تھا لیکن ان کانپتے ہاتھوں میں ہمت نہ تھی کہ اسے سنبھال سکے۔ آج وہ محبت ملی تھی جو بے غرض تھی نہ وارث کا لالچ تھا نہ پیسے کا اور نہ ہی شہرت کا لالچ تھا۔ تھا بھی تو بس محبت کا جو ابراز حیات سے بڑھ کر حجاب تاثیر کو کوئی نہیں کر سکتا۔ کوئی نہیں۔ کیونکہ اہمیت وہی جانتا ہے جو اس سے محروم رہا ہو۔

''اب کیوں فری ہو رہے ہو اتنا شرمندہ کر کے سکون نہیں آیا؟'' وہ اس سے الگ ہوتی سرد لہجے میں بولی۔

''بالکل نہیں۔'' ڈھٹائی سے جواب آیا جیسے اپنی کیے پر بالکل بھی افسوس نہ تھا۔

”صرف ایک بار آؤ میرے دل میں اپنی محبت دیکھنے اگر پھر لوٹنے کا ارادہ ہو تو ہم خود تمہیں چھوڑ آئیں گے۔“ وہ دل پر ہاتھ رکھے ایک آنکھ دباتا حجاب کے غصے کو مزید ہوا دے گیا۔ وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھے شعلہ بار نظروں سے اسے گھورنے لگی۔

”اب گھور کیوں رہی ہو بس دل کی بھڑاس نکالی میرے سامنے کسی اور کا ذکر کرو گی تو ایسا ہی برتاؤ کرونگا۔ چاہے وہ احتشام کا ذکر ہو یا پرنیا کا۔“ وہ بھی سرد گھوری سے نوازتا اسے وارننگ دے گیا۔

”اس دن جب میرا گلا کاٹنے کے خواہش مند تھے تب یہ محبت کہاں تھی؟“ ابرو اچکا کے سوال کیا گیا۔ ہسپتال کی خاموش فضا میں فلک شگاف قہقہہ گونجا۔

”بے بی، غصہ آئے گا سن کر لیکن اس وقت میں اپنے پورے ہوش و حواس میں تھا۔ بس درد ایسا ملا تھا کہ اگر غصہ نہ نکالتا کل صبح میرے ہارٹ اٹیک کی خبر نیوز پیپرز کی شان بنی ہوئی ہوتی۔“

”جھوٹے، مکار، دھوکے باز۔“ وہ اس کے سینے پر لاتعداد مکے برساتی ابھی تک شاک کی کیفیت میں مبتلا تھی۔ ابراز نے اسے بیوقوف بنایا؟ ڈرایا دھمکایا، عزت افزائی کی مرغی تک بنانے چلا تھا وہ اسے؟ وہ روتی شکل بنا کر آنسو پیتی بے بسی کی تصویر بنی کھڑی تھی جبکہ ابراز ہنستا ہوا ڈھٹائی سے اس کی حالت سے محظوظ ہوتا یہ پل بھی انجوائے کر رہا تھا۔

”اچھا یہ بتاؤ ایسا کیا کیا ہے جو معافی مانگنی ہے؟“ جب وہ تھک کر روٹھی ہوئی ہسپتال کے بیڈ پر آ بیٹھی تو ابراز نے پاس بیٹھتے پوچھا۔

”نہ پوچھو مجھ سے نفرت ہو جائے گی۔“ سوال ہی ایسا تھا کہ وہ غصہ بھلا کر شرمندہ سی نظریں جھکا گئی۔

''وہ تو کبھی نہیں ہو سکتی۔ جہاں میری حد ختم ہوتی ہے وہاں آزمایا ہے تم نے پھر بھی دیکھو تمہارے سامنے ہوں۔'' ابراز نے گہری نظروں سے اسے دیکھتے کہا جبکہ حجاب نے طنز سمجھ کر غصے سے دانت پیستے اس کا نام پکارا۔

''ابراز۔''

''یس بے بی۔''

مسکراتی آنکھیں اور یہ ہونٹوں کی مسکراہٹ اس کے دل کا حال بیان کر رہی تھیں۔ آج وہ بہت خوش تھا۔ حجاب اپنی بات بھول کر اسے دیکھنے لگی تبھی ابراز نے اس کی آنکھوں کے آگے چٹکی بجائی۔

''بے بی، اتنی محبت نہ کرو ابھی اقرار کے صدمے سے باہر نہیں آیا اور اف یہ ادائیں۔'' اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھے وہ اسے چھیڑ رہا تھا اور حسب توقع وہ چڑ گئی۔

''گیٹ لوسٹ۔'' حجاب نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے اسے خود سے دور دھکیلا۔

''جو بھی بس تمہارے ساتھ۔'' ابراز نے اس کی کوشش پر ہنستے ہوئے اسے اپنی بانہوں کے حصار میں لے کر اس کی آنکھوں پر لب رکھے۔

میں اس خوشی کو حجاب کے اقرار سے خاص بنانا چاہتا تھا آج کا دن میرے لئے ہر دن سے بہتر، خوبصورت اور پرسکون تھا کیونکہ آج وہ پھر مہربان ہوا مجھ پر ہمیشہ کی طرح۔ وہ میرا ایمان اتنا پکا کر چکا ہے کہ لگتا ہے موت کے وقت بھی کوئی یاد رہے نہ رہے میرا اللہ مجھے یاد رہے گا۔

بند آنکھوں سے ابراز نے دل کی آواز پر لبیک کہا۔ ہونٹوں پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ آن ٹھہری۔

☆.....☆.....☆

ابراز احتشام اور حجاب کے ساتھ گھر لوٹا تو پرنیا کا رو رو کر برا حال تھا۔ حجاب کے آپریشن کی وجہ سے کسی نے اسے اطلاع ہی نہیں دی۔ ابراز کو خود پر سخت غصہ آیا کاش وہ اسے لے جاتا۔ کم سے کم نظروں کے سامنے تو ہوتی اب وہ اس سے ناراض بخار میں پھنک رہی تھی۔

''مائے ڈول آئی ایم سوری۔'' ابراز نے جھک کر اس کے گال پر بوسہ دیا۔ بخار کی وجہ سے پرنیا کا چہرہ بالکل مرجھا سا گیا تھا۔ گال بخار کی شدت سے تپ رہے تھے۔ پرنیا ابراز کو دیکھتے ہی چادر تان کر رخ موڑ گئی۔ صاف ناراضگی کا اظہار تھا۔

''ڈیڈ سے ناراضگی یعنی اب رو کر منانا پڑے گا؟'' ابراز پرنیا کے پاس بیٹھتا اس سے پہلے حجاب عجلت میں تاثیر صاحب اور آمنہ کے ساتھ کمرے میں آئی۔

''امی آپ نے بتایا کیوں نہیں مجھے۔ اس کی حالت دیکھیں۔''

حجاب پرنیا کے ساتھ ہی لیٹ گئی۔ اسے خود میں بھینچ کر وہ اس وقت دنیا سے بے نیاز بس پرنیا کی ٹینشن میں گھل رہی تھی جہاں حجاب کو اپنی بیٹی کی فکر کھائے جا رہی تھی وہیں آمنہ کو حجاب کی جسے ڈاکٹر نے سختی سے آرام کرنے کو کہا تھا۔ آمنہ حجاب کے پاس بیٹھ کر اس کا سر سہلانے لگیں جو اپنی بیٹی پرنیا کو خود میں بھینچے اس کی کمر تھپک رہی تھی۔ تاثیر صاحب اور ابراز بیک وقت یہ منظر دیکھ کر مسکرائے۔ اولاد کے غم میں دونوں مائیں فکر مند تھیں بس فرق اتنا تھا ایک دوسرے سے انجان اپنی اپنی فکر میں تھیں۔ ابراز حجاب کو آتے ہی یہاں لے آیا جہاں آپریشن کی کامیابی پر سب کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ اسامہ تک کو آج ابراز نے پہلی دفعہ روتے ہوئے دیکھا تھا۔

گھر آتے ہی جب ابراز کو پرنیا کا پتا چلا وہ دوڑتا ہوا یہاں آیا تھا لیکن اس کی طرح آمنہ نے حجاب کو بھی بتا دیا اور آج واقعی ایک بات سمجھ آئی باپ کا چاہے کتنا ہی اونچا مقام کیوں نہ ہو

لیکن ماں سے مقابلہ نہیں۔ پرنیا اس سے ناراض تھی جبکہ حجاب کے ساتھ وہ سارے غم، غصہ بھلا کر اس سے لپٹ کر سو گئی۔

کیا وہ خود بھی باپ کے نہیں ماں کے غم میں اس دنیا میں تنہا رہ گیا؟ وہ کافی دیر اس بات پر غور کرتا رہا پھر سوچوں کو جھٹک کر شام کو ہی تینوں کو اپنے ساتھ گھر لے آیا۔ آج جب حجاب سے گلے ملنے کے بعد فیجہ نے ابراز کے سر پر ہاتھ رکھنا چاہا تو وہ پیچھے نہ ہٹا۔ نجانے کیوں احترام میں وہ حجاب کی طرح انکے آگے جھکا تھا اور انہیں حیران پریشان چھوڑ کر پرنیا کو اٹھائے اپنے کمرے میں آ گیا جو اب کچھ بہتر تھی بخار کی شدت میں کافی حد تک کمی آئی تھی۔

"کیا ہوا میری جان کو۔" ابراز واش روم میں فریش ہونے گیا تھا کہ فیجہ احتشام سے پرنیا کا سن کر اوپر چلی آئی۔ پرنیا کا سر اپنی گود میں رکھے وہ اس کے بال سہلا رہی تھی۔

"آنٹی! آپ آرام سے بیڈ پر بیٹھیں۔" حجاب جو بالکنی میں آ کر گارڈن کی طرف نظریں جمائے کھڑی تھی اس نے سنا تھا صبح صبح گریزی دیکھنے سے بھی آنکھوں کی روشنی تیز ہوتی ہے اسلئے وہ بالکنی میں چلی آئی لیکن دروازہ بند ہونے کی آواز پر کمرے میں آئی اور فیجہ کو دیکھ کر احترام سے اسے پیش کش کی۔

"نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آئی ایم سو ہیپی فور یو حجاب۔ پتا ہے تم لوگ یہاں نہیں ہوتے تو یہ تنہائی مجھے کاٹتی ہے۔" خوشی سے کہتے آخر میں وہ غم زدہ ہو گئیں۔

"آنٹی! اب نہیں جائیں گے انشاءاللہ بس وہ ایکسیڈنٹ۔۔۔" حجاب کہتے کہتے لب کاٹنے لگی جیسے ساری غلطی اس کی تھی۔

"تم لوگ کبھی اتنے دن دور نہیں رہے نہ تبھی اور کل تو گھر میں کوئی تھا ہی نہیں بہت یاد آ رہی تھی پرنیا اور احتشام کی۔" فیجہ کی آنکھیں رات جگے کا پیغام دے رہی تھیں۔ اس نے

جھک کر پرنیا کی پیشانی پر بوسہ دیا تبھی ابراز ٹاول سے بال رگڑتا باہر آیا۔ فیجہ کو اس طرح دیکھ کر ابراز کو عجیب سا لگ رہا تھا۔ اسے یاد تھا وہ پہلے پہر پھر بھی اس کے کمرے میں آجاتی تھیں لیکن حجاب کے آنے کا بعد ابراز نے انہیں اوپر آتے تک نہ دیکھا۔ فیجہ کو اپنا آپ یہاں عجیب سا لگ رہا تھا۔ وہ اٹھنے لگی کہ پرنیا کی آواز نے انہیں رکنے پر مجبور کر دیا۔

''موم ڈونٹ گو اینی ویر۔'' ابراز کی دیکھا دیکھی احتشام اور پرنیا بھی فیجہ کو موم ہی کہتے۔ فیجہ کا لمس شاید پرنیا کو سکون بخش رہا تھا اپنوں کے پاس ہونے کا احساس دلا رہا تھا تبھی اس کا لہجہ التجا کرتا تھا۔ ابراز خود ہی الماری سے شرٹ نکال کر روم سے نکل گیا۔ فیجہ وہیں بیٹھی رہی جبکہ حجاب ابراز کے پیچھے چل دی۔

''تم سو جاؤ۔'' وہ تیزی سے اپنی شرٹ کے بٹن بند کرتا اسٹڈی روم کی طرف بڑھ رہا تھا جہاں آج اسے ایک فائل کا مطالعہ کرنا تھا۔ دوسری کمپنی سے ڈیلنگ کرنے سے پہلے وہ انکی چھوٹی سے چھوٹی چیز کو اسٹڈی کرنا چاہتا تھا۔

''نیند نہیں آرہی۔'' وہ اس کے ساتھ چلتی اس سے کہہ رہی تھی۔

''نہیں آرہی پھر بھی آنکھیں بند کر کے سونے کی ایکٹنگ کرو تمہارے لئے یہ ضروری ہے۔'' اسٹڈی روم کا دروازہ کھولتے وہ اندر داخل ہوا۔ اس کی تقلید میں حجاب بھی اس کے پیچھے آئی۔

''ایک بات پوچھوں۔'' وہ اب کرسی پر بیٹھا سامنے رکھی دونوں فائلز میں سے مطلوبہ فائل چیک کر رہا تھا۔

''نہیں۔'' وہی عام سا انداز جو صاف بے نیازی ظاہر کر رہا تھا۔

''کس سے بھاگ رہے ہو؟'' حجاب نے کھوجتی نگاہوں سے اسے دیکھا جواب نظریں

چرا رہا تھا۔ سیٹ کی پشت پر سر رکھے وہ اپنے اندر کی جلتی آگ کو کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا جسے آج حجاب ہوا دے رہے تھی۔

''آج تک بھاگا ہوں۔'' وہ آنکھیں کھولے حجاب کی طرف چہرے کا رخ کیے پوچھ رہا تھا۔

''ابراز بس ایک سوال۔'' حجاب کے لہجے میں التجا تھا۔ ابراز اس کے سوالوں سے ہی تو بچنا چاہتا تھا تبھی بے نیاز بنا بیٹھا تھا۔

''تم جا سکتی ہو۔'' اب کے وہ سرد لہجے میں بولا۔

''تم مجھے جانے کا کہہ رہے ہو؟'' حجاب بے یقینی سے آنکھیں پھیلائے اسے دیکھ رہی تھی۔ کہاں امید تھی ابراز کے اس جواب کی؟ لہجے کی؟

''ہاں کیونکہ جسکے حق میں تم بولنے والی ہو۔ میں انکے لئے کچھ نہیں سننا چاہتا۔ بہت مشکل سے بے حسی کا لبادہ اوڑھا ہے تم پل بھر میں ختم نہیں کر سکتیں۔'' وہ کرسی دھکیل کر اٹھ کھڑا ہوا۔ سنجیدہ لب و لہجے میں بول کر وہ ایک پل کو حجاب کو ڈرا گیا۔ لیکن حجاب اپنی اہمیت جانتے ہوئے اب ان سرد لہجوں کی عادی ہو چکی تھی۔

''کیوں اوڑھا ہے۔'' آنکھیں سکوڑ کر وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھے تشویش زدہ نظروں سے اسے گھورتے پوچھ رہی تھی۔ ابراز کا دل چاہا دو لگائے جب طے ہے وہ اسے مر کے بھی بتانے والا نہیں پھر یہ ضد کیوں؟ وہ آخری سانسوں تک یہ راز اپنے دل میں دفن کیے جائے گا اس بات کا پکا ارادہ رکھتا تھا وہ۔

Beause i was born as a normal child but this cruel world ruined my innocence my childhood

and further they were going to ruin my future too but it was Allah who saved me every single time even Allah saved me from myself because i am my worst enemy just beacause of them

وہ اسے دونوں کندھوں سے تھامے چٹان کو مات دیتے سرد لہجے میں بولا\ آخر میں دروازے کی طرف انگلی کرتے وہ دانت پیستے رہ گیا\ اشارہ دروازے سے اس پار اپنے ماں باپ پر تھا۔ بے شک باپ نے نشے کے عالم میں اسے شراب کی لت لگائی لیکن جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی کیوں اسے ترک نہ کیا؟ کیا وہ دودھ پیتا بچہ تھا جو خود کو سدھار نہ سکا\ جوانی میں غلط کاموں کے بجائے سب کچھ جانتے ہوئے سب کے انجام دیکھنے کے بعد بھی کیوں اللہ سے بھاگتا رہا؟ بار بار وہ اسے بلاتا رہا لیکن جب ''مکافات عمل'' خود پر آیا کیسے دوڑتا ہوا وہ مسجد جا پہنچا۔

''ابراز! دنیا میں ماں باپ ہی وہ ہستی ہے جو اولاد کے لئے احساس رکھتی ہے۔ تمہاری فکر ماں باپ سے زیادہ کوئی نہیں کر سکتا نہ ان سے بڑھ کے کوئی چاہ سکتا ہے۔ کیا تمہیں محبت نہیں دی؟ وقت نہیں دیا؟ ضرورت کے وقت منہ موڑ گئے؟ نہیں نا آج پھر جب انہیں تمہاری ضرورت ہے تو پیچھے کیوں ہٹ رہے ہو؟ اپنی فرض سے کیوں بھاگ رہے ہو۔ جانتے ہو ماں باپ کی نافرمانی اپنی آخرت خراب کرنا ہے۔ پتا ہے اگر تم ستر سال خانہ کعبہ کا طواف کر کے اس کی نیکیاں اپنے ماں باپ کو ہدیہ کرتے رہو تب بھی تم اس آنسو کے ایک قطرے کا بوجھ ہلکا نہیں کر سکتے جو تمہاری بدسلوکی کی وجہ سے تمہارے ماں باپ کی آنکھوں سے گرا ہو۔'' وہ اس

کے سینے پر دونوں ہاتھ رکھے نرمی سے بولی۔ دونوں یک ٹک ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ ایک ان آنکھوں میں دیکھ کر لفظوں کو حفظ کر رہا تھا جبکہ دوسرا آخرت کا تصور اس کے ذہن میں ڈالنا چاہتا تھا۔

"دولت دی، وقت دیا محبت دی۔ سب دیا۔ میرے ماں باپ نے کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ بس۔ ایک ناراضگی عمر بھر کا روگ لگا گئی۔" ہاں آج اعتراف کیا تھا اس نے اور یہ سچ بھی تھا۔ وقت دیا، محبت دی، سب کچھ دیا لیکن ایک داغ اس کے دامن پر ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا۔

"کہیں لڑکی کا چکر تو نہیں تھا۔" حجاب کے دماغ میں جھماکہ سا ہوا جبکہ ابراز اس کی کوشش پر قہقہہ لگا کے ہنسا۔ واقعی عورتیں آ کر اپنی ہی سوچ پر لوٹتی ہیں۔

"بے بی، تم سے شادی کر کے کیا پروف نہیں۔ دیا کسی میں طاقت نہیں مجھے میرے عمل سے روک سکے اور جب اس کی مرضی شامل ہو تو وہ ہو کر رہتا ہے۔" وہ اس کی ٹھوری پکڑے مزاحیہ انداز میں کہہ رہا تھا۔ حجاب نے نظروں کا زاویہ بدلا کیونکہ اب وہ یک ٹک اسے دیکھتا اسے تنگ کر رہا تھا۔

"ابراز؟"

ابراز نے نظریں نہیں ہٹائیں۔ اسے تنگ کر کے ایک الگ ہی مزہ آتا تھا۔ حجاب نے اب کی بار اس کی ہلکی داڑھی کو زور سے کھینچا۔ ابراز چلا اٹھا۔ "آہ۔ ظالم ہو۔"

"پھر ایسی کیا ناراضگی؟" وہ اس کے جملے کو ان سنا کرتی ایک اور سوال پوچھ کر اس کا صبر آزما رہی تھی۔

"آج پوچھا ہے آئندہ نہیں پوچھنا ہمارا جھگڑا کبھی ہوا تو اسی بات پر ہوگا۔" وہ سنجیدگی سے کہتے کرسی پر آ بیٹھا۔ خود وہ لاکھ انہیں کچھ کہے لیکن کسی اور کے منہ سے اپنے ماں باپ کا سن کر

وہ غصے میں یہ تک بھول جاتا تھا کہ سامنے دوست ہے یا اپنا عزیز۔

''کب نہیں ہوتا؟'' حجاب تو اس کے سفید جھوٹ پر اسے دیکھتی رہ گئی۔

''استغفار، میں کب لڑتا ہوں؟ تم ہی موڈ خراب کر کے کبھی میکے بھاگتی ہو کبھی دادو کے روم میں۔'' وہ اس کی بات سے تپ ہی تو اٹھا تھا۔ وہ ہر دفعہ میدان چھوڑ کے بھاگ جاتی۔ آخر رونے کے علاوہ اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا کیا؟

''اچھا ہوتا ہے تم یہی ڈیز رو کرتے ہو۔'' وہ اسی کے انداز میں اسے جواب دے گئی۔

''بتاؤں تمہیں۔'' وہ مصنوعی گھوری سے اسے نوازتا اٹھنے کی ایکٹنگ کرنے لگا حجاب نے تیزی سے دروازے کی طرف دوڑ لگائی۔

''میری بات پر غور کرنا۔'' وہ دروازے کے پیچھے چھپی اونچی آواز میں بولی۔ ابراز کی نظروں سے وہ اوجھل نہیں ہوئی تھی۔

''یہاں آ کر کہو سنائی نہیں دیا۔'' وہ کان کو رگڑتا اسے دیکھتے انجان بن رہا تھا۔

''اول درجے کے ڈھیٹ اور فلرٹی ہو۔'' حجاب بھی اس کی اداکاری سے واقف تھی وہیں سے غصے سے بولی۔

''جیسا بھی ہوں تمہارا ہی ہوں بے بی۔'' ایک آنکھ دبا کر کہتا وہ اس کا منہ بند کر گیا۔ حجاب پیر پٹختی وہاں سے چل دی۔

حجاب اب زیادہ تر سوتی ہی ملتی، اس کا موڈ بھی بات بات پر کمرے میں رہ کر بگڑنے لگا تھا۔ ابراز نے سختی سے اس کی نگرانی کے لئے اسی ملازمہ کو پیچھے لگایا تھا جو بھوت کی طرح اس کے سر پر سوار رہتی۔ باقی کسر ڈیڈ کے ''چہیتوں احتشام اور پرنیا'' نے پوری کی تھی جو چھوٹی سی چھوٹی بات ابراز کو کال کر کے بتاتے۔ پرنیا عادتوں میں بالکل ابراز کی طرح تھی جو ایک پل

غصہ اگلے ہی پل منانا جانتی تھی۔ ابراز اور حجاب کو بھی زیادہ محنت نہیں لگی، بس ایک وعدے سے اس کی ناراضگی مٹ گئی۔

ابراز کے قدم بہتر سے بہترین کی طرف بڑھ رہے تھے۔ کچھ جھجک تھی ہچکچاہٹ تھی کہ وہ اپنی ہی ماں سے بات تک کرنے سے پہلے لفظوں کو تراشتا تھا اور اس کی یہ جھجک محسوس کر کے حجاب نے ہی ایک دن بات کا آغاز کیا۔

''دیکھیں آنٹی، ماں اور بیوی کی پرواہ ہی نہیں دونوں سامنے بیٹھی ہیں یہ موصوف فون پر لگے ہیں۔'' اس وقت ڈائننگ ٹیبل پر بچے حجاب، ابراز اور فیجہ ہی موجود تھے۔ حیات صاحب ملک سے باہر تھے۔ ابراز کو ناشتے کے بعد موبائل یوز کرتے دیکھ کر حجاب نے ٹوکا۔ فیجہ نے بس مسکراتے ہوئے گلاس میں جوس انڈیلا۔ جبکہ ابراز اس کی چالاکی سمجھ کر مسکرایا اور پورے اعتماد سے فیجہ کی طرف دیکھتے پوچھا۔

''موم! آپ کو پتا ہے شوہر سب سے زیادہ خوش کب ہوتا ہے؟''

فیجہ جو جوس کا گلاس ہونٹوں سے لگانے والی تھی ابراز کی پکارنے پر حیرت سے آنکھیں پھیلائے نفی میں سر ہلانے لگی۔

''جب بیوی میکے جاتی ہے۔'' کہتے ہی وہ خود مسکرایا اور ساتھ فیجہ کو بھی مسکرانے پر مجبور کیا۔ حجاب نے ابراز کو آنکھیں دکھائیں۔

''اور جانتی ہیں پریشان کب ہوتا ہے؟'' وہ حجاب کے آنکھیں دکھانے پر کچھ اور پھیل گیا۔

''جب بیوی واپس آتی ہے۔'' اس بار جواب فیجہ کی طرف سے تھا۔ دونوں کی ہنسی بے وقت چھوٹی، ابراز نے تالی کے لئے ہاتھ آگے کیا۔ جس پر فیجہ نے ہاتھ مار کر ممتا بھری پیاس اس لمس سے بجائی۔ ابراز تو اسے اپنے پاس تک آنے نہ دیتا تھا اور اب۔ یہ سب اتنا اچانک

ہوا تھا کہ دونوں اب تک بے یقین تھے۔فیجہ کی آنکھوں کی چمک ہونٹوں کی مسکراہٹ ہاتھوں کی لرزش حجاب کی سوچ کو اور ہی رخ دے رہی تھی۔یقیناً کوئی ایسی بات تھی جو کسی کے لئے تو شرمندگی کا باعث تھی تبھی ابراز وہ سچ چھپا رہا تھی۔ماحول کو فریش کرنے کے لئے اب کی بار حجاب سوچوں کو جھٹک کر میدان میں اتر آئی۔

''تو ایک کام کرتے ہیں میں چلی جاتی ہوں تم پورے دن خوش ہوتے رہنا۔'' حجاب نے جل کر کہا جبکہ دل ہی دل میں وہ آج بہت خوش تھی اس صلح پر۔

''ایسی فرمانبردار بیوی اللہ ہر کسی کو دے جو شوہر کی خوشی کا خیال رکھے۔'' ابراز کے جواب پر حجاب کی برداشت جواب دے گئی۔وہ جو اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی زور سے اپنا پیر ابراز کے جوتے پر مارا۔

''ظالما۔'' وہ سختی سے اپنی چیخ دباتا لگ بھگ سرخ ہو چکا تھا۔

''رازی! کیا ہوا؟'' اس کی سرخ پڑتی رنگت دیکھ کر فیجہ نے پریشانی سے پوچھا۔

''تھنگ موم۔آپ آفس کیوں نہیں آتیں آپ کی بہو تو بیٹھتی ہی وہیں ہے جاسوسی کرنے کے لیے۔آپ ہی بیٹے کے حق میں چلی آیا کریں۔'' ابراز نے جوتا نکال کر دوسرے پیر کی مدد سے پاؤں سہلایا۔ساتھ فیجہ کو اس موضوع سے ہٹانے کے لئے دوسری بات چھیڑی۔

''تم نے کبھی بلایا ہی نہیں۔''

ابراز کے دل میں ایک درد سی لہر اٹھی۔کتنا انجان تھا وہ انکی تکلیف سے۔بچے ناشتہ کر کے اب ٹی وی دیکھنے لگے۔

''آفس آپکا، بیٹا آپکا اجازت کیسی؟ آپ کو قدرتی ہر حق حاصل ہے میں آپکا ایمپلوئے

ہوں مالک تو آپ ہی ہیں میری۔"

محبت، نرمی، احترام کیا کچھ نہ تھا ابراز کے لہجے میں۔ فیجہ کو یقین کرنا مشکل لگ رہا تھا۔ بغیر پلک جھپکائے وہ اپنے بیٹے کو دیکھ رہی تھی جو سالوں پہلے نجانے کہاں کھو گیا تھا۔

"ہاں ضرور آؤنگی۔" نم آنکھوں سے مسکراتی وہ ابراز کو پشیمان کر گئیں۔ صرف ایک نرم لہجہ کیسے برسوں پرانی خلش مٹا گیا۔ آفس جانے سے پہلے وہ فیجہ کی پیشانی پر بوسہ دے کر بہت کچھ جتا گیا تھا۔ فیجہ کتنی ہی دیر وہیں بیٹھی ابراز کے اس رویہ پر غور کرتی رہی پھر تیزی سے اٹھ کے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ یہ آنسو، آج بھی وہ کسی کے سامنے کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھیں۔ کب وہ جھکی تھی ماں باپ نے اسے جھکنا سکھایا ہی کہاں تھا؟ باپ اپنی عیاشی میں مگن رہتے اور ماں انکے کہے پر عمل کرتی۔

ان سب میں فیجہ کہاں تھی؟ کہیں نہیں۔ فیجہ نے تو کبھی اپنے بچوں کے ساتھ اپنے ماں باپ جیسا سلوک نہ کیا پھر ابراز کیوں اتنا بے رحم بن گیا؟ اور آج سالوں بعد اسے یاد آئی ہے لیکن آئی بھی ہے تو آج وہ خود کو بیحد خوش نصیب محسوس کر رہی تھی کیونکہ ابراز اور حجاب کے بعد جو تنہائی نے اسے کاٹا تھا کبھی زندگی میں ایسی تنہائی محسوس نہ ہوئی۔ اس کی فرینڈز اپنے پوتے پوتیوں کے ساتھ ویکیشنز پر گئی تھیں۔ حیات بھی یہاں نہیں تھا اس لمحے شدت سے فیجہ کو اپنے خسارے کا احساس ہوا۔

وہ آنسو پونچھتی نیچے گارڈن ایریا میں آ گئیں جہاں احتشام بیٹھا پوٹس سے مٹی نکال کر دوسرے فلاور پوٹ میں ڈال رہا تھا۔ وہ مسکراتی ہوئی اس کی طرف بڑھی۔

"تجھے کیا لگا تو بتائے گا نہیں تو مجھے پتا نہیں چلے گا۔" دادو جو پرسوں ہی گاؤں سے آئی تھیں شکوہ کناں نظروں سے ابراز کو گھورتے عینک درست کی۔ یہاں آ کر انہیں حجاب کا پتا چلا

تھا جسکے جاننے کے بعد وہ ابراز سے سخت خفا تھیں۔ ابراز نظریں جھکائے انکی ہر شکایت ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیتا۔ حجاب اپنے کمرے میں سوئی ہوئی تھی۔ آج اسے ابراز سے اچھی خاصی ڈانٹ پڑی تھی کیونکہ آنکھوں میں شدید خارش کی وجہ سے اس نے آنکھیں رَب کیں جس سے آنکھوں میں انفیکشن ہوگیا تھا۔ ڈاکٹر نے کہا تھا خارش عام ہے ایسا ہوتا ہے لیکن حجاب کو یہ تکلیف برداشت نہ ہوئی اور آنکھوں کو بار بار رگڑنے سے اب انفیکشن ہو چلا تھا اسلئے اس وقت ڈراپس آنکھوں میں ڈالے وہ پچھلے چھ گھنٹوں سے آرام کر رہی تھی۔

"دادو! میں آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

ابراز جو ہر بات پر انہیں الٹا جواب دے کر تنگ کرتا آج دادا کی موجودگی میں تابعداری سے انکے ہر سوال ہر شکایات پر سر جھکائے جواب دے رہا تھا۔

"میرا شیر ہے بتاتا نہیں کسی کو خود ڈٹ کے مقابلہ کرتا ہے۔" دادا نے مونچھوں کو تاؤ دیتے کہا۔

"میری طرح دادا ابو۔" احتشام بھاگتا ہوا آکر انکے سینے پر بیٹھ گیا۔ ابراز کے ہونٹوں پر دھیمی مسکراہٹ آن ٹھہری۔

"میرا لختِ جگر۔ دادا کی جان میرے چھوٹے شیر سے کوئی مقابلہ تو کر کے دکھائے کھڑے کھڑے زمین میں گاڑ دونگا۔" دادا نے اس کے دونوں گالوں پر بوسہ دیتے محبت سے کہا۔ احتشام اور پرنیا ابھی ٹیوشن سے آئے تھے۔ آج کل دادا دادی کی آمد سے دونوں خوش تھے۔ خاص کر احتشام کیونکہ دادا اس کے ہر لاڈ اٹھا رہے تھے۔ آخر وہ انکے اکلوتے پوتے کا بیٹا تھا جبکہ پرنیا کے ساتھ انکا پیار ویسا ہی تھا جیسا اپنے گھر کے بچوں سے ہوتا تھا۔ ابراز نے یہ بات بخوبی نوٹ کی تھی لیکن وہ کیا کر سکتا تھا؟ انہیں جتنا سمجھاؤ جواب ایک ہی آنا تھا بڑوں سے

بدتمیزی۔ ابراز سوچتا ہوا دادو سے باتیں کرنے لگا جو اَب حجاب کے ایکسیڈنٹ کا تفصیلی پوچھ رہی تھیں۔

☆.....☆.....☆

''کون ہو تم؟'' حجاب نے آج غور سے اسے دیکھا تھا سرخ و سفید رنگت پتلی دبلی سی وہ کہیں سے بھی اسے خواجہ سرا نہ لگا۔

''میں۔ میں حجاب۔ وہ۔ مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔'' وہ بااعتماد لڑکی جس نے دھڑلے سے جویریہ کو انکے بارے میں اتنا کچھ کہا تھا آج وہ کہیں سے اس لڑکی کا عکس بھی نہ لگ رہی تھی۔

''آپ مذاق کر رہی ہو اتنی عزت؟ لوگ تو۔ تم بھی نہیں تو کہہ کر گھر سے نکالتے ہیں۔'' حجاب کو اس کا لہجہ عجیب سا اپنا مذاق اڑاتا لگا۔

''میں معافی مانگنے آئی ہوں۔'' حجاب نے ہونٹ کا کنارہ سختی سے کاٹا۔ شرمندگی سے اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

''ہاہاہا۔ مجھ سے معافی۔ بی بی لگتا ہے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں۔ گھر جاؤ۔'' خواجہ سرا کا قہقہہ پورے گھر میں گونج رہا تھا لیکن حجاب جو اپنے اوپر اٹھی ہر نظر پہچان لیتی تھی آج اس خواجہ سرا کی نظروں کو پہچان نہ سکی۔ آس پاس کھڑے دوسرے خواجہ سرا بھی اسے حیرت و بے یقینی سے دیکھ رہے تھے۔

''مجھے معاف کر دو۔ مجھے سکون نہیں آتا۔ میں۔ میں سمجھتی تھی میں اللہ کی فرمانبردار بندی ہوں۔ وہ میری سنتا ہے ہر نیک بندے کی سنتا ہے لیکن۔ لیکن وہ۔ گنہگاروں کی نہیں سنتا۔ تم جیسوں کی نہیں سنتا۔ مجھے غرور تھا خود پر اپنے نیک ہونے پر۔ لیکن اس نے مجھے آئینہ دکھا دیا میرا بدصورت چہرہ۔ جس میں خود دیکھ کر ڈر گئی۔ اس انا پرست مغرور لڑکی کا مجسمہ ٹوٹ گیا۔ اور

جانتے ہیں جب وہ ٹوٹا سب سے پہلا صاف شفاف چہرہ مجھے آپ کا دکھا۔ اگر آپ اللہ کے نزدیک نہ ہوتے تو مجھے وہ آپ کا چہرہ نہیں دکھاتا۔ سچ تو یہ ہے آپ اس کی نظر میں مجھ سے بہتر ہیں۔ میں نہیں کیونکہ میں یہ بھول گئی اسے غرور نہیں پسند۔ نہیں پسند اسے اور میں نے کیا غرور خود سے بہتر کسی کو نہ سمجھا۔ اور دیکھیں آج مجھے۔ مجھے اپنے علاوہ ہر انسان خوبصورت لگتا ہے۔'' وہ بلک بلک کے رو رہی تھی۔ گھٹنوں کے بل بے دم سی ہو کر وہ زمین پر بیٹھی اس سے مافی مانگ رہی تھی جن کو کبھی وہ حقارت بھری نظروں سے دیکھتی تھی اس لیے کہ جو اپنا آپ ہر کسی کو دکھاتی پھرتی ہیں۔ اب خود حجاب ایک نظر اسے دیکھنے کو ترس گئی تھی۔

حجاب نے ایک ہچکی لے کر بمشکل اپنے ہاتھ جوڑے۔

''پلیز مجھے معاف کر دیں۔ میں وہی تھی جس نے آپ کی مدد نہیں کی یہ کہا کہ انکے ساتھ یہ عام ہے یہ روز ہی اس طرح کے مرد انہیں لے جاتے ہیں۔ میں حقارت بھری نظروں سے آپ لوگوں کو دیکھتی تھی۔ کبھی برا لگتا آپ لوگ کے لئے لیکن جب آپ کی تیاری دیکھتی سجتے سنورتے دیکھتی تب سوچتی تھی کہ آپ یہی ڈیزرو کرتے ہیں۔ میں آپ لوگوں کو پسند نہیں کرتی تھی۔ نا جانے کیوں میں ایسی تھی یہ کبھی نہیں سوچا کہ آپ بھی اس کی بنائی تخلیق میں سے ایک ہیں۔ میں کیسے اس کی کسی مخلوق سے نفرت کر سکتی ہوں۔ جبکہ ہمیں تو دشمن سے بھی اچھا سلوک کا کہا گیا ہے پھر آپ تو۔'' وہ اپنے جڑے ہاتھوں پر سر رکھے ایک بار پھر رو پڑی۔ ایک بوڑھی عورت جو کب سے اس کا رونا بلکنا دیکھ رہی تھی پاس آ کر اسے اٹھایا۔

''اٹھ جا دھی۔ یہ ایسی بنتی ہے غصے والی اصل میں ہے نہیں۔ تم اٹھو یہاں بیٹھو۔'' انہوں نے حجاب کا ہاتھ تھامے اسے اٹھایا تب تک حجاب کی نظروں نے ایک نظر آس پاس کا جائزہ لیا۔ وہاں بہت سے خواجہ سرا تھے۔ ایک پل کو حجاب کے وجود میں خوف سے لرزش طاری ہو گئی۔

''ڈرو مت دھی، یہ کیا برا کریں گے؟ جو خود پل پل ڈرتے ہیں اور یہ چنبیلی تو بہت نرم دل کی مالک ہے۔''

حجاب نے انکی سانس بحال کر کے سامنے کھڑے اسی خواجہ سرا کو دیکھا جو عجیب نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ حجاب نے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ سوال پوچھا جو اسے تنگ کر رہا تھا۔

''کیا آپ نے مجھے بددعا دی تھی؟'' ڈر ڈر کے اس نے یہ سوال پوچھا تھا۔ اسے شرمندگی بھی ہو رہی تھی لیکن دلی سکون اسی میں تھا اسے کسی کی آہ سے ڈر لگتا تھا۔

''بددعا؟ ہم تو دعا دینے بھی جاتے ہیں تو لوگ حقارت بھری نظروں سے دیکھتے ہیں۔ ہمارا تو خدا کے علاوہ کوئی نہیں۔ ایک دوسرے تک سے بچھڑ جاتے ہیں۔ یہ سامنے اسکو دیکھو ایک ہفتے پہلے اسے گلی کے آوارہ لڑکے لے کر گئے۔ آج چھوڑ کے گئے ہیں دیکھو اس کی حالت۔'' چنبیلی کا پارا بددعا سن کر ہائی ہو گیا۔ اس نے چارپائی پر لیٹی اس لڑکی کی طرف اشارہ کرتے کہا۔ حجاب کی نظر اس پر پڑی تو بے اختیار اپنے ہونٹ پر ہاتھ رکھ کے سسکی روکی۔ بدتر سے بدتر حالت تھی اس کی۔ جسم سے لے کر چہرہ تک بری طرح زخموں سے گھائل تھا۔

''بی بی، تم نے صحیح کہا یہ روز ہی ہم جیسوں کے ساتھ ہوتا ہے پر ہم ہی کیوں، ہمارا کیا قصور ہے۔ اگر پیدا ہوتے ہی ماں باپ ہمیں لاوارثوں کی طرح ہم جیسوں کے پاس چھوڑ جاتے ہیں یا کسی کچرے کے ڈبے میں پھینک دیتے۔ یہ تک نہیں سوچتے ایک دن کا معصوم بچا کیا کریگا کسی کو کیا تکلیف پہنچائے گا؟'' حجاب کو چنبیلی کی آواز رندھی ہوئی لگی۔ تکلیف کے آثار اس کے چہرے پر نمایاں تھے۔

''گالیاں کھاتے ہیں روز، لوگ ہنستے ہیں ہم پر، لیکن مجھے کسی سے شکوہ نہیں بس اس ماں سے پوچھنا ہے جب لاوارث ہی کرنا تھا تو کیوں پیدا کیا۔ مار دیتی تیرا یہ احسان نہ بھولتا۔ دس

سال کا تھا جب ابا نے گھر سے نکال دیا۔ اس باپ کی بس ایک محبت بھری نظر کے لئے ساری زندگی ترستا رہا۔ آج تک وہاں جاتا ہوں یہ امید لے کر کہ شاید بس ایک بار محبت سے دیکھ لے۔ لیکن میں تو انسان ہی نہیں تھا۔ کوئی گناہ تھا جسے مہمانوں کے آتے ہی اسٹور میں ہر فالتو سامان کے ساتھ بند کر دیا جاتا ہے، جس پر ابا روز مار کر اپنا غصہ اتارتے، دس سال کے بچے کی چمڑی اتار دیتے۔ وہ مارتے مارتے تھک جاتے تھے لیکن میری ماں کی سسکیاں نہ رکتی تھیں۔ وہ چپل مارتے مارتے ٹوٹ جاتی لیکن ابا کا دل نرم نہ ہوتا۔ اپنے جسم پر چپل سے بنائے گئے نقش لیے میں اس کال کوٹھڑی کی جانب بھاگتا جو پورے گھر میں میری واحد پناہ گاہ بن گئی تھی۔ اور وہ لمحے میری زندگی کے خوبصورت ترین لمحات میں سے تھے جب ماں، ابا سے چھپ کے میرے پاس آتی۔ میرے آنسو پونچھتی، مجھے اپنے سینے سے لگا لیتی۔ ایک لفظ نہ نکلتا تھا ہمارے منہ سے دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر روتے رہتے، وہ میرا ماتھا چومتی میرے ہاتھ چومتی۔ آنکھوں میں ممتا بھری پیاس ساری رات مٹاتی میں ایک سوال پوچھتے پوچھتے نیند کی آغوش میں چلا جاتا ایسی کیا خطا ہوئی جو اپنے دوسرے بہن بھائیوں کی طرح میں ابا کی محبت کا حقدار نہیں؟ دعا ساری رات میرے ہونٹوں سے نہ جاتی کہ کاش یہ رات ختم نہ ہوتی کیونکہ صبح ہوتے ہی میری وہ ماں دنیا کی بھیڑ میں کہیں گم ہو جاتی اور ابا کی بے حس بیوی خاموش بنی میری بے بسی کا تماشا دیکھتی۔

جس دن ابا نے مجھے گھر سے نکالا میں اسے پکارتا رہا روتا رہا لیکن وہ دوپٹے سے منہ چھپائے روتی رہی۔ ابا مجھے گھسیٹتے ہوئے ایک گرو کے پاس لے آئے جہاں مجھ پر سخت نظر رکھی جاتی۔ ناچ گانا سکھایا جاتا۔ جب کبھی موقع ملتا اس کی یاد میں گرفتار دیوانہ وار اپنے گھر کو بھاگتا۔ وہ کبھی میرے بہن بھائیوں کو اسکول بھیج رہی ہوتی تو کبھی گرما گرم روٹی کا نوالہ بنا کر انہیں

کہلاتی۔ ہر نوالے کے ساتھ میرا بھی منہ کھلتا مگر وہ نوالے کی حسرت میں کھلا ہی رہتا۔ ابا کو روز دفتر جاتے دیکھتا تو یہ خواہش سینے میں ہی دفن ہو کر رہ جاتی کہ کاش مجھے ایک دفعہ اپنے سینے سے لگا لیں۔ گھر چھوڑنے کے عذاب کے بعد میرے اوپر ایک اور عذاب نازل ہوا جس کے کرب نے میری روح تک کو زخمی کر دیا۔ چند 'شرفاء' گرو کے پاس آئے اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ مجھے زبردستی بے لباس کیا اور اپنی ہوس کی بھینٹ چڑھا ڈالا۔ میں اتنا چھوٹا اور کمزور تھا کہ میں تکلیف کی وجہ سے اپنے ہوش ہی کھو بیٹھا تھا۔ پھر اسی بے ہوشی کے عالم میں مجھے گرو کے حوالے کر دیا گیا۔ پھر یہ سلسلہ ایسا شروع ہوا کہ میں روز ہی اپنی ہی نظروں میں گرتا رہا مرتا رہا۔ کرتا بھی کیا کہ اب میرے پاس کوئی اور دوسری پناہ گاہ نہ تھی۔

پھر اسی کام کو میرے گرو نے میرے پیشے کا نام دے دیا۔ میں گرو کے پاس سے کئی بار بھاگا، در در نوکری کی تلاش میں پھرتا رہا مگر مایوسی کے سوا کچھ حاصل نہ ہو سکا۔ ہر بار گرو کے در پر ہی پناہ ملی۔ یہ دنیا نہ جینے دیتی ہے نہ مرنے۔ نوکری تو کیا ہمیں تو کوئی اپنے سامنے کچھ دیر کے لئے برداشت نہیں کرتا تو کوئی ملازمہ بھی کیوں رکھے گا ہمیں؟ لیکن اسی گناہ سے اپنی ہوس ضرور مٹائی جاتی ہے۔ بی بی، تم کیوں رو رہی ہو؟ نہ رو، بددعا نہیں دی تمہیں۔ تم سے کوئی گلہ نہیں بس اپنی ماں سے ایک التجا ہے۔ سنا ہے قیامت کے روز بچوں کو ماں کے حوالے سے پکارا جائے گا۔ بس اتنی سی التجا ہے کہ اس دن وہ مجھ سے منہ نہ پھیرے۔ جاؤ بی بی مجھ تم سے کوئی شکوہ نہیں اللہ تمہیں خوش رکھے اور نیک اولاد سے نوازے۔'' چنبیلی خود بھی رو رہی تھی منہ پھیرتے اس نے حجاب سے کہا تھا جس کو چلنا تک محال لگ رہا تھا۔ کوئی اتنا دکھ اتنی تکلیف کیسے برداشت کر سکتا ہے؟ اور میرے الفاظ اس کی مدد کی پکار کیا کچھ یاد نہیں چنبیلی کو؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟

''تم۔'' اس سے پہلے حجاب کچھ پوچتی چنبیلی ابھی تک اس کی موجودگی بھانپتے غم و غصے سے چلا اٹھی۔

''یہاں سے چلی جاؤ بی بی، تم اس کی بیوی ہو جس نے مجھے عزت دی تھی۔ احسان کیا تھا۔'' چنبیلی کی بلند آواز نے حجاب کو جھنجھوڑ ڈالا۔ وہ جیسے ہوش کی دنیا میں آئی۔

''تمہیں یاد ہے نا سب۔ تم جھوٹ بول رہی ہو تمہیں سب یاد ہے تم نے میری جان بھی بچائی تھی۔ تمہیں سب یاد ہے تم جھوٹ بول رہی ہو۔'' وہ جو انکو اپنے قریب تک برداشت نہیں کرتی تھی آج خود اس کے قریب آ کر جنونی انداز میں بولی۔

''کبھی اس کے ساتھ ظلم نہ کرنا جسکا اللہ کے سوا کوئی نہیں۔'' چنبیلی کی غم میں ڈوبی آواز نے حجاب کے حواس چھین لئے۔ ایک بار پھر وہ شدید گلٹ میں مبتلا ہو گئی۔ چنبیلی نے آنکھیں بند کر لیں اسے سب یاد تھا وہ کی گئی اپنی التجا۔

''باجی، میری مدد کرو یہ مجھے مار رہے ہیں۔'' وہ لڑکے اسے گھسیٹتے لاتیں مار رہے۔ تھے وہ درد سے بلبلا رہی تھی، چیخ رہی تھی، التجا کر رہی تھی لیکن کوئی نہیں آیا اور حجاب اس کا جواب یاد آتے ہی چنبیلی کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں۔

''یہ روز انکے ساتھ ہوتا ہے لیکن کوئی انکی مدد کو نہیں آتا۔''

وہ خود تو نہیں آئی اپنی دوست کو بھی روک لیا۔ چنبیلی کی امید بھری نظریں حجاب کے جملے سے واپس لوٹ گئیں۔ انہیں جاتا دیکھ کر چنبیلی کو خود پر ترس آیا لیکن بے حس لوگوں کی دنیا میں وہاں کوئی بھی ایک پتا تک حساس نہ تھا سب تماشا دیکھ رہے تھے اور وہ پھٹے کپڑوں میں پٹ رہی تھی۔

''پلیز مجھے معاف۔'' حجاب کی آواز نے چنبیلی کی سوچوں کا تسلسل توڑا۔

”جاؤ بی بی میری دعا ہے تمہیں ہم جیسا نہ ہو کیونکہ تم برداشت نہیں کر سکو گی۔ اور تم نے میرا احسان چکا دیا یہاں آ کر مجھے اہمیت دے کر معافی مانگ کر کیونکہ میں وہ ہوں جس کے منہ پر لوگ تھوکنا تک پسند نہیں کرتے۔“

حجاب آج اپنی ہی نظروں میں گر گئی۔ یہ تھا وہ جسے اس نے سب سے زیادہ تکلیف پہنچائی تھی۔ ایسی کہ وہ صرف خدا کے آگے رویا تھا۔ اس کی سننے والا مدد کرنے والا کوئی نہ تھا۔ ایک ایک مار جو اسے پڑی اس وقت حجاب کو اپنے دل پر لگ رہی تھی۔ کاش وہ ہمت کرتی باقی بھی خود چلے آتے لیکن وہی بزدلی۔ یہ بزدلی کاش تب آتی جب زبان سے دوسروں کو وہ لہولہان کرتی تھی۔

”حجاب چلو۔“ وہ جو کب سے اس کے انتظار میں باہر کھڑا تھا اندر چلا آیا اور حجاب کو اس طرح روتے دیکھ ابراز کا دل کٹ کے رہ گیا۔

”ابر۔ ابراز۔“ وہ اس کے سینے سے لگی بلک اٹھی۔ چنبیلی ایک نظر انہیں دیکھ کر اندر چلی گئی۔ جبکہ آس پاس کھڑے وہ لوگ اب ابراز کو دیکھ رہے تھے

ابراز اس سے الگ ہوتا اپنے ساتھ کھینچتا باہر لے آیا۔ کار میں بٹھا کر اس نے ریموٹ کنٹرول سے کار لاک کی اور قدم قدم بڑھاتا واپس اسی گھر میں چلا آیا۔

چنبیلی ہاتھ میں جیکٹ لئے اسی کے انتظار میں کھڑی تھی۔

”میں نہیں جاننا نہ جاننا چاہتا ہوں لیکن اتنا جانتا ہوں تم نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ زندگی میں جب میری ضرورت ہو بس ایک بار پکارنا میں حاضر ہونگا۔“ وہ اس سے جیکٹ لیتا مسکراتا ہوا بولا۔

”اس کی ضرورت نہیں ہوگی وہ خود آپکو میری مدد کرنے کے لیے بھیجے گا۔“

چنبیلی کی مدھم مسکراہٹ نے ابراز کو پرسکون کیا۔ اسے کبھی بھی یہ لوگ برے نہیں لگے بس انکا مانگنا اسے برا لگتا تھا جسکا ذکر اس نے چنبیلی سے کیا تھا اور اس کی داستان سننے کے بعد ابراز نے اسے ایک کنٹریکٹ دلایا تھا یتیم بچوں کے لئے اور بوڑھوں کے لئے کھانا بنانے کا جو الگ الگ یتیم خانوں اور اولڈ ایج ہوم میں جاتا جسکی اچھی خاصی قیمت ان سب کو ملتی اور فینیج میں ابراز نے خود تین بچے گود لئے تھے جنکا خرچہ آج تک وہ خود چلاتا تھا۔ چھوٹی ہی عمر میں وہ ان کاموں میں ملوث ہو گیا تھا۔ اسے یاد تھا ایک دفعہ پوری کلاس سے پچاس روپے ڈونیشن کے لئے مانگے گئے تھے۔ وہ ان سنا کرتا اپنا کام کر رہا تھا صرف وہی نہیں بلکہ کافی بچے بے زار سے اپنے کام میں مگن رہے تب جو ٹیچر نے انہیں لیکچر دیا تھا ابراز اب تک نہیں بھولا بلکہ ایک ڈر بھی بٹھایا تھا کہ مدد نہ کرنا گناہ ہے بس تب سے وہ جب بھی انکو دیکھتا اپنے ٹیچر کا وہ لیکچر ذہن میں ریوائین کرتا تا کہ انسانیت سے ہٹ کے بے حسی کا ثبوت نہ دے۔

''بیشک۔'' وہ کہتا ہوا پلٹا اور وہاں سے نکل آیا۔ آج حجاب کے آپریشن کو ایک ماہ گزر گیا تھا۔ اسے یقین تھا کچھ ایسا ہی ہے جس سے حجاب روئے گی بس اسی ڈر سے وہ اسے یہاں لے کر نہیں آنا چاہتا تھا اور آج ایک ماہ بعد جب وہ پوری طرح پروگریس کر رہی تھی ابراز اسے یہاں لے آیا۔ اس امید سے بس آگے کوئی مسئلہ نہ ہو اور وہ اس گلٹ سے نکل کر چنبیلی کو ہمیشہ کے لئے بھلا دے۔

ہم وہ انسان ہیں جو نعمت چھیننے کے بعد قدر کرتے ہیں۔ ابراز نے دیکھا تھا اسے شکر کرتے ہوئے وہ اس کی ایک ایک نعمت کا شکر ادا کرتی ہے۔ چاہے وہ رزق ہو، صحت ہو، بینائی ہو یا قوت گویائی۔ اس کی بنائی چیز میں کوئی ڈیفکٹ نہیں ہوتا نہ احتیاط کی نوبت آتی ہے یہ سب حجاب کو آپریشن کے بعد پتا لگا جب شروع شروع میں اسے کبھی کبھی دھندلے عکس

دکھتے، آنکھوں میں جلن ہوتی، درد ہوتا۔ اور اب سختی سے احتیاط لازمی تھا ورنہ قدرتی نعمت میں احتیاط کہاں؟

''اے انسان! اور تو اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''

حجاب کو کم سے کم ایک مہینہ لگا تھا ان سب سے نکلنے کے لئے۔ وہ کوشش کرتا اسے کوئی بات یاد نہ آئے لیکن حجاب چاہ کر بھی اسے بھول نہیں پا رہی تھی لیکن اب حجاب کی دعا میں چنبیلی جیسے لوگ بھی شامل ہو گئے جو ان سب سے گزر رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

آفٹر ٹو منتھس۔

عبائے میں ملبوس وہ آفس کی گلاس وال پش کرتی اندر چلی آئی۔ اس کے آتے ہی ریسیپشن پر بیٹھی لڑکی (منتہا) نے اسے سلام کیا۔ مسکراتے ہوئے حجاب نے جواب دیا۔ نقاب کے باعث مسکراہٹ واضح نہ تھی جبکہ مسکراتی آنکھیں منتہا دیکھ چکی تھی۔ جیسے جیسے اس کے قدم اپنے شوہر کے کیبن کی طرف بڑھ رہے تھے آتے جاتے لوگ اسٹاف ممبر اسے اٹھ کر سلام کر رہے تھے۔ وہ جواب دیتی اندر کی جانب بڑھ رہی تھی۔

گلاس وال کے سامنے کھڑا وہ نیچے آتی جاتی گاڑیوں کو دیکھتا فون کان سے لگائے کسی امپورٹنٹ میٹنگ کا شیڈول فکس کر رہا تھا کہ یکدم گرم ہاتھوں کے لمس نے اس کی دونوں آنکھیں بند کر دیں۔ اس لمس کو محسوس کر کے ابراز کے ہونٹوں پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ رینگی۔

''الطاف! بعد میں بات کرتا ہوں ابھی بزی ہوں۔'' وہ عجلت میں کہتا فون رکھنے لگا تھا کہ دوسری طرف الطاف کے مزید سوال سے چڑ کر بولا۔

''کہا نا بعد میں۔ اور باہر سب کو بول دینا مجھے ڈسٹرب نہ کرے۔'' سرد لہجے میں اسے حکم

دے کر وہ مسکراتے ہوئے پیچھے مڑا۔

''ان اداؤں سے کسی دن جان لے لوگی میری۔'' ابراز نے کہتے ہی اس کے نقاب سے پن ہٹائی تو اس کا روشن، صاف شفاف چہرہ ابراز کی آنکھوں سے سامنے واضح ہوا۔ خود اپنے ہاتھوں سے نقاب ہٹانا اسے کس قدر سکون بخشتا تھا۔ حجاب اندازہ لگا لے تو دن رات نقاب کرتی پھر یہ اس بات کا اقرار کرتا ہے گوائی دیتا ہے کہ سامنے کھڑا چہرہ صرف اس کی ملکیت ہے۔

''جیسے میں نے مان لیا؟ نجانے کتنی تو اس دل پر راج کر چکی ہیں۔'' اسے تنگ کرنے کو وہ طنزیہ انداز میں بولی۔

''خدا کی بندی صرف یہ نقاب والی راج کرتی ہے۔ باقی تو ہمیشہ خود آئی گئیں لیکن یہ نقاب والی حسینہ میں خود سے لایا تھا مگر تمہیں افسوس ہوگا اسے جانے نہیں دیا۔ اسے جانے کی چاہ ہو تب بھی نہیں۔'' پر اعتماد لہجے میں کہتا آخر میں وہ مسکرایا تھا۔

''اگر جاؤں تو جا سکتی ہوں۔'' وہ بھی اسی کے انداز میں جتا گئی کہ اپنی مرضی کی مالک ہے۔

''جا کر تو دکھاؤ الٹا نہ ٹانگ دیا اس بلڈنگ سے تو میرا نام بھی رازی نہیں نقاب والی حسینہ۔'' وہ اس کے گال پر زور سے چٹکی کاٹتا دھمکی دے گیا۔

''نیا نام رکھا ہے میرا؟'' حجاب کو نام ہضم نہیں ہوا۔ اپنا گال سہلاتے گھورتے ہوئے ابرو اچکا کے پوچھا۔

''کیوں حق نہیں؟'' آنکھیں سکوڑ کر کچا چبانے والا انداز تھا۔ ''مجھے ہی تو سارے حق حاصل ہیں بے بی۔ نام رکھنے کا یہ نقاب ہٹانے کا لیکن اور کسی کا نہیں چاہے وہ کوئی بھی ہو۔'' حکمیہ انداز تھا۔ حجاب دیکھتی رہ گئی۔

''اگر امی ہٹائیں تو بھی؟'' شہادت کی انگلی ٹھوڑی پر رکھے وہ پر سوچ نگاہوں سے اسے

تک رہی تھی۔ ابراز نے ایک گہری سانس خارج کی۔

"تو ان سے کہوں گا ساسو ماں بیٹی یہ آپ کے گھر میں ہے۔ میرے گھر اور آفس میں یہ صرف میری ملکیت ہے جسٹ رازی حیات کی۔" اسے اپنے حصار میں لیتا وہ محبت پاش لہجے میں کہتا حجاب کو نظریں جھکانے پر مجبور کر گیا۔ دھیمی نرم مسکراہٹ حجاب کے ہونٹوں پر چھوڑ گیا۔

"لیکن تم میرے نہیں ہو سارا دن آفس میں رہتے ہو۔ بیوی کی کوئی خبر نہیں۔ ابھی بھی کہاں سے ہو کر آئی تمہیں علم بھی نہیں۔" وہ اس کی لودیتی نظروں کو نظر انداز کرتی اس کی شرٹ کے بٹنوں سے کھیلتی نظریں جھکائے بولی۔

"یہ الزام ہے وہ بھی بے تکا آپ جناب ذرا خود پر غور کریں۔ رات شوہر کو تڑپا کر دادو کے پاس سونے چلی گئیں؟" ٹھوڑی سے پکڑ کے چہرہ اونچا کر کے اس کی آنکھوں میں دیکھتے وہ اس الزام پر تپ اٹھا۔

"ابراز! سال میں ایک ہی بار دادو آتی ہیں اور ویسے بھی جب تم نے مجھے کمرے سے نکالا تھا تب دادو نے ہی اپنا روم شیئر کیا تھا۔" وہ یکدم اس کے ہاتھوں کو جھٹکتی تین چار قدم پیچھے ہٹتی بہت کچھ جتا گئی۔ ابراز نے اس دن پر سو لعنتیں بھیجیں۔

"زندگی بھر طعنہ دیتی رہنا اس بات کا۔" معصومیت سے کہتا طنز کا تیر چلا گیا۔ حجاب کچھ سوچ کر مسکراتی ہوئی قدم قدم بڑھاتی اس کے قریب چلی آئی۔ اس کی گردن میں باہیں ڈالے اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

"طعنہ، غیبت، برائی صرف تمہاری ہی کرونگی آخر حق رکھتی ہوں۔" اعتماد، رعب کیا کچھ نہ تھا لہجے میں۔ ابراز کی دلچسپ نگاہوں نے اس منظر کو اپنی آنکھوں میں قید کر لیا۔

"کس سے کرو گی۔ ساسو ماں یا شوہر کی ماں؟" وہ بھی اب دلچسپی سے پوچھ رہا تھا۔

”صرف شوہر سے۔“ طعنہ، غیبت ان سب سے وہ توبہ کر چکی تھی لیکن دونوں ایک دوسرے کو تنگ کرنے کا موقع نہیں جانے دیتے تھے۔ ابراز جہاں اسے آمنہ سے ڈانٹ پڑواتا وہیں حجاب اس کے سامنے اس کی برائی فیجہ سے کرتی جس پر فیجہ ابراز کے کان کھینچتیں۔ یہ منظر دونوں بچے دلچسپی سے دیکھتے۔

”ہم۔ یہ بھی ٹھیک۔ جب الزام ہی ہم پر ہیں تو شکوہ کسی اور سے کیوں کرنا؟“

حجاب کی نگاہیں ان نظروں کی تپش برداشت نہ کر سکیں اور جھکتی چلی گئیں۔ وہ دونوں بازو اس کی گردن سے ہٹاتی ابراز کی چیئر پر آ بیٹھی۔

”بچے آنے والے ہونگے مجھے جلدی نکلنا ہے۔ تم ذرا یہ بتاؤ اتنے لاپروا کیوں ہو؟ نہ گھر کی خبر ہے نہ جہان کی؟ ذرا بتانا اس منتھ کتنا منافع ہوا؟“ وہ سامنے رکھے لیپ ٹاپ کو کھوجتی نگاہوں سے گھورتی ٹیبلز پر رکھی فائلز دیکھنے لگی۔

”بچنے کا آسان طریقہ ہے۔ خیر یہ لو میڈم، اس فائل میں ہر ڈیٹیل موجود ہے آپ ذرا آج کی روداد سنائیں۔“ وہ اس کی چالاکی سے خوب واقف تھا اس کے برابر میں چیئر لے کر آ بیٹھا اور لیپ ٹاپ اپنے سامنے کرتے اپنا کام کرنے لگا جبکہ حجاب اسے آج کے پورے دن کی ڈیٹیل ہمیشہ کی طرح سنانے لگی۔

”میں ڈاکٹر سے ملنے گئی تھی۔ تمہیں تو یاد بھی نہیں ہوگا خیر میں بتاتی ہوں ڈاکٹر نے کہا ہے کہ۔“ وہ بولتی چلی جا رہی تھی۔ ابراز کا دھیان دونوں طرف تھا۔ حجاب کو سخت غصہ آیا اس کی بے نیازی پر پھر یکا یک ایک سوچ کے تحت اس نے اپنی طرف سے بتانا شروع کیا۔

”پھر انہوں نے کہا بلڈ کی کمی ہے بلڈ لگے گا۔“ وہ جو بے دھیانی میں اسے سن رہا تھا فل الرٹ ہو گیا۔ دل کی دھڑکن یکدم سے مدھم ہو گئی ایسا تو ڈاکٹر نے کچھ نہیں کہا تھا پھر؟

''یہ کب کہا؟'' وہ اب پوری طرح حجاب کی طرف متوجہ تھا جو کھا جانے والی نظروں سے اسے گھور رہی تھی۔

''یو چیٹر تمہیں سب پتا ہوتا ہے۔ ناٹک کرتے ہو اب میں بولونگی ہی نہیں۔'' وہ دانت پیس کر رہ گئی۔ پھر ابراز کو ناچار اسے بتانا پڑا کہ کس طرح اس نے ڈاکٹر کو کال کر کے بس اس کی صحت کا پوچھا تھا لیکن حجاب کی وہاں آواز سن کر ابراز نے ڈاکٹر سے ریکویسٹ کر کے فون رکھنے سے منع کیا اور سب سنتا گیا۔ حجاب ایکسپٹ کر رہی تھی اور روٹین چیک اپ کے لئے ڈاکٹر کے پاس گئی تھی۔ لیکن اس سے پہلے ہی ابراز کہیں سے ٹپک پڑتا۔ نہ گھر میں اس کی حکومت کم ہوتی نہ باہر۔ وہ سوچ کر رہ گئی۔

''سکون پتہ ہے کیا ہے ایک پل میں تیری آواز سن کر دن بھر کی تھکن کا اتر جانا۔'' اکثر آفس سے آکر جب وہ بیڈ پر گرتا یہی ایک جملہ حجاب کو دیکھتے دہراتا جو بچوں کے یونیفارم پریس کر رہی ہوتی۔

دونوں ایک دوسرے کو کسی حالت میں نہیں بخشتے تھے۔ ابراز چلتے پھرتے اسے تنگ کرتا ۔اپنے پیچھے دوڑاتا۔ سنڈے کو اس کے ساتھ کچن میں کاؤنٹر پر بیٹھ کر اسے پریشان کرتا حجاب کے تنگ آنے پر کہتا۔

''بے بی، جتنا مجھے سوچو گی دیکھو گی محبت اتنی بڑھے گی۔''

حجاب بس ایک سرد نگاہ اس پر ڈال کر رہ جاتی۔

ایک دفعہ تو حجاب کو ابراز نے اپنے پیچھے باقاعدہ دوڑایا تھا۔ وہ کوئی فائل لینے گھر لوٹا تھا حجاب بھی پورے روم کو بکھیرے وہ فائل ڈھونڈ رہی تھی کہ ابراز کو الماری میں گھستے دیکھ کر پوچھا جو کوئی پیپرز دیکھ کر مسکرائے جا رہا تھا۔

''فائل مل گئی؟'' ابراز جو پیپرز دیکھ کر مسکرا رہا تھا حجاب کی پکار سن یکدم چونک اٹھا۔

''نہیں۔''

''پھر کیا دیکھ کر مسکرائے جا رہے ہو۔'' ابراز کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی۔

''نکاح نامہ۔'' وہ ایک نظر حجاب کو دیکھ کر بولا۔

''تو اتنی غور سے کیا پڑھ رہے ہو؟'' حجاب نے کھوجتی نگاہوں سے اسے دیکھتے پوچھا۔

''پڑھ نہیں رہا ایکسپائیری ڈیٹ ڈھونڈ رہا ہوں۔'' وہ ہنستا ہوا نکاح نامہ رکھ کے دوڑا۔

''آئی ول کل یو۔'' وہ اس کے پیچھے دوڑتی ہوئی باہر نکلی لیکن وہ ہنستا ہوا نیچے بھاگ گیا کیونکہ اسے اپنی فائل بھی مل چکی تھی جو نکاح نامہ ڈھونڈتے وقت ملی تھی۔ وہ اسے اسی طرح تنگ کرتا۔ اکثر جب وہ اسے باتیں کرتی ابراز نظریں جھکائے معصوم بچوں کی طرح تابعداری سے اسے سنتا لیکن جیسے ہی نظریں اوپر اٹھاتا حجاب کی چلتی زبان رک جاتی اور وہ اٹھنے لگتی کیونکہ جس طرح وہ گھورتا حجاب خود میں سمٹ کر رہ جاتی۔ ہر طرح کے ہتھیار اس کے پاس موجود تھے جس سے وہ حجاب کو تنگ کرتا۔

کبھی آمنہ کے سامنے اس کی کلاس لگاتا کہ میرے کام نہیں کرتی کبھی اسے باتوں سے تنگ کر کے اپنے پیچھے بھگاتا۔ اور اس خوشیوں بھرے سفر میں کچھ عرصے بعد انکی زندگی میں ایک نیا مہمان شامل ہوا ''آیان'' یعنی اللہ کا طرف سے تحفہ جو نقش و نگار میں ہو بہ ہو ابراز کی کاپی تھا لیکن کاموں میں اس سے سو ہاتھ آگے تھا۔ اس کے پیدا ہوتے ہی ابراز نے اسے فیجہ کو سونپ دیا۔ ایک عرصے سے جو ابراز ان سے ناراض تھا اگر رو رو کر بھی معافی مانگے تب بھی اس بے چینی، آس، غم کا مقابلہ نہیں کر سکتا جو اس نے فیجہ کو دیے تھے۔ یہ کفارہ تھا یا ماں کی محبت، بس ابراز اب انہیں خوش دیکھنا چاہتا تھا۔

''یہ آج سے آپ کا ہوا۔ آپ کا بیٹا آپ کا رازی۔'' فیجہ جو احتشام کو ہوم ورک کرا رہی تھی اچانک سے ابراز کی اس مہربانی پر دیکھتی رہ گئی۔ حجاب ایک ہفتے پہلے ہسپتال سے ڈسچارج ہوئی تھی۔ آج آیان پورے سات دن کا ہوا تھا اور ابراز نے اچانک سے آ کر اپنی جان اس کی گود میں رکھ دی۔ فیجہ نے کانپتے ہاتھوں سے آیان کو اٹھایا اور لرزتے ہونٹوں سے اس کی پیشانی چوم کر احتشام کے برابر رکھ دیا جو یک ٹک اپنی موم اور ڈیڈ کو دیکھ رہا تھا۔

''بہت برے بیٹے ہو تم رازی، بہت برے۔ کبھی میرے آنسو کبھی میری بے چینی محسوس نہیں کی؟ حجاب مجھے کتنی عزیز ہو چکی تھی اندازہ ہے؟ بس تمہاری طرح ضدی تھی ورنہ اس کے اخلاق احترام نے مجھے کب کا جھکا دیا اور جھکتی بھی کیوں نا، میرے رازی کی پسند تھی وہ لیکن تم؟ اتنے سال لگائے لوٹنے میں۔ ایک سوری تک کہنے میں تمہیں شرم آ رہی تھی؟ میں جو بات بات پر تم سے بچپن میں سوری کرتی تھی مجھے تو شرم نہ آئی۔'' ابراز کے سینے سے لگی کتنی دیر وہ روتی چلی گئیں۔ ابراز کی سرخ آنکھوں سے موتی ٹوٹ کر انکے بالوں میں جذب ہو گئے۔ آج بھی وہ بلا کی حسین تھیں۔ لگتا نہیں تھا وقت انہیں چھو کر بھی گزرا ہو لیکن اب ساری سرگرمیاں انہوں نے ترک کر دی تھیں۔ اب گھر سے باہر جاتیں بھی تو بچوں اور حجاب کے ساتھ ڈنر یا لنچ کرنے اور شاپنگ لیکن اپنوں کے ساتھ رہتیں بس پرائیوں کو عرصہ ہوا بھلا چکی تھیں وہ۔

''سوری موم فور ایوری تھنگ۔'' انکی پیٹھ تھپک کر دلاسا دیتے وہ خود سے بھی شرمندہ نظر آ رہا تھا۔ فیجہ نے پنجوں کے بل اونچا ہو کر دونوں ہاتھوں سے اس کا چہرہ تھام کر ابراز کی پیشانی چومی۔ ابراز کی آنکھوں کی چمک کچھ اور بڑھ گئی۔

گھر میں بچوں کے جانے کے بعد حجاب اور فیجہ ہی آیان کے آگے پیچھے گھومتیں اور واقعی وہ ایک سب پر بھاری تھا۔ اکثر حیات صاحب بھی کہتے۔

''اس دفعہ پوتا ٹکر کا ہے۔''

آیان کی ایک ایک حرکت پر وہ قہقہہ لگانے پر مجبور ہو جاتے جو اپنے باپ سے لگتا تھا آیا ہی ماں کا بدلا لینے ہے۔ایک دو دفعہ دودھ سے بھرا فیڈر آیان نے ابراز کی فائل پر گرا دیا۔وہ ابھی دو سال کا تھا لیکن حرکتیں چار سال کے بچوں والی تھیں۔وہ اپنا فیڈر دانت میں دبائے تقریباً منہ سے لگا تا رہتا۔کسی کو چھونے نہ دیتا سوائے حجاب اور فیجہ کے اور یہ استعمال وہاں صحیح وقت پر کرتا جہاں سامنے والے کو پریشان کرنا ہو۔

ابراز ابھی تھکا ہارا آفس سے لوٹا تھا۔وہ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا صوفے پر آ کر ڈھے گیا جہاں آیان بیٹھا احتشام یا پرنیا کی کاپی پر الگ کلرز سے لائنیں کھینچ رہا تھا۔ساتھ رازی کو دودھ لانے کا حکم دیا جو سامنے ٹیبل پر پڑا تھا۔

''لادی۔دھودو۔''

ابراز کا دل چاہا خود کو شوٹ کر لے۔سامنے پڑا تھا اس کا فیڈر لیکن صاحب کو باپ کو تنگ کیے بغیر کچھ بھی ہضم کہاں ہوتا ہے؟

''پھٹ جائے گا موٹے۔'' ابراز نے اسے گھورتے کہا جسکا وزن اچھا خاصا بڑھ چکا تھا۔اور اسے حکم دے کر وہ واپس اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔آیان اوندھے منہ لیٹا تھا پیٹھ چھت کی طرف تھی۔

''دھندے لادی۔'' آیان نے توتلی زبان میں رازی کو گھورتے غصے سے کہا۔فیجہ کی دیکھا دیکھی وہ بھی ابراز کو رازی کہتا تھا۔

''کس پر گیا ہے یہ؟'' ابراز نے معصومیت اور کچھ بیزاریت سے سامنے کوفی کے کپس لاتی حجاب سے کہا۔

''مما کہتی ہیں تم پر گیا ہے۔'' اس کے سامنے کوفی کا کپ رکھ کر وہ اپنا کپ لے کر آیان کے پاس بیٹھ گئی۔

''استغفر اللہ، میں اس کی انگلی برابر بھی نہیں تھا۔ خواہ مخواہ کا الزام؟ تمہیں تو بس موقع چاہیے۔ پڑوسی کی لڑکی بھاگی ہو تب بھی قصور رازی کا ہے۔''

حجاب کی ہنسی چھوٹ گئی جبکہ آیان آ کر رازی کی گود میں چپ چاپ بیٹھ گیا۔

''تب تو کنفرم ہے۔'' حجاب نے ہنستے ہوئے کہا جبکہ ابراز کا چہرہ یکدم سخت ہو گیا۔ آیان اب اٹھ کے بھاگتا ہوا حجاب کے پاس آیا۔

''مما، لادی۔ تو تو۔''

حجاب نے بے اختیار ابراز کو دیکھا جسکے چہرے پر بچوں کی سی معصومیت تھی جو لگ رہا تھا ابھی رو دے گا۔ اس کی کھلی شرٹ دیکھ کر حجاب کا قہقہہ چھوٹ گیا۔

''تم نے اسے موٹا کہا تھا؟'' حجاب کی چھٹی حس نے اچانک ہی اسے الرٹ کیا کیونکہ اپنے کام میں مشغول آیان کسی کو تنگ تبھی کرتا تھا جب کوئی اسے چھیڑتا تھا؟

''میں تم دونوں ماں بیٹے کو آخری وارننگ دے رہا ہوں۔ دماغ گھوما نا، ونوں کو پنکھے سے الٹا لٹکا دونگا۔'' ابراز کہاں ماننے والا تھا الٹا اسے گھر کا۔

''پھر تو ہونا ہی تھا میرے بیٹے کو نظر لگاؤ گے ایسا ہی ہوگا۔'' حجاب پر ذرا برابر اثر نہ ہوا۔ الٹا آیان کا ہاتھ پکڑ کے لاڈ سے اسے ساتھ لے گئی۔

''آؤ میلی جان، نہلاؤں پھر نینی کرینگے۔ ڈیڈ کو آج یہیں سونے دو ہم روم لاک کرینگے۔'' حجاب نے ہنسی دباتے جان بوجھ کر جاتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔ آیان نے بھی پیچھے مڑ کر ابراز کو زبان نکال کر چڑایا۔ وہ جو پہلے ہی حجاب کے جملے سے تپا ہوا تھا آیان کے

چڑانے پر کوفی لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''موٹے رک جا، دونوں کو اوپر آ کر دیکھتا ہوں۔'' انکے پیچھے جاتے وہ بلند آواز میں بولا جو اَب سیڑھیاں چڑھ رہے تھے۔

ابراز کو یاد تھا جب بھی اس کی کوئی امپورٹینٹ میٹنگ ہوتی وہ آیان کے پاس تک نہ بھٹکتا کیونکہ ابراز کی چاہے امپورٹنٹ میٹنگ ہو، کہیں شادی پر جانا ہو یا ڈنر ہو اس سب کا الہام نجانے کہاں سے آٹھ ماہ کے آیان کو ہو جاتا کہ ابراز کے گود میں لیتے ہی وہ اپنا کام کر دیتا۔ حجاب آیان کی کارروائی دیکھتے ہنستی چلی جاتی جبکہ ابراز جھنجھلاتا ہوا ماں بیٹے پر ایک قہر آلود نظر ڈالتا ہوا چینج کرنے چلا جاتا لیکن میٹنگ سے گھر آتے ہی انکی کلاس لیتا اور سارا الزام حجاب پر ڈال دیتا۔

''تم ہی اسے یہ سب سکھاتی ہو نا؟ آخر میری اولین دشمن جو ہو۔'' ڈریسنگ کے سامنے کھڑا وہ شرٹ کے بٹن کھولتا غصے سے بولا۔ ابھی وہ آفس سے لوٹا تھا اور آتے ہی صبح والا غصہ حجاب پر نکال رہا تھا۔

''مما کہتی ہیں میرے رازی پر گیا ہے۔ اب میں کیا کر سکتی ہوں بچپن میں خود سدھرے ہوئے ہوتے تو اولاد بھی سدھری ہوئی ملتی۔'' حجاب لیز کے پیکٹ سے چپس نکال کر کھاتے مزے سے کہہ رہی تھی۔ آخر ابراز کی شامت آئی ہو اور وہ خوش نہ ہو؟

''پھر تو پرنیا کا اللہ مالک ہے۔'' ابراز کے طنز کو ان سنا کرتی وہ اپنے کھانے میں مشغول رہی۔ پھر چپس ختم کر کے خالی پیکٹ ڈسٹ بن میں ڈال کر اس کے قریب چلی آئی۔

''تم ہو نا سدھار دینا ویسے بھی میرے دونوں بچے سدھرے ہوئے معصوم ہیں بس یہ مما کا لاڈلا آیان مما کے پیار نے بگاڑ ڈالا ہے اور کچھ باپ کی سنگت کا اثر ہے۔'' وہ اس کی شرٹ

اور کورٹ اٹھاتے ہوئے بولی جسے ابراز نے بیڈ پر پھنکا تھا۔

"ہاں باپ کی سنگت؟ روز اس گال پر تین تھپڑ کھاتا ہوں۔ اتنا بچ کے رہتا ہوں پھر بھی نجانے کیسے اچانک سے ہی چہرہ لال کر دیتا ہے۔ باپ کی سنگت۔" وہ بڑبڑاتا ہوا چینج کرنے چلا گیا۔ ساتھ حجاب کے کیچر میں مقید بال آزاد کر کے۔ وہ بھی کہاں اسے تنگ کرنے سے باز آتا تھا؟

"چھچھورے۔"

"تمہارا ہی ہوں ڈارلنگ۔" باتھ روم کا دروازہ بند ہونے سے پہلے ابراز کی آواز حجاب کی سماعتوں میں پہنچی۔ ابراز کے جاتے ہی غصے سے سرخ چہرہ نرم پڑ گیا اور حیا کے رنگ اس چہرے پر بکھر گئے۔ لاکھ وہ ابراز پر غصہ کرتی لیکن محبت تو اسی کی ہے نا دل میں۔

"مما، لادی پھون۔"

حجاب کی نظر آیان پر پڑی جو ابراز کا فون زور سے بیڈ کارنر سے پٹخ رہا تھا۔ حجاب تیزی سے اس کے پاس آئی اور فون اس کے ہاتھ سے چھینا۔ تقریباً ابراز کے پچھلے دو فونز کو آیان باتھ ٹب میں ڈال چکا تھا۔ یہ اس کا تیسرا فون تھا جسے آیان توڑنے چلا تھا۔

فون سائیڈ پر رکھ کے حجاب نے اسے گود میں اٹھایا۔ حجاب کو اب تک یاد تھا آیان سے پہلے ایک خوف اسے کس طرح کھائے جا رہا تھا۔ جیسے جیسے دن قریب آ رہے تھے خوف مزید بڑھ رہا تھا کہ کہیں اس کا آنے والا بچہ چنبیلی جیسوں میں سے نہ ہو۔ لیکن آگے جب اس کی سوچ غلط ثابت ہوئی تو وہ بچوں کی طرح بلک کے روئی تھی۔ اسے ابراز کی کہی بات یاد آئی تھی۔

"اللہ بندوں کو اس کی ہمت سے زیادہ نہیں آزماتا۔ انہیں ہی آزمائش دیتا ہے جسکا یقین ہو برداشت کی ہمت رکھتا ہے۔"

دن پلک جھپکتے گزر جاتے۔ان گزرے دنوں میں دونوں ایک خوش حال زندگی ایک دوسرے کے سنگ گزار رہے تھے لیکن حجاب آج بھی ابراز کو سمجھنے سے قاصر تھی۔ابراز وہ پہیلی تھا جسے حجاب آج تک بجھا نہ سکی اور ایسا ہی ایک دن تھا۔

حجاب جو مس امبرین کے ساتھ باتوں میں مشغول تھی موبائل پر آتی کال دیکھ کر انہیں اور جویریہ اور مہوش کو الوداعی کلمات کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔حجاب آج مہوش اور جویریہ کے ساتھ یونی آئی تھی۔صبح سے وہ لوگ گھوم پھر رہے تھے۔پروگرام رات کو ہی بنا تھا کہ تینوں یونی میں آئیں گی پھر ساتھ ہی ناشتہ کر کے مال جائیں گی۔اب مال سے واپسی کہ بعد انہیں کینٹین میں چائے پیتے مس امبرین ملی تو وہ تینوں وہیں بیٹھ گئیں لیکن اب ابراز کی کال سن کر حجاب اپنا پرس لیتی اٹھ کھڑی ہوئی۔کینٹین سے باہر آتے ہی اس کی نظر ابراز پر پڑی جو کار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔احتشام اور پرنیا یقیناً اندر بیٹھے تھے۔آج ابراز ہی انہیں لینے گیا تھا کیونکہ ڈرائیور چھٹی پر تھا۔

وہ دھیرے دھیرے قدم بڑھاتی ابراز کی طرف بڑھ رہی تھی کہ اچانک بری طرح لڑکھڑا کر زمین بوس ہوگئی۔دونوں ہتھیلیاں زمین پر رکھے وہ نیچے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔گردن موڑ کے پیچھے دیکھا تو تین لڑکے کار سے ٹیک لگائے ایک دوسرے کے ہاتھ پر تالی مار کر ہنس رہے تھے۔

”ہم ڈراپ کریں بے بی۔“ان میں سے ایک لڑکا خباثت سے مسکرایا اور ہاتھ بڑھا کے اسے اٹھنے میں مدد دی اور ساتھ چلنے کی آفر کی۔حجاب نے نفرت انگیز نظر سے اس شخص کو نوازا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

”ایسے کیا دیکھ رہی ہو یو بلڈی۔“وہ شخص دانت پیس کر بولا۔حجاب کی نفرت بھری نگاہ نے جیسے اس کے وجود پر شعلے برسا دیے۔

''سیم چھوڑ اسے، ہنگامہ نہ کرو ویسے ہی ایک وارننگ مل چکی ہے۔'' سیم حجاب کی طرف غصے سے بڑھ رہا تھا کہ اس کے دوست نے ہاتھ پکڑ کے اسے روکا۔ حجاب جو اسے خود کی طرف بڑھتے دیکھ کر خوفزدہ تھی تیزی سے اٹھ کر قدم بڑھاتی ابراز کی طرف بڑھی جو بے نیازی سے سن گلاسز لگائے کھڑا تھا۔

''واپس جاؤ اور منہ پر رکھ کے تھپڑ مار کے آؤ۔'' حجاب کو کار کا دروازہ کھولتے دیکھ کر ابراز نے کہا۔ ضبط کے باوجود اس کا لہجہ نارمل نہ تھا۔ حجاب کو تو غصہ ابراز پر آ رہا ہے جو نہ اس کی مدد کو آیا نہ انکا منہ توڑا۔

''نہیں ایسوں کے منہ ہی نہیں لگنا چاہیے چلو۔''

حجاب کا ٹالنا ابراز کو آگ بگولہ کر گیا۔ غصے کی شدت سے اس کے گلے کی نسیں تک واضح ہونے لگیں۔

''زندگی بھر یہاں سے نہیں ہٹوں گا۔ سمجھی۔'' دبے دبے لہجے میں وہ غرایا۔ سن گلاسز کے پیچھے چھپی ان سرخ آنکھوں میں سرخی کی شدت اگر حجاب دیکھتی تو کانپ اٹھتی جو اس کے غصے کو بیان کر رہی تھی۔

''میں نہیں جاؤں گی۔'' وہ اپنی ضد میں اٹل تھی۔ کہتے ہی وہ رخ موڑ گئی۔ اسے یقین تھا ابراز منائے گا۔ ابراز مناتا کیا الٹا اس وقت وہ حجاب کو قتل کرنے کے درپے تھا جو اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی انہیں بغیر کسی القابات سے نوازتے خاموشی سے آ گئی۔

''یہ زبان صرف میرے سامنے چلتی ہے؟ اس کا استعمال وہاں کیوں نہیں کرتی جہاں سوال عزت پر آئے؟ تم گری نہیں تھیں اس ذلیل انسان نے ٹانگ آگے کر کے یہ حرکت کی۔ جاؤ اسے تھپڑ مار کر آؤ ورنہ آج کیا عمر بھر اس جگہ سے ایک انچ نہیں ہلوں گا۔'' وہ اس کا بازو پکڑ

کے رخ اپنی طرف کرتا ٹھنڈے ٹھار لہجے میں بولا۔ حجاب کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

''وہ۔ تی۔ تین لوگ ہیں ابراز، تم ایک تھے۔ میں کیسے۔'' حجاب کے لہجے کی کپکپاہٹ سے وہ سخت جھنجھلاہٹ کا شکار ہوا۔ مٹھی بھینچتے خود پر قابو پاتے وہ اجنبی انداز میں گویا ہوتا اسے دھمکی دے گیا۔

''جائیں آپ ورنہ میرا میٹر گھوما تو اس کی تو خیر نہیں، ساتھ تم بھی نہیں بچو گی یہیں چھوڑ جاؤنگا۔'' ''آپ۔'' کا استعمال وہ تبھی کرتا جب ناراضگی سیریس ہوتی۔

''جیسے تم کرو گے۔'' حجاب کی مسکراہٹ نقاب کے پیچھے چھپی تھی جبکہ ان آنکھوں کی چمک مانند نہیں ہوئی تھی۔ وہ جانتی تھی ابراز ایسا کبھی نہیں کریگا لیکن ابراز نے ایک سخت نظر سے نوازتے کار کا دروازہ کھولا اور منٹوں میں کار ریورس کر کے نکل گیا۔ یہ سب اتنی اچانک ہوا تھا کہ حجاب اسے روک تک نہ پائی۔ بس دیکھتی رہی۔ ہر بار وہ اسی طرح اسے تنگ کرتا لیکن آج نہیں۔ بات عزت کی کر گیا خود کیا کیا؟ بیوی کو اکیلا چھوڑ کے بھاگ گیا۔ حجاب نے بے اختیار دکھتا سر دبایا۔ آج اتنے مہینوں بعد اس کی آنکھیں پھر بھیگ گئیں لیکن یہ ہنسی۔ اس ہنسی نے لمحے میں سارا خوف اڑن چھو کر دیا۔ اس سے پہلے وہ انکی طرف قدم بڑھاتی تینوں خود ہنستے ہوئے اس کے پاس آئے۔

''چچ۔ چلا گیا؟ بہت افسوس ہوا اور خوشی بھی۔ ہاہا۔ چلو چھوڑو اسے میں ڈراپ کر دیتا ہوں۔'' وہ اس کے گرد گھومتا اس کا مذاق اڑاتے اس کے سامنے آرکا۔ تب حجاب کی نفرت بھری نگاہ نے پھر سے اس کا میٹر گھما دیا۔

''پارسائی کا ناٹک کرتی ہو میرے سامنے؟ تم جیسیوں کو اچھے سے جانتا ہوں۔ نقاب پہن کر بھی یہاں آکر ایسے نامحرموں سے ملتی ہو اور مجھے آنکھیں دکھا رہی ہو؟ وہ کون سا شوہر تھا تمہارا؟''

تیز دھوپ میں آنکھیں سکوڑتے وہ باقاعدہ دھاڑا تھا۔ جیسے حجاب کو کچا چبانے کا ارادہ ہو۔

''پڑھنے آتے ہو نا، شرم نہیں آتی ایسی حرکتیں کرتے ہوئے؟'' حجاب جو کب سے ضبط کیے بیٹھی تھی چیخ اٹھی۔ سیم اسے غصے میں دیکھ اپنی پرانی ٹون میں لوٹ آیا۔

''تم لڑکیاں پڑھ لو کافی ہے۔ ٹاپ کر لو مناؤ جشن ملنا تو عام سا جمشید ہے۔ کونسا پڑھا لکھا آئے گا تم سے شادی کرنے۔ رہا میرا سوال تو باپ کیوں کماتا ہے اس لئے کہ میں عیش کروں سویٹ ہارٹ۔'' وہ اس کی طرف جھکتے آنکھ دباتے ہوئے بولا۔ حجاب کا غصے کی شدت سے چہرہ سرخ ہو گیا۔ اسے ابراز پر غصہ تھا، سیم پر غصہ تھا اس تپتی دھوپ کی شدت کا اثر تھا کہ حجاب کا ہاتھ اٹھا تو اٹھا تھا اور لگاتار تین چار تھپڑ سیم کے گال پر نشان چھوڑ گئے۔

''تکبر والی نہیں ''میں''۔

اعتماد والی ''میں''۔

کہ میں ''میں'' ہوں۔

تمہارے ہاتھ کا کھلونا نہیں۔

''You cannot defineme you cannot limit my potential. You cannot limit my dreams

میری جیت بھی میری

میری ہار بھی میری

میں اڑاؤں گی اپنا مذاق تو کون ہوتا ہے میرا مذاق اڑانے والا؟

I will make fun of myself do you understand???

شہادت کی انگلی سے وارن کرتی وہ تقریباً چیختے ہوئے بولی۔اس کی زبان چلی تو ایک پل کو نہ رکی۔ سانس ابھی تک پھول رہا تھا۔سیم گال پر ہاتھ رکھے پاگل ہو رہا تھا۔اس کے باقی دوست منہ کھولے یہ کارروائی دیکھ رہے تھے۔

''یو۔'' سیم کا اٹھتا ہاتھ ہوا میں رہ گیا۔اس دفعہ بھی دونوں دوست وہیں رہے کوئی بھی اس کی مدد کو نہیں بڑھا۔

''اندر جاؤ۔'' حکمیہ انداز تھا۔حجاب اسے دیکھتی گئی تو اس لئے وہ اسے چھوڑ گیا تھا؟ ابراز نے اس کا ہاتھ جھٹک کر سیم کا گلا دبوچا۔اس سے پہلے وہ اسے مار ڈالتا حجاب کو ہی ہوش آیا۔

''ابراز چھوڑو۔''

''سنا نہیں؟'' حجاب کو اس کے غصے سے خوف آ رہا تھا اس نے ایک آخری کوشش کی لیکن ابراز کی دھاڑ سے کانپ اٹھی۔

''دیکھنا اب اپنے ہیرو کا تماشا۔'' سیم نے کہتے ہی مکا مارنا چاہا جسے ابراز نے دوسرے ہاتھ سے بیچ میں ہی روک لیا۔وہ حجاب کے انتظار میں تھا کہ وہ جائے۔حجاب بھی اب بغیر دیر کیے واپس کینٹین میں چلی گئی۔ابراز نے اس کا ہاتھ جھٹکا اور کالر سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے اسے گارڈن ایریا کی طرف بڑھا۔آتے جاتے لوگ ان دونوں کو عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

''ابے چھوڑ۔'' وہ چلا رہا تھا لیکن ابراز اسے گھسیٹتے جا رہا تھا۔گارڈن میں آ کر ابراز نے نظر ادھر ادھر دوڑائی اور مطلوبہ چیز ملنے پر وہ اس کی طرف بڑھا اور مٹی ہاتھ میں اٹھا کر دوسرے ہاتھ سے اس کا کالر چھوڑا۔زور سے اس کے پیٹ میں مکا مارا جس سے سیم نے چلا کر منہ کھولا۔ابراز نے وقت ضائع کیے بغیر پوری مٹی اس کے منہ میں ڈالی اور منہ بند کر دیا۔

''گھر سے جب عورت پڑھنے، جاب کرنے کے لیے نکلتی ہے تو پھونک پھونک کے ایک

ایک قدم اٹھاتی ہے کہ کہیں ایک غلط قدم اسے رسوا نہ کر دے اور جب وہ لوٹے تو اس کے پاس ''عزت'' نام کی کوئی چیز ہو۔ اسی طرح جس طرح تو نگلنے سے ڈر رہا کہ کہیں یہ غلط قدم سے زندگی نو گنوا بیٹھے۔ اسی طرح عورت کے لئے اس کی عزت اس کی زندگی ہے جو سر اٹھا کے چلنے کا حوصلہ دیتی ہے۔ تم جیسوں کی وجہ سے وہ نگاہیں جھکا کر چلتی ہے تا کہ اس کا بھائی نگاہیں اٹھا کر چل سکے اور تو دو کوڑی کا ہوس پرست عورت کیا معصوم بچی تک کو نہیں چھوڑتے۔ خود کی جان عزیز ہے موت سے ڈر لگتا ہے لیکن جب دوسرا رسوائی سے مرے تو تجھے رحم نہیں آتا؟ بول تیرے باپ کی جاگیر ہے جو تنگ کرتا ہے؟ بھوک نا کتے بھونک کیوں نہیں رہا؟'' ابراز نے اس کا منہ دبوچا۔ چٹان سے سخت لہجے میں کہا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا۔ سیم کا سر دیوار میں دے مارے۔ ابراز نے رکھ کے زور سے مکا اس کے پیٹ میں مارا جس سے ساری مٹی منہ سے باہر نکل آئی۔ سیم بری طرح کھانسنے لگا۔

''یہ اسے گرانے کے لئے۔'' لگاتار تین چار مکوں سے وہ اس کا جبڑا بری طرح زخمی کر چکا تھا۔ سب لوگ کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔ ابراز نے ایک ٹھوکر سے اسے نوازتے وہیں زمین پر پھینکا اور کوٹ کو جھٹکا دے کر کینٹین کی طرف جانے لگا۔

''دیکھ لونگا تجھے، میرا باپ ڈین ہے یونیورسٹی کا۔'' سیم زمین پر بیٹھا کراہ رہا تھا۔ ابراز کو جاتے دیکھ کر وہ اس کے پیچھے سے بولا۔ آخر کو سٹوڈنٹس کے سامنے کچھ عزت تو رکھنی تھی۔ ابراز کے قدم وہیں رک گئے۔ وہ چلتا ہوا اس کے قریب آن بیٹھا۔ سیم خوف سے پیچھے ہوا۔ اس کی آنکھوں سے جھلکتا خوف، جسم کی کپکپاہٹ نے ابراز کو لطف اندوز کیا۔

''اول تو میں تیرا سینئر ہوں، پاس آؤٹ ہو چکا ہوں۔ دوسرا جانتا ہوں تیری دو کوڑی کی عزت نہیں ورنہ جب میری بیوی نے لگاتار تھپڑ مارے تھے تب تیرے پالتو کتے تک لڑنے

نہیں آئے۔" ابراز نے طنزیہ مسکراہٹ ہونٹوں پر سجا کر اس پر وار کیا۔ سیم نے نفرت بھری نگاہ سے ابراز اور اپنے ساتھیوں کو دیکھا۔

"دوسروں کے گھر کی عزت اچھالنے سے پہلے اپنے گھر میں جھانک، کہیں محبت میں عزت کا سودا تو نہیں کر آئی؟" ابراز نے ہاتھ کی مٹھی میں اس کے بال جکڑتے چہرہ اپنے چہرے کے قریب کرتے کہا۔

"میری بہن ایسی نہیں۔" سیم کو کہاں گوارا تھا ایسا الزام۔

"محبت اب بکنے لگی ہے تو یہاں کسی کو چھیڑ رہا ہے وہاں کوئی اور تیری بہن کو۔ اپنا کیا اپنی طرف ہی لوٹتا ہے چاہے وہ نیکی ہو یا بدی۔ میری طرف دیکھ اور حفظ کر لے یہ بات۔ میری کی نیکی میری کی بدی انہیں صورت میرے پاس واپس لوٹ آئیں۔" ابراز نے ایک جھٹکا دے کر اسے کسی کچرے کی طرح دور پھینکا۔ اب اس کے قدم کینٹین کی طرف تھے۔ سب سے مشکل مرحلہ حجاب کو منانا تھا۔ ابراز نے جو کیا بس اس کا مقصد کانفیڈنس دلانا تھا۔ جب حجاب کو اس لڑکے نے گرایا ابراز ضبط کے کس مرحلے پر تھا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا اور حجاب اگر وہ اکیلی ہوتی تو ٹھیک ہے لیکن ابراز کی موجودگی نے بھی اسے حوصلہ نا دلایا۔ وہ وہیں بت کی مانند کھڑی رہی۔ وہ سوچ چکا تھا حجاب کو منائے گا لیکن حیرت انگیز واقعہ ہوا تھا۔ وہ خود ہنستی ہوئی اس کے گلے آ لگی۔

"بس کچھ باتیں ذہن میں دیر سے بیٹھتی ہیں۔" حجاب کی مسکراہٹ نے اس کی مسکراہٹ گہری کر دی۔

☆.....☆.....☆

زندگی اگر آزمائشوں کا سفر ہے تو مجھے منظور ہے اس کی آزمائش۔ جب بھی اسے لگتا ہے

بس تھوڑا سا پیچھے ہٹا ہوں آزمائش بھیج کر مجھے خود کے مزید قریب کر دیتا ہے۔

میری کامیابی کا راز میرا اللہ ہے، وہ میرے دل میں رہتا ہے۔ اس نے کہا بس میرے پاس آجاؤ سارے غم بھول جاؤ گے۔ اب ہر کام سے پہلے اس سے ملنے اس کے گھر جاتا ہوں۔ اس نے نہ لالچ دی نہ وجہ پوچھی کہ کونسی غرض تجھے یہاں کھینچ لائی ہے بس پاس بلایا اور دل میں چھپا ہر غم مٹا دیا۔ میرے دل کو اس فانی دنیا کے غموں سے آزاد کر دیا جب اس کے پاس جاتا کوئی نہ کوئی شکایت لے کر جاتا۔ زندگی سے جڑی ہو یا کاروباری سب اس سے مانگا سب کچھ۔ میں نے انسانوں کے آگے جھکنا چھوڑ دیا۔ بس وہ کیا جس سے اللہ خوش ہوتا ہے اور آج بھلے امیر ہوں لیکن اس کی درگاہ میں فقیر بن کر جاتا ہوں۔ یہ دولت، شہرت سب اس کی ادا کردہ ہے جو موت کے بعد واپس چھین لی جائے گی لیکن اس کی محبت میرے دل میں ہمیشہ قائم رہے گی۔

کیا نہیں دیا اس نے؟ بچپن کی محرومی ختم کر دی۔ ماں لوٹا دی۔ وفا شعور بیوی عطا کی۔ تین صحت مند بچوں سے نوازا۔ نام دیا، شہرت دی۔ سب سے بڑھ کے عزت دار زندگی دی۔

سب بدلا ہے اس زندگی سے اس زندگی میں جو میں نے ایک عرصے تنہائی میں گزاری سوائے ڈیڈ کے وہ آج بھی انہی راستوں کے مسافر ہیں لیکن اب فرق اتنا ہے کہ میرا لہجہ، رویہ سب تبدیل ہو چکا ہے وہ دھمکی دینا وہ تنگ کرنا سب چھوڑ چکا ہوں۔

ویسے بھی اب میری اپنی اولاد مجھے نہیں بخشتی، ہاں آیان۔ سانس تک ڈر کے لیتا ہوں کہیں کسی طرف سے آکر دو لگا نہ دے۔ نماز پڑھتے وقت وہ میرے ساتھ اپنی ماں کی دی چھوٹی جائے نماز بچھا کر نماز پڑھتا تھا اور جب میں دعا مانگنے لگتا میری پیٹھ پر چڑھ کر مجھے تنگ کرتا۔ اس کی چھوٹی چھوٹی شرارتیں مجھے عزیز ہیں۔ میں اکثر تنگ کرنے کی غرض سے حجاب کو

کہتا سب سے مہنگا مجھے آیان ہی پڑا ہے جس نے آج تک لاکھوں کا نقصان کیا ہے۔ ڈیڑھ لاکھ کے دونوں فون ڈبو دیے۔ آگے سے حجاب کا جواب یہی ہوتا کونسا پیسے قبر میں لے جانے ہیں؟ موم کا جواب بھی اس سے کچھ کم نہ ہوتا۔ میں بس دونوں ساس بہو کو دیکھتا رہ جاتا جو آیان کے خلاف لفظ تک برداشت نہ کرتیں خاص کر موم۔

''آخر کونسا جرم ہوا مجھ سے جو اتنا ظلم؟'' میں نے دھیرے سے حجاب کے کان میں کہا جو آیان کو سلا رہی تھی۔ میرا اشارہ آیان کی طرف تھا جو گھنٹے سے نیند کے بہانے ماں سے چپکا بیٹھا تھا۔

''مجھے شادی والی رات روم سے نکالا تھا نا اسی کی سزا ہے۔'' حجاب نے بھرپور طنز کیا جسے میں نے بمشکل ہضم کیا اور چپ چاپ لیٹ گیا۔ آج تک حجاب نہ خود وہ شادی والا واقعہ بھولی ہے نہ مجھے بھولنے دیا ہے۔ حالانکہ میں تو توبہ کر چکا ہوں لیکن میڈم نے معاف نہیں کرنا پوری زندگی طنز کی صورت میں ڈوز دیتے رہنا ہے۔

ایسی ہے میری زندگی جہاں آج میرے گھر میں حجاب اور پرنیا کی ہنسی گونجتی ہے۔ آیان اور احتشام کی شرارتیں دکھتی ہیں۔ موم کی پرسکون مسکراہٹ میرا سکون برقرار رکھتی ہے ۔میرے رب نے مجھے بیشمار نعمتوں سے نوازا جنکا شکر ادا کرنا میں نہیں بھولتا۔

ہم تینوں (احتشام، پرنیا اور میں) گارڈن ایریا میں گھومتے پودوں کو پانی دے رہے تھے تبھی میری نظر اوپر اس خوبصورت چہرے پر پڑی جسکا دیوانہ میں آج تک ہوں۔ وہ آیان کو گود میں اٹھائے ہم تینوں کو دیکھ رہی تھی۔ میری نظروں کی تپش محسوس کر کے اس نے میری طرف دیکھا اور شرمگیں مسکراہٹ نے اس کے ہونٹوں کا احاطہ کیا۔ وہ آیان کو لے کر بالکنی سے چلی گئی۔ اب میرا دل بھی یہاں کہاں لگنا تھا بہانہ ڈھونڈ کر میں نکلنے لگا تھا کہ وہ آیان کا ہاتھ

تھامے ہمارے قریب چلی آئی۔ میں مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے میں مگن تھا اس بات سے بے خبر کہ آیان صاحب میرے ہاتھوں سے پائپ لینے میری طرف آرہے تھے۔ ہوش تو تب آیا جب یکدم سے پانی کی پھوار منہ پر پڑی۔ فضا میں چاروں کی ہنسی گونجی۔ میں نے آیان کو اٹھا کر اوپر اچھالا۔ اس کی ہنسی ایسی شروع ہوئی کہ پل بھر کو بھی نہ رکی۔ اس کے آگے کے دو دانت ہنستے ہوئے نظر آرہے تھے۔ احتشام اور پرنیا کی ہنسی بھی اس ہنسی میں شامل ہوگئی اور میری روح تک میں سکون کی لہر دوڑ گئی سامنے کھڑی میری زندگی محبت پاش نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی اور کیا چاہیے تھا مجھے؟

یاد رکھیے۔

جو کھویا ہے، اس کا غم نہیں
جو پایا ہے، وہ کسی سے کم نہیں
جو نہیں ہے، وہ ایک خواب ہے
اور جو ہے، وہ لاجواب ہے

ختم شد